زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ
کمپیوٹر ایڈیشن
فتاوی رحیمیہ
افادات
حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت
دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹر ایڈیشن

فتاویٰ رحیمیہ

جلد اوّل

مقدمہ، کتاب الایمان والعقائد

افادات

حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مارچ ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : 264 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

……ملنے کے پتے……

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتّب

الحمدللّٰہ الذی وفق من ارادبہ خیراللتفقہ فی الدین

امّا بعد

فتاویٰ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عمدہ تصنیف ہے۔ کتاب اور صاحب کتاب دونوں کسی تعارف کے محتاج نہیں، اہل علم خصوصاً اصحاب فتاویٰ کے ہاں فتاویٰ رحیمیہ اور مفتی صاحب کا جو مقام ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے اندازاً ہر دارالافتاء میں اس کتاب سے استفادہ کیا جارہا ہے باایں ہمہ کتاب میں چند کمیاں تھیں جس کی وجہ سے اہل علم کو استفادہ کرنے میں مشکلات کا سامنا تھا۔ مثلاً ترتیب میں کمی کا ہونا۔ بعض مسائل میں تکرار کا ہونا۔ بعض مسائل میں دلیل کا نہ ہونا۔

اس بارے میں حضرت مفتی صاحب سے رابطہ کیا گیا۔ مفتی صاحب نے ترتیب وغیرہ کی اجازت بھی دی لیکن مکررات کو حذف کرنے سے منع فرمایا، مفتی صاحب کی ہدایت کا احترام رکھتے ہوئے کسی مسئلہ کو حذف نہیں کیا گیا البتہ جدید ترتیب، تبویب، تعلیق اور تخریج کے ساتھ کتاب کو مزین کیا گیا۔ امید کی جاتی ہے کہ اب اہل علم کو استفادہ کرنے میں مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

صالح محمد کاروڑی
دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
جمشید روڈ کراچی ۵

نوٹ: بحمد اللہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں دارالاشاعت کراچی کو باضابطہ تحریر کے ساتھ تمام ترحق عطا فرمادیئے تھے اب اس تخریج، تبویب، ترتیب و تعلیق کی تحریری اجازت بھی دیدی اور اپنے خط میں جو ہدایات تحریر فرمائیں یہ کام انکی روشنی میں مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین

ناشر

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلداول

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ
مدرسہ عربیہ حنفیہ پسرور ضلع سیالکوٹ پاکستان	
دار العلوم ندوۃ العلماء کا ترجمان البعث الاسلامی کے مدیر اعلیٰ	
مولانا سید الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں	۳۶
حضرت مولانا احمد عبد المجیب قاسمی دام مجدہ استاذ دار العلوم سبیل الاسلام حیدرآباد	۳۷
حضرت مولانا محمد شریف حسن صاحبؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل	۳۸
ودار العلوم دیوبند	
حضرت مولانا مفتی محمد اکبر میاںؒ مفتی پالن پور گجرات	
مکتوب بنام مولانا محمد ہاشم بخاری مدظلہ	۳۹
تحدیث نعمت	۴۱
مولانا محمد نیاز ترکستانی فاضل دار العلوم دیوبند معلم مسجد حرام	
ایڈیٹر ماہنامہ تجلی دیوبند	۴۲
کتاب الایمان	
مایتعلق بالایمان	
غیر مسلم سے خلافِ توحید منتر پڑھا کر علاج کرنا کیسا ہے۔؟	۴۳
غیر اللہ کے پاس مدد مانگنے کا کیا حکم ہے	۴۳
شرعی امور کے مخالف کے حامیوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے	۴۵
وباء زدہ آبادی کو چھوڑنا	۴۶
مسلمان کا جین گروجی (مرشد) کو جھک کر تعظیم کرنا	۴۸
داڑھی پر تنقید کا حکم	۴۹
بزرگ کے نام کی چوٹی رکھنا کیسا ہے	۵۵
انسان چاند پر پہنچ سکتا ہے شرعی نقطہ نظر کیا ہے	۵۵
آسمان، آسمانوں کی ترتیب اور درمیانی فاصلے	۵۹
آسمان اور نصوص شریعت	۶۲
سائنس جدید اور آسمان	۶۴
متبع شریعت ہونے کے باوجود مصائب کیوں	۶۷
نقش نعل شریف کو دعا کی قبولیت کے لئے سر پر رکھنا کیسا ہے	۶۷
کوئی شخص خدا کے وجود کا انکار کرنے لگے تو ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں	۶۸

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی وفق من اراد بہ خیراً للتفقہ فی الدین

امابعد!

فتاوی رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری کی ایک عمدہ تصنیف ہے۔ کتاب رصاحب کتاب دونوں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اہل علم خصوصا اصحاب فتاوی کے ہاں فتاوی رحیمیہ اور مفتی صاحب کا جومقام ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ برصغیر پاک وہند کے تقریباً ہر دارالافتاء میں اس کتاب سے استفادہ کیا جارہا ہے۔ بایں ہمہ کتاب میں چند کمیاں تھیں جس کی وجہ سے اہل علم کو استفادہ کرنے میں مشکلات کا سامنے پڑھ ہاتھا۔ مثلاً ترتیب میں کمی کا ہونا، بعض مسائل میں تکرار کا ہونا، بعض مسائل میں دلیل کا نہ ہونا۔

اس بارے میں بندہ نے حضرت مفتی صاحب سے رابطہ کیا مفتی صاحب نے ترتیب وغیرہ کی اجازت بدی لیکن مکررات کو حذف کرنے سے منع فرمایا۔ مفتی صاحب کی خواہش کا احترام رکھتے ہوئے کسی مسئلہ کو حذف نہیں یا گیا البتہ جدید ترتیب، تبویب اور تخریج کے ساتھ کتاب کو مزین کیا گیا۔

امید کی جاتی ہے کہ اب اہل علم کو استفادہ کرنے میں مشکلات کا سامنے نہیں کرنا پڑے گا

صالح کاروڑی

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاون

جمشید روڈ کراچی/۵

مفتی صاحب کی خط کی کاپی ہمراہ ہے

۱۸ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ　　باسمہ تعالیٰ　　از راندیر
۱۵ نومبر ۲۰۰۰ء

محترمی ومکرمی جناب مفتی محمد صالح صاحب بارک اللہ فی علمکم وعملکم

بعد سلام مسنون خیریت طرفین عند اللہ نیک مطلوب ہے۔الحمد للہ احقر اپنی پیرانہ سالی کے ساتھ بعافیت ہے خداوند قدوس آپ کو بھی بعافیت رکھیں اور دینی خدمات میں اخلاص کے ساتھ مشغول رکھیں۔آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ

آپ کا خط ملا، یادفرمائی کا شکریہ، پڑھ کر احوال سے واقفیت ہوئی۔آپ کو جو دارالاشاعت کے جانب سے ہمارا چھوٹا رسالہ دیا گیا آپ اس کی ایک فوٹو کاپی ہم کو روانہ کریں۔آپ جو ترتیب وتبویب کا کام کررہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بحسن وخوبی انجام پذیر فرمائیں۔آپ اس بات کا اہتمام رکھیں کہ تمام مسائل آجائے کوئی مسئلہ چھوٹ نہ جائے اور جو مسائل بظاہر مکرر معلوم ہوتے ہیں ان کو بھی لیا جائے۔

باقی احوال لائق شکر ہے۔احقر بھی آپ کے لئے دعا کرتا ہے اور آپ بھی احقر کے لئے حسن خاتمہ کی دعا فرمائے۔آمین۔

(حضرت اقدس مفتی) سید عبد الرحیم لاجپوری۔دام ظلکم العالی۔

مختصر تعارف صاحب فتاویٰ

از منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم ایڈیٹر ماہنامہ پیغام گجراتی

الحمد لله الذی وفق من اراد به الخیر للتفقه فی الدین وهدیٰ من شاء الیٰ سبیل المهتدین والصلوٰة والسلام علیٰ سید الاولین والاخرین محمد خاتم النبیین والمرسلین الذی قال" من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین" وعلیٰ اله الطیبین واصحابه الطاهرین وعلیٰ اتبعه واشیاعه اجمعین الی یوم الدین۔

محترم مفتی صاحب جیسی گرانقدر ہستی کے تعارف کے لئے فتووں کا یہ مجموعہ ہی کافی تھا۔لیکن جس طرح ماہنامہ پیغام کے خریدار اور قاری حضرات کے خطوط بکثرت پہنچتے رہے۔جس میں موصوف کے فتاویٰ پر کمال وثوق کا اظہار تھا ایسے ہی بہت سے حضرات تعارف کی فرمائش بھی کرتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب کی شخصیت باوجود یہ کہ اسلامی تعلیمات کی عملی نمونہ ہے مگر یہ بھی اسلامی تعلیمات کا اثر ہے کہ آپ شہرت اور نمائش سے متنفر۔خاموش اور یکسوزندگی کے عادی ہیں۔نہ اسٹیج پر آپ کی تقریریں ہوتی ہیں نہ پریس میں آپ کے بیانات اشاعت کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔اخباری دنیا آپ سے ناواقف ہے۔اس لئے ضروری ہوا کہ تعارف کے متمنی حضرات کی فرمائش پوری کی جائے حضرت مفتی صاحب خود اپنے قلم سے اس فرمائش کی تعمیل کے لئے تیار نہیں ہوئے۔تو یہ خدمت راقم حروف نے اپنے ذمہ لے لی۔چنانچہ مختصر تعارف کے لئے چند سطریں پیش ہیں۔

سلسلۂ نسب:

حضرت مفتی صاحب کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے علم وفضل۔حفظ قرآن قرأت وتجوید اور حج بیت اللہ شریف کی دولتیں بخشی ہیں،خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو خاندانی شرف بھی عطا فرمایا کہ آپ کا سلسلہ نسب چھبیس ۲۶ واسطوں سے محبوب سبحانی سیدنا حضرت مولانا سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے۔اس سنہری زنجیر کی کڑیاں ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا قاری،حافظ،(۱) مفتی سید عبدالرحیم قادری (۲) ابن سید عبدالکریم (۳) ابن سید ابراہیم (۴) ابن سید عبدالرحیم (۵) ابن سید محمد فقیر اللہ (۶) ابن سید عابد میاں (۷) ابن سید درویش (۸) ابن سید محمد فقیر اللہ (۹) ابن سید پیر محمد (۱۰) ابن سید رکن الدین یوسف (۱۱) ابن سید حسام الدین نامیاں (۱۲) ابن سید حسن (۱۳) ابن سید نظام الدین سلیمان (۱۴) ابن سید ابوالفتح اسحاق (۱۵) ابن سید ابومحمد (۱۶) ابن سید علاء الدین آدم (۱۷) ابن سید ابراہیم (۱۸) ابن سید موسیٰ قطب الدین (۱۹) ابن سید ہاشم (۲۰) ابن سید غیاث الدین قاسم (۲۱) ابن سید صالح (۲۲) ابن سید فتح اللہ (۲۳) ابن سید نصر اللہ (۲۴) ابن سید داؤد (۲۵) ابن سید صدیق (۲۶) ابن سید القطب ابومحمد عبدالخالق (۲۷) ابن سیدنا الامام مرشد الانام شیخ الجن والانس،سلطان الاولیاء السبحانی محی الدین سید عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی قدس اللہ سرہ العزیز ونور اللہ ضریحہٗ۔

امتیازی شان:

آپ کی سوانح حیات کے لئے ضخیم جلد کی ضرورت ہے۔ مگر وہ تمام تفصیل جس کے لئے پوری کتاب درکار ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے ساتھ جفاکشی۔ محنت، عزم واستقلال اور بلندی حوصلہ کے بھی وہ جوہر عطا فرمائے جو سبق آموز ہیں اور یہی آپ کی زندگی کی خصوصیات ہیں۔ طرح طرح مشکلات کے ساتھ صحت کی خرابی بھی ایسی آزمائش تھی جو شوق علم۔ سعی پیہم دل کی لگن اور استقلال واستقامت کے جوہروں کو اجاگر کرتی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "افتاء" کے منصب جلیل تک پہنچایا۔

پیدائش:

ضلع سورت کا مشہور قصبہ نوساری آپ کا مسقط الراس ہے جہاں آپ ماہ شوال ۱۳۲۱ھ مطابق دسمبر ۱۹۰۳ء کو پیدا ہوئے۔ جد امجد حضرت مولانا سید ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ کا قیام اپنے وطن لاجپور رہتا تھا۔

تعلیم کی ابتداء اور حفظ قرآن:

۱۳۲۹ھ میں آپ نے جد امجد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ مگر ابھی پارۂ عم ختم نہیں ہوا تھا کہ جد امجد نے داعی اجل کو لبیک کہا پھر آپ نے اپنے والد ماجد اور عم بزرگوار حضرت حافظ سید حسام الدین صاحب، قادری المتوفی ۱۳۴۲ھ سے حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ اس اثناء میں آپ نے گجراتی اسکول میں درجہ اول کی تکمیل بھی کی اور کچھ عرصہ آپ جامعہ اشرفیہ راندیر کے درجۂ حفظ میں بھی داخل رہے۔ امور خانہ داری کی کچھ ذمہ داریاں اور ان کی مشکلات تھیں جو آپ کو اس طرح منتقل کرتی رہیں اور اگر جذبہ صادق کی دستگیری اور فضل خداوندی نہ ہوتا تو اس صغرسنی میں طلب علم کی شاہراہ پر گامزن رہنا بہت مشکل تھا۔ خصوصاً جب کہ اسی دوران میں آپ کی شادی بھی ہوگئی تھی۔ (۱)

فارسی کی تعلیم:

حضرت مفتی صاب کے والد صاحب کی کوشش سے نوساری (محلہ موٹھوار) میں مدرسہ محمدیہ کی داغ بیل ڈالی گئی اور والد صاحب محترم نے سلسلہ درس شروع کیا تو مولانا موسیٰ بھبات اور یوسف میمن وغیرہما کے ساتھ آپ بھی مدرسہ میں درجہ فارسی کے طالب علم بنے۔

منصب امامت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو قرأت اور تجوید میں بھی کمال عطا فرمایا ہے قرأت بہت نفیس اور لہجہ نہایت دلکش ہے۔ نوساری کے حضرات نے آپ کے اس خداداد کمال سے فائدہ اٹھانا چاہا بہذا مسجد کی امامت آپ کے سپرد کردی اور پھر آپ کو جامع مسجد کا امام بنا دیا گیا۔ درانحالیکہ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری تھا اور فارسی کی تکمیل کر رہے تھے۔ مگر آپ کی باکمال شخصیت زیادہ عرصہ یہاں نہیں رہ سکی حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ (بانی جامعہ حسینیہ راندیر) اور محترم حافظ احمد موٹا صاحب جیسے قدردان حضرات نے آپ کے کمال کی قدر کی اور آپ کو باصرار تمام

---

(۱) مفتی صاحب مدظلہ العالی کے والد ماجد کے پھوپی زاد بھائی حضرت مولانا سید عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ تھے ان کی بڑی دختر نیک اختر محترمہ فاطمہ بی بی سے آپ کی شادی ہوئی تھی۔ مولانا سید عبدالحی صاحب گیلان ضلع سورت کے مدرسہ میں صدر مدرس تھے۔

راندیر بلالیا گیا۔ چنانچہ آپ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ میں بحیثیت امام مسجد راندیر تشریف لے آئے۔ راندیر جیسے دینی مرکزی کی درسگاہیں آپ کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھیں۔ درحقیقت یہی درس گاہیں آپ کے لئے جاذب بنی تھیں کہ یہاں درس نظامی کی تکمیل کر سکتے تھے۔ چنانچہ آپ راندیر پہنچے تو پہلے آپ نے جناب قاری محمد عمر تھانوی مدظلہ سے قرأت کی تکمیل کی پھر آپ نے مدرسہ محمدیہ عربیہ جامعہ حسینیہ راندیر میں درسیات کی تکمیل کی۔ ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۱ء میں جبکہ حضرت علامہ مولانا انورشاہ رحمہ اللہ کی زیر صدارت جامعہ کا چودھواں سالانہ اجلاس ہورہا تھا۔ آپ کو جامعہ کی طرف سے سند فراغت دی گئی۔

صلاحیت افتاء:

فرائض امامت کا آپ کو پورا احساس رہا۔ جس کی وجہ سے درسی کتابوں کے علاوہ مسائل کی کتابوں کا مطالعہ بھی جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حافظہ بہتر عطا فرمایا ہے چنانچہ اس دور طالب علمی ہی میں بہت سے مسائل کے حافظ بن گئے۔ درس نظامی کا سلسلہ شروع ہوا تو اساتذہ کی نگرانی میں فتاویٰ لکھنے بھی شروع کردیئے۔ آپ کے مشفق استاذ مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ آپ کو استفتات (سوالات) دے دیا کرتے تھے آپ پوری توجہ اور تحقیق کے بعد جواب لکھتے اور حضرت استاذ کی آفرین اور دعائیں حاصل کرتے تھے۔

افتاء کے ساتھ درس قرأت کی خدمت بھی آپ کے سپرد تھی۔ مولانا قاری نورگت صاحب مولانا قاری احمد ڈیبائی صاحب، قاری احمد سبات صاحب، مولانا احمد اللہ صاحب، مولانا سلیمان پٹیل صاحب مولانا محمد شریف صاحب بخاری، مولانا محمد حنیف صاحب افریقی اسی زمانہ کے آپ کے مشہور تلامذہ ہیں۔

اصابت رائے اور صحت فتویٰ:

ایسا بارہا ہوا کہ آپ کے کسی فتوے سے بعض علماء نے اختلاف کیا۔ لیکن جب وہ ہندوستان کے علمی مرکزوں یا مرکزی حضرات کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کے فتوے کی تصدیق کی گئی۔ صرف دو مثالیں یہاں پیش کی جارہی ہیں جو تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱) ۱۳۵۱ھ میں راندیر کے ایک مشہور حاجی صاحب کی وفات ہوئی۔ حاجی صاحب کی دوسری بیوی تھیں۔ پہلی بیوی وفات پاچکی تھیں ان کی اولاد موجود تھی۔ حاجی صاحب نے کچھ علماء کے مشورہ سے وصیت نامہ مرتب کیا۔ وصیت نامہ میں حاجی صاحب نے تحریر فرمایا:۔

"مرحومہ بیوی کے ترکہ میں میرا جو حصہ ہے وہ مجھے لینا نہیں ہے۔"

حاجی صاحب کی وفات کے بعد سوال پیدا ہوا کہ حاجی صاحب کے ترکہ میں ان کا وہ حصہ بھی شامل کیا جائے جو پہلی بیوی کے ترکہ میں سے شرعی فرائض کے بموجب ان کو ملتا ہے یا نہیں دوسری بیوی کا مطالبہ یہ تھا کہ اس حصہ میں سے بھی ان کو ثمن یعنی آٹھواں حصہ ملنا چاہئے۔ دوسرا فریق وصیت نامہ کی بنا پر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ کہتا تھا کہ حاجی صاحب اپنا حق ختم کرچکے ہیں کیونکہ وہ تحریر فرما چکے ہیں کہ "مجھے لینا نہیں ہے۔"

یہ مسئلہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ

''اس تحریر سے کہ مجھے لینا نہیں ہے۔ ان کا حق ختم نہیں ہوا بلکہ حاجی صاحب اپنے حق کے حق دار ہیں اور اس حصہ میں سے دوسری بیوی ثمن کی حق دار ہے البتہ اگر یوں لکھا جاتا کہ میں نے اپنا حق فلاں فلاں کو دے دیا ہے اس وقت بے شک حق نہ رہتا اور جس کو دیا ہوتا وہ حق دار ہوتا''

حضرت مفتی صاحب کی اس رائے سے بعض جلیل القدر علماء نے اختلاف کیا تو یہ معاملہ حضرت علامہ مولانا محمد کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند کی خدمت میں پیش کیا گیا جو اس وقت نیو سنٹرل جیل ملتان میں اسیر تھے، حضرت مفتی صاحب نے تحریر فرمایا ' بے شک حاجی صاحب کا حق رد نہیں ہوا، وہ اس کے بدستور مالک ہیں اور اس میں سے دوسری بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔''

حضرت مفتی اعظم ہند کی طرف سے حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کے رائے کی تصدیق ہوئی تو اختلاف کرنے والے عالم صاحب کا اعتماد مولانا مفتی عبدالرحیم پر اتنا بڑھ گیا کہ وہ کوئی فتویٰ آپ کو دکھائے بغیر روانہ نہیں کیا کرتے تھے

دوسرا فتویٰ

۱۹۳۶ء میں راندیر کی کنارہ مسجد کی تعمیر جدید کے وقت بیت الخلاء کے پائپ کے بارے میں متولی حاجی نبو صاحب نے حضرت مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا آپ نے جگہ دیکھ کر اجازت دے دی۔ ذیل کے جواب سے سوال معلوم ہو جائے گا۔

(الجواب) اس کنویں کی جگہ جس میں بیت الخلاء کے پائپ داخل کرنا ہیں وہ مسجد اور صحن مسجد سے خارج ہے۔ یہاں مسجد تعمیر ہونے تک عارضی طور پر فرض با جماعت ادا کئے جاتے ہیں اور گاہے گاہے سنتیں بھی پڑھی جاتی ہیں۔ لہذا یہ جگہ شرعی مسجد میں داخل نہیں ہے بنابریں اس بیکار کنوئیں میں ضرورۃً بیت الخلاء کا پائپ رکھا جائے تو جائز ہے اس سے مسجد کی بے حرمتی نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ دستخط سید عبدالرحیم لاجپوری غفرلہ' راندیر شوال سنہ ۱۳۵۴ھ۔

اس فتوے کے بعد متولی صاحب نے پائپ ڈالا۔ بعد میں کچھ صاحبان نے اختلاف کیا۔ ایک مقامی مفتی صاحب کو بلا کر جگہ دکھائی اور عدم جواز کا فتویٰ حاصل کر لیا۔ پھر اس فتویٰ کو اخبار ''ہمدرد'' میں شائع کیا۔ جب یہ عدم جواز کا فتویٰ ''ہمدرد میں شائع ہوا تو ہر جانب سے متولی صاحب پر لعنت وملامت کی بارش ہونے لگی۔ متولی صاحب خوف زدہ مفتی صاحب کے پاس دوڑے آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے جواز کا فتویٰ دیا اور ہمدرد میں عدم جواز اور حرمت کا فتویٰ شائع ہوا ہے۔ اب کیا کیا جائے ؟ کہ اس کو توڑ دیں؟ اس پر کافی صرفہ ہوا ہے! حضرت مفتی صاحب نے تسلی دی کہ آپ نہ گھبرائیں۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے وہ غلط نہیں۔ اس کے بارے میں نقشہ تیار کر کے دہلی وغیرہ سے جواب حاصل کیا جائے گا چنانچہ نقشہ تیار کر کے دہلی بھیجا۔ وہاں سے حسب ذیل جواب آیا۔ (الفاظ بعینہ نقل ہیں)

(الجواب) یہ صحیح نہیں ہے کہ احاطہ مسجد میں جو جگہ واقع ہو وہ مسجد کا حکم رکھتی ہے اور یہ بھی صحیح نہیں کہ جس جگہ پر عارضی طور پر ضرورت کی بنا پر نماز ادا کی جائے وہ مسجد بن جاتی ہے صورت واقعہ میں اگر کنویں میں نجاست کا راستہ کرنے سے اور کوئی خرابی یا نقصان نہیں تو ان وجوہ سے کہ یہ جگہ احاطہ مسجد میں ہے یا اس پر عارضی طور سے

جماعت ہوئی ہے مانع جواز نہیں۔ فقط۔ دستخط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی۔
اس سلسلہ میں مفتی مہدی حسن صاحب سے بھی رجوع کیا گیا۔ سوال و جواب بالفاظہا مندرجہ ذیل ہے:۔

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل صورت میں کہ ہمارے یہاں احاطۂ مسجد میں صحن مسجد کی ایک جانب، حوض کے متصل زمین کا ایک مختصر قطعہ متعلقہ مسجد واقع ہے اس جگہ پہلے غسل خانہ اور کنواں تھا۔ چند سال ہوگئے یہاں سے غسل خانہ دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا اور کنواں پاٹ دیا گیا اور زمین ہموار کر کے فرش کو پختہ بنالیا گیا ہے۔ اس پختہ فرش پر لوگ بیٹھتے ہیں اور بلا کھٹکے دنیا کی باتیں کرتے ہیں حتیٰ کہ بیڑی سگرٹ بھی پی جاتی ہے اور بعض دفعہ لوگ سنتیں اور نوافل بھی پڑھ لیا کرتے ہیں اور جب مسجد شہید کر دی گئی تھی تقریباً ڈیڑھ ماہ صحن مسجد میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے پنجگانہ نماز باجماعت اس جگہ ادا کی گئی تھی۔ میں نے مسجد کی بھلائی اور کفایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کنویں کو نفس مسجد سے خارج سمجھ کر جدید بیت الخلا سے جو احاطہ مسجد میں ایک طرف واقع ہے جوتا اتارنے کی جگہ سے مذکورہ معطل کنویں تک بول و براز جانے کے لئے سطح زمین سے دو قدم آدم گہرائی میں پائپ ڈال دیا ہے اور پائپ سے سطح زمین تک کا (حصہ) مٹی سے بھرا ہوا ہے اس لئے بدبو آنے کا بھی احتمال نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ یہ کنواں احاطہ مسجد میں ہے لہٰذا داخل مسجد ہے اور اس کا فرش بحکم صحن مسجد ہے خصوصاً جب کہ یہاں سنتیں اور نفلیں پڑھی جاتی ہیں اور ایک عرصہ تک فرض نماز باجماعت ادا کی گئی ہے۔ اس لئے اس کنویں میں بول و براز داخل کرنا مسجد کی بے حرمتی کا باعث ہے تو کیا یہ صحیح ہے۔ امید کہ نقشۂ مسجد ملاحظہ فرما کر حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں گے یہ بھی خیال رہے کہ مذکورہ کنواں بہت گہرا ہے اور ندی بھی قریب ہے پانی چڑھنے اترنے سے غلاظت کھچ جایا کرے گی اس لئے بھر جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔ اگر اس کو بند کر دیا جائے اور دوسرا کنواں کھدوایا جائے تو حکومت اجازت نہیں دیتی۔ یعنی ۲۰ فٹ سے زیادہ گہرا کنواں کھودنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اس لئے بار بار بھر جانے کا امکان ہے اور دریں صورت مصلیوں کو تکلیف ہوگی اور مسجد پر بار پڑتا رہے گا اور مسجد ذی حیثیت بھی نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ پائپ مسجد کی بے حرمتی کا باعث ہو تو اس کے مقابلہ میں ہر قسم کی زحمت گوارا کی جاسکتی ہے۔ بینوا توجروا (متولی مسجد کنارہ راندیر ضلع سورت)

(الجواب) ایک صحن مسجد ہوتا ہے اور ایک فناء مسجد! فنائے مسجد وہ خالی جگہ ہوتی ہے جس میں ضروریات مسجد پوری کی جاتی ہیں۔ عرفاً احاطۂ مسجد میں جتنی جگہ ہوتی ہے اس میں مسجد، صحن مسجد، فنائے مسجد وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اس میں غسل خانہ، پیشاب خانہ، سنڈاس (بیت الخلاء) وضو کرنے کی جگہ، حوض، جوتے اتارنے، رکھنے کی جگہ، پانی کے مٹکے وغیرہ رکھنے کی جگہ، مسجد کے ساز و سامان رکھنے کی جگہ وغیرہ ذالک سب احاطۂ مسجد میں ہوتا ہے۔ لیکن سب پر مسجد کے شرعی احکام جاری نہیں ہوتے ہیں۔ حد مسجد شرعی سے جتنی زمین اور جگہ خارج ہوتی ہے وہ مسجد نہیں بلکہ مسجد کے انتظامات اور ضروریات کے واسطے ہوتی ہے۔ ہاں جب اہل محلّہ (بانی اصلی مالک) افتادہ زمین کو مسجد کی توسیع کے لئے مسجد میں ملادیں تو وہ بھی مسجد ہو جائے گی۔

سوال میں جس جگہ سے پائپ ڈال کر کنویں تک پہنچایا گیا ہے وہ بحسب نقشہ مسجد منسلکہ سوال حد مسجد شرعی

سے خارج اورفنائے مسجد میں داخل ہے، صحن مسجد سے اس کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔ صحن مسجد جو فقہا کے نزدیک مسجد ہے وہ وہی صحن ہے جو کھلی ہوئی جگہ ہوتی ہے جس کو گرمی کی مسجد یا خارجی مسجد کہا جاتا ہے۔ جہاں جوتے اتارتے ہیں جہاں کنواں بنا ہے جہاں غسل خانہ یا سنڈاس بنا ہے یہ سب صحن مسجد سے خارج جگہ ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس پائپ کو اس کنویں تک پہنچانے میں کوئی حرج نہیں ہے اس سے مسجد کی بے حرمتی نہیں ہے اس میں مسجد کو ناپاک کرنا نہیں ہے اس میں مسجد میں نجاست جاری کرنا نہیں ہے کہ یہ سب جگہ بحسب نقشہ مسجد سے خارج ہے اسی لئے وہاں بیٹھتے اٹھتے، باتیں کرتے بیڑی وغیرہ پیتے ہیں اوراس سے پہلے غسل خانہ بھی تھا جیسا سوال میں مذکورہ ہے۔ کسی جگہ پر نوافل وغیرہ پڑھنے سے وہ جگہ مسجد نہیں ہوتی۔ اسی طرح کسی عذر کی بنا پر کسی خارجی مسجد جگہ میں جماعت سے نماز پڑھنے سے وہ جگہ مسجد نہیں ہوتی۔ جب یہ نیت ہے کہ عذر جاتے رہنے پراس جگہ کو چھوڑ دیں گے۔ مذکورہ سوال میں یہ موجود ہے کہ مسجد بنانے کے لئے شہید کردینے کی وجہ سے نماز پڑھنے کی مسجد اور صحن مسجد میں جگہ نہیں تھی اس مجبوری کی وجہ سے چندے اس جگہ پر جماعت سے نماز پڑھی گئی اور جب مسجد بن گئی تو اس جگہ کو چھوڑ دیا گیا ایسی صورت میں اس پر مسجد کے احکام جاری نہیں اور وہ جگہ مسجد نہیں۔

وقید باذن البانی لان متولی المسجد اذا جعل المنزل الموقوف علی المسجد مسجداً وصلی فیه سنین ثم ترک الصلوٰة فیه واعید منزلاً مستغلاً جازلان المتولی وان جعله مسجداً لا یصیر مسجداً کذآ فی الخانیه (بحر ج۵ ص ۲۴۸) لکن لو قال صلوافیه جماعةً صلوٰة او صلو تین یوماً او شهراً لا یکون مسجداً کما صرح به فی الذخیرة وقد مناه عن الخانیة فی الرحبة(بحر ج۵ ص ۲۴۹)جعل شیء ای جعل البانی شیئاً من الطریق مسجد الضیقه ولم یضر بالمارین جاز (درمحتار) ثم ظاهر ما نقلناه ان نقیید الشارح اولا بالبانی وثانیاً بالا مام غیر قید الخ(رد المحتار ج۳ ص ۳۹۵)

میں نے خود بھی علاوہ نقشہ کے اس جگہ کو دیکھا ہے کہ مذکورہ کنواں اور پائپ وغیرہ فناء مسجد میں ہے جو حد مسجد سے خارج ہے صحن مسجد میں داخل نہیں ہے تاکہ ناجائز ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح۔ بندہ محمد بدر عالم عفا اللہ عنہ۔ (دستخط) کتبہ السید مہدی حسن غفرلہ۔

مفتی راندیر۔ سورت، ۱۹۔ جنوری ۱۹۳۶ء

الجواب صحیح۔ اس جگہ کو بندہ نے دیکھا ہے۔ یہ جگہ حد مسجد سے خارج ہے اس کو حد مسجد میں داخل قرار دینا زبردستی ہے۔ فقط واللہ اعلم بندہ سید عبدالرحیم غفرلہ لاجپوری امام بڑی مسجد راندیر۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
شبیر احمد عثمانی عفاء اللہ	(مولانا) اشرف علی عفی عنہ	ظفر احمد عفا اللہ عنہ	اسماعیل بن محمد بسم اللہ

۲۲۔ ذی الحجہ ۵۴ھ احقر عبدالکریم عفی عنہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سملک ضلع سورت

۲۲۔ ذی الحجہ ۵۴ھ ۲۸۔ ذوالقعدہ ۵۴ھ۔

الجواب صحیح۔ بندہ احمد نور مدرس جامعہ حسینیہ راندیر ضلع سورت۔

الجواب صحیح۔ عبدالرحمٰن کان اللہ لہ ولوالدیہ۔

رد بدعات:

حضرت مفتی صاحب کی خاص فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ نے صرف تحریر اور فتویٰ کے لحاظ سے بلکہ عملی طور پر رد بدعات میں پیش پیش رہے۔ نوساری، سورت وغیرہ مقامات سے رسم ورواج وغیرہ صحن مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا، تراویح میں سب کا ملکر دعا مانگنا، خطبہ عید کے بعد اجتماعی دعا مانگنا، صحن مسجد میں نماز جنازہ وغیرہ (اختلافی بین الناس) مسائل کو دور کرنے میں کافی زحمت اٹھائی اور بڑی استقامت اور ثابت قدمی سے کام لیا۔

آپ جس طرح دوسروں کو پابند سنت بنانا چاہتے ہیں، خود بھی زندگی کے ہر ایک گوشہ میں پابندی سنت کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔ آپ کے گھر میں پردہ کی سخت پابندی ہے۔ اس پرآشوب دور میں اس پر پابندی بڑی دشوار ہے۔

خاتمہ کلام:

یہ چند تعارفی کلمات ہیں جو یہاں پیش کئے ورنہ واقعہ یہ ہے:۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو زداماں گلہ دارد

خیر ختام:

آخر میں تبرکاً ان بزرگوں کے اسماء گرامی پیش کئے جارہے ہیں جن سے حضرت مفتی صاحب نے استفاضہ کیا یہ حضرت مفتی صاحب کے اساتذہ ہیں۔ فتاویٰ رحیمیہ سے فیض پانے والے حضرات مفتی صاحب کو دعا دیں تو ان بزرگوں کو بھی دعا میں یادرکھیں۔ نیز راقم حروف کو بھی دعاء میں فراموش نہ کریں۔

حضرت الحاج مولانا محمد حسین صاحب راندیری رحمۃ اللہ۔

حضرت الحاج مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مدظلہ العالی۔

حضرت مولانا احمد نور صاحب مدظلہ العالی۔ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب اجمیری۔

حضرت مولانا محب اللہ صاحب مدظلہ العالی۔

ناچیز عیسی بھائی ابراہیم (ایڈیٹر ماہنامہ پیغام (گجراتی) کاوی ضلع بھروچ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکملۂ تعارف

از محترم عیسیٰ بھائی ابراہیم مدظلہٗ

فتاویٰ رحیمیہ جلد اول میں احقر نے صاحب فتاویٰ حضرت مفتی لاجپوری صاحب کا مختصر تعارف لکھا ہے مگر بعض احباب کو شکایت رہی کہ گجراتی میں جو فتاویٰ رحیمیہ شائع ہوا ہے اس کے تعارفی مضمون کی بعض اہم باتیں کیوں چھوڑ دی گئیں؟ ان احباب سے میری گذارش یہ ہے کہ اگر صاحب فتاویٰ کی قابل رشک اسلامی زندگی کے مثالی پہلوؤں کو لکھا جائے تو گجراتی فتاویٰ کا تعارفی مضمون بھی ناکافی اور تشنہ تکمیل بن کر رہ جائے، تاہم آج جب کہ فتاویٰ رحیمیہ کی جلد دوم زیور طبع سے آراستہ ہورہی ہے تو تکملۂ تعارف کے عنوان سے چند سطریں اس نیت سے زیب قرطاس کر رہا ہوں کہ صاحب فتاویٰ کے مزید تعارف کے ساتھ احباب کرام کی شکایت بھی رفع ہو جائے۔

الحمد للہ مجھے اس احساس سے بڑی مسرت ہورہی ہے کہ اگر چہ میرے ماہنامہ ''پیغام'' نے گجراتی مسلمانوں کی بے اعتنائی اور اپنے اکثر خریداروں کی کج ادائی اور نادہندگی کی وجہ سے دم توڑ دیا ہے مگر اس میں شائع شدہ فتاویٰ نہ صرف گجراتی زبان میں کتابی شکل میں طبع ہوئے بلکہ اپنی کشش محبوبیت اور مقبولیت کی وجہ سے اردو زبان میں بھی دو جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں اور اب انگریزی زبان میں بھی اس کا مسودہ تیار ہو چکا ہے عنقریب انگریزی زبان میں طبع ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

آج کے غیر دینی ماحول دنیاوی علوم کے غلبہ کے دور میں فتاویٰ رحیمیہ کا یوں۔ تین، تین زبانوں میں طبع ہو کر اپنے لئے ایک اہم اور امتیازی مقام پیدا کر لینا اگر صاحب فتاویٰ کی خصوصیت کی علامت نہیں تو اور کیا ہے؟

یقیناً حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کی شخصیت اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ ہونے کے باوجود اپنی انکساری اور خاموشی کی وجہ سے گمنام اور غیر معروف رہی ہے اور یہ ایک عام قانون ہے کہ کلام کا اثر صاحب کلام کے با اثر اور باوقار ہونے پر منحصر ہے، لیکن یہاں اس عام قانون کے خلاف یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ صاحب فتاویٰ کی شخصیت غیر معروف ہونے کے باوجود ان کا کلام ہر زبان کے قارئین کو متاثر کر کے مقبولیت عامہ وتامہ حاصل کر رہا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

مفتی کا مقام

ہر دور کے علمی حلقوں میں مفتی کا مقام ایک امتیازی خصوصیت اور اپنی ذمہ داریوں کے اعتبار سے بڑی نزاکت اور اہمیت کا حامل شمار ہوتا ہے، کیونکہ فقہ کے بظاہر یکساں دکھائی دینے والے لاکھوں جزئیات اور فروعی مسائل سے تعلق رکھنے والے احکامات کے مابین جو معمولی سا فرق وامتیاز ہوتا ہے اسے سمجھنے کے لئے بہت ہی گہرے علم اور عقل و بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر اہل علم کے بس کی بات نہیں ہے، نیز جب تک مفتی کو فقہ کی ساتھ پوری مناسبت اور شرعی مسائل میں مکمل بصیرت حاصل نہ ہو، عقل وذہانت میں خاص قسم کی صلاحیت اور قلب ودماغ میں مذہبی علوم راسخ نہ ہوں اس وقت تک وہ اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہٗ اطمینان بخش طریقے پر انجام دینے سے قاصر رہتا ہے۔

الحمدللہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری میں مذکورہ بالاخصوصیتیں وسیع پیمانہ پر قدرت نے ودیعت فرمائی ہیں، علاوہ ازیں حضرت مفتی صاحب خوف خدا، دور بینی، بردباری، شرافت، تواضع تقویٰ، وقار، سنجیدگی، احساس فرض، بلندی کرداری، مہمان نوازی، اور تجربہ کاری جیسے عمدہ اور اعلیٰ اوصاف سے بھی متصف ہیں نیز آپ کے جوابات متعدد کتب کے حوالے سے مزین ہوتے ہیں اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے مدلل ہوتے ہیں کہ اس مستفتی کو بھی اطمینان کی راحت بخش دیتے ہیں جس کی منشاء اور فہم کے خلاف ہوتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے ۱۳۴۹ھ میں جامعہ حسینیہ راندیر ضلع سورت سے سند فراغ حاصل فرمائی جامعہ حسینیہ کے اس سالانہ جلسہ میں جس کی صدارت فخر المحدثین حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ نے فرمائی تھی اور جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ نے بھی شرکت فرمائی تھی اس کی رپورٹ میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب (نوراللہ مرقدہٗ) نے آپ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ

''مولوی سید حافظ عبدالرحیم لاجپوری چھ سال سے اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کررہے ہیں ان کی ازابتداء تا انتہاء عربی تعلیم اسی مدرسہ میں ہوئی نیز سند قرأت بھی اسی مدرسہ سے حاصل کر چکے ہیں، نہایت صالح اور ذہین طالب علم ہیں حق تعالیٰ ان کے علم اور عمر میں برکت دے کر ان سے اہل گجرات کو فیض یاب فرمائیں۔''

فتویٰ نویسی اور اصابت رائے

حضرت مفتی صاحب موصوف کے بارے میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ آپ زمانہ طالب علمی سے ہی فتوے نویسی کی خدمت انجام دے رہے تھے علاوہ اس کے آپ بعض اہم فتاوؤں کے سلسلہ میں اطمینان اور دفع تردد کے لئے خاتم المحدثین حضرت شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ اور حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب قدس سرہٗ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ سے بذریعہ خط وکتابت بار بار استصواب فرماتے رہتے تھے، الحمدللہ ان اکابرین ملتؒ نے کبھی کسی ایک مسئلہ میں بھی حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی تحقیق سے اختلاف نہیں فرمایا بلکہ ہر بار تصدیق ہی فرماتے رہے ہیں چند نمونے درج ذیل ہیں:۔

طالب علمی کے زمانے کا اشکال اور خاتم المحدثین حضرت انور شاہ کشمیری کا تحقیقی جواب (بزمانہ قیام ڈابھیل) وقوع طلاق کے لئے ملک بالفعل یا اضافت الی الملک کا ہونا ضروری ہے لہذا صورت مسئلہ میں اقرار نامہ کی خلاف ورزی موجب طلاق ہوگی یا نہیں۔ الخ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب:۔

اضافت سبب ملک کی طرف اس واسطے شرط ہے کہ تعلیق شرط ملایم سے ہو جائے جیسے کہ کفالہ میں ذکر کرتے ہیں وعلیٰ ہذا یہ اضافت جب ہی لازم ہے کہ زوج ابتداء کرے صورت مسئولہ میں اولیاء زوجہ کی طرف سے شرط ہے اور ملایم ہے یہ معتبر ہونی چاہئے جیسے کہ کفاءت کی شرط کریں۔ محمد انور عفااللہ عنہ،

ایک دل چسپ بحث

''تعلیم الاسلام'' اور ''تعلیم المسلمین'' کی ''عبارات پر اشکال''

جناب مولوی سید جعفر صاحب سورتی کو حضرت مولانا مفتی اعظم محمد کفایت اللہ صاحب کی مشہور تالیف ''تعلیم الاسلام'' سے اتفاق نہیں تھا اس لئے انہوں نے تعلیم الاسلام کے مقابلہ میں ''تعلیم المسلمین'' کے چار حصے لکھے تھے اور عقائد و مسائل میں جگہ جگہ خلاف کیا تھا اس لئے حضرت مولانا محمد حسین صاحب بانی جامعہ حسینیہ راندیر نے تعلیم المسلمین پر تنقید کا کام اپنے شاگرد رشید صاحب فتاویٰ حضرت مفتی لاجپوری صاحب کے سپرد کیا تھا حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے تعلیم المسلمین کی غلطیوں کی اصلاح مع حوالجات و نقول عبارات کتب فقہیہ معتبرہ مرتب فرما کر مسودہ استاذ محترم کی خدمت میں پیش فرما دیا ان (اصلاح شدہ) مسائل میں ''تعلیم المسلمین'' حصہ چہارم میں یہ مسئلہ تھا۔

(الجواب) قصر والی نمازوں میں مسافر قصداً اگر چار رکعت پڑھے تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کرلیا ہے تو آخر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ادا ہو جائے گی۔ الخ (تعلیم المسلمین ج ۴ ص ۶۵)

حضرت مفتی لاجپوری صاحب کی تنقید

معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف تعلیم المسلمین کے نزدیک مسافر بجائے دو کے قصداً چار رکعتیں پڑھے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے قصداً کی صورت میں سجدۂ سہو کافی نہیں نماز واجب الاعادہ ہوگی لیکن اس مسئلہ میں ''تعلیم الاسلام'' کی عبارت بھی واضح نہیں پائی۔ تعلیم الاسلام کی عبارت یہ ہے:۔

(سوال) اگر مسافر چار رکعتوں والی نماز پوری پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) اگر دوسری رکعت پر قعدہ کرلیا ہے تو آخر میں سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی لیکن قصداً ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا اور بھولے سے ہو گیا تو گناہ بھی نہیں۔ (تعلیم الاسلام ج ۴ ص ۴۴)

تعلیم الاسلام میں بھی قصداً کی صورت میں اعادہ کی تصریح نہیں ہے بلکہ قصداً کی صورت میں بھی سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جانے کا شبہ ہوتا ہے اس بنا پر محترم مفتی لاجپوری صاحب نے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دونوں جوابات کے متعلق اپنا اشکال پیش کیا اور لکھا کہ ''**لا یکفی سجود السہو لانہ لتکمیل السہو لا لرفع نقص العمد**'' (سید عبدالرحیم)

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کا جواب

(الجواب) تعلیم الاسلام کی عبارت میں سجدۂ سہو کر لینے کے باوجود عمد کی صورت میں گنہگار ہونے کا حکم موجود ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ ''**لان الاثم یتعلق لفعلہ الاختیاری وھو عدم قبولہ رخصۃ اللہ تعالیٰ او الزیادۃ علیٰ فریضۃ اللہ تعالیٰ.**''

اگر چہ وجوب اعادہ کی تصریح سے وہ عبارت بھی قاصر ہے تاہم جتنی عبارت ہے وہ غلط نہیں ہے، البتہ تعلیم المسلمین کی عبارت مخدوش ہے۔

تعلیم المسلمین کے ایک دوسرے جواب پر اشکال

اور حضرت مفتی اعظمؒ کا جواب (مذکورہ بالا دونوں جوابات سنٹرل جیل ملتان سے دیئے گئے)

(سوال) پہلی جماعت ہوگئی تو دوسری جماعت ہوسکتی ہے؟

(الجواب) ہاں اگر محلّہ کی مسجد ہے اور اس کے امام معین نے اذان واقامت کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھی ہو تو اب دوسری جماعت محراب سے داہنی یا بائیں جانب ہٹ کر بغیر اذان واقامت کے جماعت سے نماز پڑھنا بالاتفاق جائز ہے، اور پہلی جماعت بغیر اذان کی ہوئی ہے یا معین امام کے سوا دوسرے نے جماعت کی تو اب دوسری جماعت اذان واقامت کے ساتھ جائز ہے اور یہ پہلی جماعت شمار ہوگی۔ (تعلیم المسلمین ج ۴ ص ۴۲)

کیا یہ جواب صحیح ہے مجھ کو خصوصیت کے ساتھ ''بالاتفاق جائز ہے'' اس پر اعتراض ہے امید کہ حضرات والا اپنی تحقیق سے مشرف فرمائیں گی۔ (سید عبدالرحیم لاجپوری)

(الجواب) ''بالاتفاق جائز ہے'' یہ درست نہیں ہے، غالباً مؤلف تعلیم المسلمین نے فقہا کی ان عبارتوں سے یہ سمجھا ہے جن میں تبدیل ہیئت کے بعد جاز اجماعا جازت یا تجوز اجماعاً لکھ دیا ہے مگر وہ غالباً حضرت امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اتفاق کے متعلق ہے۔ اتفاق بین لائمۃ الاربعۃ اس سے مراد نہیں ہے اور نہ اتفاق ائمتنا الثلاثۃ مقصود ہے۔ مزید تحقیق کے لئے یہاں جیل میں کتابیں موجود نہیں ہیں۔ محمد کفایت اللہ عفا عنہٗ (سنٹرل جیل، ملتان)

ایک اہم استفتاء کی تصدیق

حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حسب ذیل فتویٰ شائع کرانا ہے لہٰذا تصدیق یا اصلاح سے مشرف فرما کر جلد روانہ فرمائیں۔ (سید عبدالرحیم لاجپوری)

استفتاء

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حافظ بلا اجرت تراویح پڑھانے والا نہیں ملتا اور اجرت دینا لینا جائز نہیں تو پھر ہم تراویح میں قرآن مجید کیوں کر سنیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) بلاشبہ طاعت پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں، فقہائے متاخرینؒ نے اس حکم سے جن امور کو مستثنیٰ فرمایا ہے ان میں تراویح میں قرآن سنانے پر اجرت لینے کا مسئلہ شامل نہیں ہے لہٰذا تراویح میں اجرت پر قرآن سنانا ناجائز ہے اس پرفتن زمانہ میں جب کہ لوگوں کو دینی تعلیم سے ایک قسم کی نفرت سی پیدا ہو رہی ہے، حفاظ کی تعداد گھٹتی نظر آتی ہے اور جو ہیں وہ بھی برائے نام حافظ ہیں، کیوں کہ تراویح میں سنانا چھوڑ رکھا ہے کہ سنانے میں نہ روپیہ ملتا ہے نہ عزت دیکھتے ہیں اگر روپیہ ملتا ہے تو مطعون ہونا پڑتا ہے مستقبل اس سے بھی تاریک نظر آتا ہے لہٰذا میرے

نزدیک اجرت لینے کے لئے جواز کی شکل یہ ہے کہ رمضان کے لئے حافظ کو ثانی امام یا نائب امام اجرت (تنخواہ) پر متعین کرلیا جائے اور اس کے ذمہ تراویح کے علاوہ عشاء وغیرہ ایک دو وقت کی نماز لازم کردی جائے اور باقی اوقات میں اگر زیادہ دشوار نہ ہو تو حاضری ضروری قرار دی جائے اور چندہ کر کے یا پھر مسجد سے تنخواہ پوری کر دی جائے۔ (فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

کتبہ، سید عبدالرحیم لاجپوری غفرلہ شعبان المعظم ۱۳۶۷ھ۔

نمبر ۲۶۲۷۔ھوالموفق، اگر رمضان المبارک کے مہینہ کے لئے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں اس کی امامت معین کردی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے کیونکہ امامت کی اجرت (تنخواہ) کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی)

(الجواب) نمبر ۲۶۷۔ حامداً ومصلیاً، اصل مذہب تو عدم جواز ہی ہے، لیکن حالت مذکورہ میں حیلۂ مذکورہ کی گنجائش ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپوری، ۱۵-۰۷/۸ھ۔

حضرت مفتی لاجپوری صاحب نے اپنے طالبعلمی کے زمانہ میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے بار بار استصواب فرمایا ہے اور ہر بار تصدیق سے نوازے گئے ہیں بطور نمونہ ایک خط اس سلسلہ کا بھی پیش ناظرین کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا صاحب مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! بعد ماھو المسنون معروض خدمت آنکہ زید کہتا ہے کہ نماز پڑھنے والے کے سامنے قریب میں کسی بزرگ کا مقبرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ مصلی اور مقبرہ کے درمیان مقبرہ کی دیوار حائل ہے البتہ اگر قبر بلا مقبرہ ہوتی تو نماز مکروہ ہوتی۔

میرا خیال یہ ہے کہ مقبرہ کی چاروں دیواریں بوجہ اتصال کی قبر کے تابع ہیں، چنانچہ مبتدعین قبر کے مانند جدار مقبرہ کو بھی قابل تعظیم سمجھتے ہیں پس اگر کوئی آدمی مقبرہ کی طرف نماز پڑھے گا تو دیکھنے والے کو ضرور شبہ ہوگا کہ یہ شخص شاید تعظیماً اس جگہ نماز پڑھتا ہے لہذا تحرزاعن اشتباہ التعظیم ایسے موقعہ پر نماز پڑھنے کی ممانعت کرنی چاہئے، امید کہ جناب والا اس کے متعلق تحریر فرما کر بندہ کو تشفی فرمائیں گے۔ مرقاۃ میں یہ عبارت ہے۔ ولا تصلوا ای مستقبلین الیھا لما فیہ من التعظیم البالغ لا نہ من رتبۃ المعبود فجمع بین الا ستحقاق العظیم واتعظیم البلیغ قالہ ' الطیبی ولو کان ھذا لتعظیم حقیقۃ للقبر او لصا حبہ اکفر المعظم فاتشبہ بہ مکروہ وینبغی ان تکون کراھۃ تحریم وفی معناہ بل اولیٰ منہ الجنازۃ الموضوعۃ. (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۳۷۲)

بندہ خادم قدیم عبدالرحیم غفرلہ۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ "میں بھی اسی خیال سے متفق ہوں۔"

اسی طرح مسلسل حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے خط و کتابت اور علمی تحقیق تصدیق اور تصویب کا سلسلہ چلتا رہا اور حضرت حکیم الامت حضرت مفتی صاحب کی علمی استعداد اور ذوق فتویٰ نویسی سے آگاہ ہوتے رہے، چنانچہ جب ۱۳۵۰ھ میں حضرت مفتی صاحب نے بڑی مسجد راندیر کے متولی حاجی گلاب خان کے ساتھ جب کہ وہ تھانہ بھون تشریف لے جارہے تھے ایک خط درخواست بیعت پر مشتمل ارسال فرمایا تو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے حسب ذیل جواب ارسال فرمایا۔

مولانا دامت برکاتکم السلام علیکم۔ خدمت سے عذر نہیں مگر مخدومیت کی صلاحیت اپنے اندر نہیں پاتا اور نفع اس پر موقوف بھی نہیں ہے اصل چیز اتباع ہے۔ احکام کا اور مشورہ کا سب احکام ماشاء اللہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اور مشورہ کے لئے میں حاضر ہوں جب سے آپ فرمائیں۔ والسلام دعا گو و دعاء جو اشرف علی۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے وصال کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ سے روبرو میں دست بدست تشرف بیعت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ الحمدللہ۔

آپ نے حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحبؒ سے شرف تلمذ بھی حاصل کیا ہے، جب کہ حضرت شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ دیو بند چھوڑ کر پہلی مرتبہ راندیر تشریف لائے تو تقریباً ایک ماہ قیام رہا تھا اس وقت حضرت مولانا ابراہیم صاحب (مہتمم جامعہ) کی درخواست پر دو سبق پڑھانا منظور فرمایا تھا۔ حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا سعید راندیری صاحب والی جماعت حضرت شاہ صاحب کی قیام گاہ پر جا کر سبق پڑھتی تھی چنانچہ پندرہ روز تک حضرت شاہ صاحب نے اس جماعت کو نورالانوار اور شرح وقایہ کا درس دیا تھا۔

تحریر کافی طویل ہوگئی ہے مگر مجھے امید ہے کہ ناظرین کرام اس طوالت سے محفوظ ہوئے ہوں گے کیونکہ طوالت زیادہ تر فتاویٰ کی دل چسپ بحث کی وجہ سے ہوئی ہے جو قارئین فتاویٰ کا عین مقصد ہے فقط۔

نیاز مند۔
عیسیٰ بھائی ابراہیم مدیر ماہنامہ ''پیغام''
کاوی، ضلع بھروچ۔

فتاویٰ رحیمیہ کے متعلق

حضرات اصحاب فتویٰ۔ علماء وفضلاء محترم کی آراء

حضرت علامہ مفتی سید مہدی حسن صاحب دام ظلہم العالی

(صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)

آپ کا مرسلہ فتاویٰ رحیمیہ مجلد پہنچا، پوری جلد کا تو مطالعہ نہ کرسکا لیکن جستہ جستہ مقامات خصوصاً طویل جوابات کو بغور پڑھا اور دل سے دعاء نکلی کہ اللہ فہم اور تلاش مسائل میں اور قوت عطا فرمائے، بہت بہتر اور کاوش سے جوابات دیئے گئے خصوصاً جوابات میں نقول معتبرہ کو پیش کیا ہے، بعض مختصر جوابات پر بھی نظر ڈالی جو اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں جس کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجموعی حیثیت سے فتاویٰ رحیمیہ عوام ہی کے لئے نہیں بلکہ اہل علم کے لئے بھی بغیر محنت کے مفید ہے اللہ تعالیٰ مقبول عام بنائے اور مجیب سلمہ کو اجر جزیل عطا کرے کہ مخلوق کی اعتقادی اور عملی زندگی کی اصلاح اور حنفی مذہب کی تائید وتقویت اہل سنت والجماعت کے مطابق کی ہے نیز بعض مخالفین مذہب کے اعتراضات کے جوابات بھی باحسن وجوہ مدلل دیئے گئے ہیں، مسائل فقہیہ کو منقح کیا گیا ہے نیز موقع محل پر احادیث صحیحہ کو بھی دلائل میں پیش کیا گیا ہے الحاصل فتاویٰ رحیمیہ ہر اعتبار سے قابل اعتبار ہے۔ یہ چند سطور بمجبوری لکھی ہیں ورنہ میں اپنی جہالت اور ہیچ مدانی پر خود شرمسار ہوں بھلا میں کہاں اور اہل علم کے فتاوے کی تقریظ کہاں من آنم کہ من دانم آخر میں پھر دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مؤلف فتاویٰ رحیمیہ کو اور زیادہ توفیق عطا فرمائے کہ مخلوق کی دینی خدمت کرتے رہیں۔ آمین۔

احقر الزمن السید مہدی حسن کان اللہ لہٗ

خادم دارالافتاء دارالعلوم دیو بند۔

(۲) سید الملت حضرت الحاج مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث صدر ومفتی مدرسہ امینیہ دہلی

سید محترم مولانا حافظ قاری مفتی عبدالرحیم صاحب قادری (لاجپوری) مدظلہ العالی کے یہ فتاویٰ جو اس جلد میں پیش کئے جارہے ہیں ان کے مطالعہ اور ان سے استفادہ کا موقع احقر کو میسر آیا اور احقر نے محسوس کیا کہ یہ فتاویٰ دوسرے شائع شدہ فتاویٰ سے چند باتوں میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔

(۱) حضرت مفتی صاحب نے اختصار سے کام نہیں لیا بلکہ سوال کے ہر ایک گوشے پر نظر ڈال کر تشفی بخش جواب دیا ہے۔

(۲) جواب کی تائید کے لئے صرف کتاب کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اصل عبارت پیش کی ہے اور صفحہ اور جلد کا بھی حوالہ دیا ہے جس کی بنا پر یہ مجموعہ (فتاویٰ) ان حضرات کے لئے بھی رہنما بن گیا ہے جن کو فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دینی پڑتی ہے۔

(۳) ایسا بھی ہوا ہے کہ متعدد کتابوں کی عبارتیں مع حوالہ نقل کر دی ہیں یعنی صرف مستفتی کے لئے نہیں بلکہ مفتی کے لئے بھی ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔

(۴) اکثر جوابات میں اس شرح وبسط سے کام لیا ہے کہ جواب ایک رسالہ بن گیا ہے اور اس بنا پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ فتاویٰ رحیمیہ محض فتاویٰ نہیں بلکہ مجموعہ رسائل ہے۔ اللہ تعالیٰ علم دوست حضرات کو ان سے استفادہ کی توفیق بخشے اور اس کا دائم وقائم اجر حضرت مفتی صاحب کو عطا فرماتا رہے۔

(۳) فخر ملت حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ العالی

پہلی گذارش تو یہ ہے کہ جناب نے فتاویٰ رحیمیہ عنایت فرمایا میں تو نام سے یہ سمجھا تھا کہ بس ''فتاویٰ'' اور ''مسائل'' ہوں گے بڑودہ سے بمبئی تک فرصت تھی اس کا مطالعہ شروع کر دیا اور نظر تو پوری کتاب پر پڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس میں بہت سی مفید چیزیں جمع ہوگئی ہیں آپ سے یہ تعارف بالکل نہیں تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں اس سے کافی مستفید ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ان ہاتھوں تک پہنچائے جو اس سے صحیح فائدہ اٹھائیں۔

(۴) حضرت مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر

مفتی صاحب مدظلہٗ نے ہر ہر مسئلہ کو بڑی عرق ریزی کے ساتھ منقح ومدلل فرما کر مع حوالجات پوری تفصیل سے حل فرما کر اہل گجرات کے لئے علم فقہ کا ایک بہترین ذخیرہ جمع کر دیا ہے جو بحمد اللہ فتاوی رحیمیہ کی نام سے (جلد اول۔ جلد دوم زیر طبع ہے) شائع ہو کر بڑی مقبولیت حاصل کر چکا ہے فتاویٰ رحیمیہ نے اہل علم حضرات کو بھی مسائل حاضرہ میں فتاوی رحیمیہ اپنی بہت سی خصوصیات میں صرف فتاویٰ ہی نہیں بلکہ فقہ احناف کی ایک جامع کتاب ہے۔ نیز فتاویٰ نویسی کی مشق کرنے والوں کے لئے معین المفتیین بھی ہے۔ ساتھ ساتھ فرق ضالہ کے مقابلہ میں حجۃ اللہ البالغہ ہے فتاویٰ رحیمیہ کی سب سے بڑی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اختلافی مسائل میں مخالفین کے دلائل زائغہ کے نہایت معقول جوابات کے ساتھ ساتھ اہل حق کے تمام دلائل عقلیہ ونقلیہ کو غایت بسط وتفصیل کے ساتھ ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے جس سے مفتی صاحب مدظلہ کی وسعت نظر اور علمی قابلیت کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔

(۵) حضرت مولانا محمد عمران خان الندوی (المتخصص بالجامع الازھر)
عمید ومدیر دار العلوم تاج المساجد بھوپال

جناب محترم مفتی صاحب دامت برکاتکم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آخری جولائی میں کویت اور کراچی ہوتے ہوئے واپسی ہوئی، ۲/۱-۸ ماہ کی اس طویل مدت غیابت میں بہت سی ڈاک جو ذاتی طور پر مجھ سے متعلق تھی محفوظ تھی، تھوڑی تھوڑی روزانہ وقت نکال کر دیکھتا رہتا ہوں، اور جواب دیتا ہوں۔ آج کے نمبر میں جناب کا ولا نامہ دیکھا اور کتاب بھی آج ہی مجھے دی گئی۔ آپ کی کرم فرمائی کا بہت ممنون ہوں۔ اس قیمتی ہدیہ سے بہت مسرت ہوئی۔ بڑا ہی قابل قدر ہدیہ ہے۔ خدا کرے دوسری جلد بھی جلد طبع ہو جائے، بڑے کام کی چیز آپ نے شائع فرمادی ہے۔ یہ مجموعہ مستفتی کے کام کا تو ہے ہی لیکن مفتی بھی اس سے استفادہ کر سکتے

ہیں۔ کتاب کھولتے ہی تراویح کی ۔۲۰ رکعات کے اثبات میں جو کچھ ارقام فرمایا گیا ہے زیر نظر آیا۔ ڈاک لکھنی چھوڑ کر اس کو پورا پڑھا، ماشاء اللہ وجزاک اللہ حق ادا کر دیا۔'' اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔''

(۶) حضرت مولانا انظر شاہ صاحب استاذ تفسیر دار العلوم دیو بند

آپ کا یہ (فتاویٰ کا) مجموعہ اپنی شان خاص میں نادر اور انفرادیت کا مالک نظر آیا بخدا عوام تو درکنار اہل علم اس عطر کشید سوغات سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان کے علم وفن، بصیرت وآگہی میں اس سے اضافہ ہوگا کوئی صفحہ ایسا نہیں جس پر ایسی چیزیں نظر نہیں آئی ہوں جنہیں آج سے پہلے نہ سنا تھا نہ دیکھا تھا خدا تعالیٰ پوری امت کی جانب سے آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائیں کہ عجیب متاع بے بہا آپ نے امت کے ہاتھوں میں پہنچائی۔

(۷) حضرت مولانا نظام الدین صاحب
ناظم دفتر امارت شرعیہ بہار واڑیسہ پھلواری شریف پٹنہ

مخلص ومحترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

پہلے آپ کا خط ملا پھر دوسرے ہی دن آپ کی کتاب فتاویٰ رحیمیہ جلد اول بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ موصول ہوئی۔ میں نے بڑے شوق سے اس کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ کتاب بہت اچھی ہے، اس کتاب کی اشاعت سے فتاویٰ کے مجموعہ میں ایک بیش قیمت کتاب کا اضافہ ہوا ہے۔ آپ نے جس محنت سے فتاویٰ ترتیب دیئے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر جزائے خیر عطا کرے۔ ماشاء اللہ انداز تحریر بہت اچھا اور زبان سادہ وسلیس ہے۔ سب سے بڑی خوبی ہے کہ پیش آنے والے جدید مسائل کو شامل کرلیا ہے۔ اور ان کا بہت ہی تشفی بخش جواب تحریر کیا ہے۔ میرے احباب نے بھی بے حد پسند کیا۔ انشاء اللہ فتاویٰ رحیمیہ کو علمی حلقوں میں کافی مقبولیت حاصل ہوگی۔ نقیب کے آئندہ شمارہ میں اس پر تبصرہ آئے گا۔ جلد ثانی کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔

(۸) حضرت مولانا ابوالفضل حکیم محمد آدم صاحب مدظلہ طالعپوری (پالن پور)
استاذ الحدیث جامعہ ڈابھیل

(فتاویٰ رحیمیہ) پڑھنے والا پڑھے گا...... جتنا آگے بڑھتا جائے ہر مسئلہ واضح اور سلجھا ہوا مستند حوالوں کو حسب موقع وضرورت مدلل بآیات واحادیث واقوال ائمہ یک جائے گا اور سوال کا ہر پہلو واضح وروشن پھر دل نشین پیرایۂ بیان جس سے اس پر ایک کیف ساطاری ہوگا از خود رفتہ بے ساختہ بول اٹھے گا۔ ''سبحان اللہ، خدا نے کیا علم دیا ہے۔'' الخ

(۹) حضرت مولانا سید حمید الدین صاحب دامت برکاتہم
مہتمم مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی

فتاویٰ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ بہت بڑا کام کیا ہے۔ کتاب کی طباعت اور جلد بھی بہت عمدہ اور خوش نما ہے۔

(۱۰) رئیس المناظرین حضرت مولانا عبدالسلام صاحب لکھنوی دامت برکاتہم

فتاویٰ کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ بہت خوب ہے۔

حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری دامت برکاتہم

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت تفقہ میں نہایت گہری نظر رکھتے ہیں اور افتاء میں ان کا مقام بہت بلند ہے فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ان کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ جس میں فقہی ترتیب کے مطابق۔ کتاب الایمان کتاب العلم، کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ۔ مسائل عیدین، تراویح، کتاب الجنائز اور ایصال ثواب وغیرہ کے ابواب وفصول میں بہت سے فتاویٰ نہایت مدلل و محقق اور واضح دلائل وشواہد کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ یہ تمام فتاویٰ پہلے گجراتی ''ماہنامہ پیغام'' میں بارہ سال کی مدت میں چھپ چکے ہیں۔ ان کا اردو ترجمہ دو جلدوں میں شائع ہو رہا ہے اور یہ پہلی جلد چھپ کر ہمارے سامنے آ گئی ہے۔ بقول استاذ محترم حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہم حضرت مفتی صاحب نے ہر مسئلہ پر مختلف پہلوؤں پر گہری نظر ڈال کر تشفی بخش جواب دیا ہے۔ کتابوں کے حوالے ہی نہیں بلکہ ان کی عبارتیں بھی درج کر دی ہیں تاکہ دوسرے مفتی صاحبان بھی ان سے بوقت ضرورت کام لے سکیں۔ بہت سے مسائل میں علم و تحقیق کی یوں داد دی گئی ہے کہ وہ مستقل رسالے بن گئے ہیں اور اس طرح یہ کتاب مجموعہ رسائل بن گئی ہے۔ زبان نہایت صاف ستھری اور شستہ ہے اور نہایت ضروری کارآمد اور اہم مسائل درج ہیں۔ اردو داں دینی طبقہ اس کتاب سے بخوبی فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور اس کے لئے یہ کتاب بڑے کام کی چیز ہے امید ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ فقہی مسائل ومعاملات میں اہم ترین مرجع قرار پائے گا اور اسے قبول تام حاصل ہوگا۔

(۱۲) ایڈیٹر صاحب ماہنامہ معارف

یہ مجموعہ حضرت مولانا سید عبدالرحیم صاحب خطیب بڑی مسجد راندیر ضلع سورت کے فتاویٰ پر مشتمل اور گجراتی زبان سے اردو میں منتقل کیا گیا ہے اس کی دوسری جلد ابھی زیر طبع ہے۔ پیش نظر جلد اول میں کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ وعیدین، تراویح اور جنائز شامل ہیں، اردو زبان میں فتوؤں کے بہت سے مجموعے شائع ہو چکے ہیں، اس مجموعہ کی اشاعت سے اس ذخیرہ میں ایک اچھا اضافہ ہوا ہے۔ فاضل مفتی نے ہر ہر مسئلہ کا مدلل اور محققانہ جواب تحریر کیا ہے حوالہ کے ساتھ عبارت بھی نقل کی ہے اور صرف فقہ کی کتابوں ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اکثر جوابات میں مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کی طرح قرآن وسنت اور صحابہ کا تعامل بھی بیان کیا گیا ہے اور اس کے نظائر پیش کئے ہیں جوابات میں اتنی تفصیل اور تنقیح کی گئی ہے کہ مسئلہ کے تمام متعلقات سامنے آ جاتے ہیں، عموماً فتاویٰ کی زبان خشک اور مصطلحات فن سے بوجھل ہوتی ہے لیکن اس مجموعہ کی زبان نہایت سلیس ہے اور اس کے مطالعہ سے ایک لذت وحلاوت اور روحانی کیفیت محسوس ہوتی ہے جو غالباً مصنف کی باطنی کیفیت کا اثر ہے لیکن ظاہر ہے کہ اتنے مسائل میں ہر شخص کا مجیب سے کلی متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ جہاں غیر مقلدین اور علماء بریلی کے فتوؤں پر رد وقدح کی گئی ہے وہاں لب ولہجہ میں شدت آ گئی ہے۔ معارف جلد ۱۰۴ ماہ جمادی الآخر ۱۳۸۹ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۲۳۹۔

شیخ الحدیث المحدث الجلیل حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی۔

فتاویٰ رحیمیہ: کے لئے یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ تمتع اور انتفاع نصیب کرے اور جناب کے لئے وطابع وناشر اور اس میں کسی نوع کی بھی سعی کرنے والے کے لئے صدقۂ جاریہ بناوے آپ کو دارین میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرماوے۔

فقط والسلام (حضرت شیخ الحدیث صاحب) بقلم عبدالرحیم ۲۸۔رجب ۱۳۹۰ھ۔

حضرت العلامہ مولانا ابوالحسن علی ندوی متعنا اللہ بطول بقائہ

فقہ وفتاویٰ پر ہمارے ملک میں برابر کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں اور ایسا ہونا قدرتی امر ہے اس لئے کہ فتاویٰ ومسائل فقہی مسلمانوں کی روزمرہ کی ضرورت ہیں اور نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ان میں فوری طور پر دینی رہنمائی کی ضرورت ہے لیکن اس کے لئے فقہ میں ملکہ راسخہ جزئیات پر وسیع اور گہری نظر اور اصول فقہ میں استاذانہ قابلیت کی ضرورت ہے۔

پھر اسی کے ساتھ تقویٰ اور احتیاط، خشیت الٰہی، احساس ذمہ داری، اور مسلک سلف سے بڑی حد تک وابستگی ضروری ہے، جن لوگوں کو اس راہ کی مشکلات کا علم، اور فقہ حنفی سے کامل مناسبت ہے۔ وہ ''فتاویٰ رحیمیہ'' کی علمی وعملی قدر وقیمت کا اندازہ کر سکتے ہیں، اور اس کی شہادت دے سکتے ہیں کہ مؤلف فاضل کو اللہ تعالیٰ نے ان صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ جو اس دور میں اس نازک فریضہ کو انجام دینے کے لئے شرط اول ہیں۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرماوے اور ان کو صحت وقوت عطا فرماوے کہ وہ اس مفید سلسلہ کی تکمیل کر سکیں۔ (مولانا) ابوالحسن علی، ۷۔ شوال المکرم ۱۳۹۰ھ۔

حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی دامت برکاتھم

بغیر تصنع عرض کرتا ہوں کہ آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

دوسری جلد کا بھی شدید اشتیاق ہے..... فقط خادم۔ مجیب ندوی۔ ۱۸۔۹۱/ ۶۹

حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب دامت برکاتھم ومدت فیوضھم
صدر المدرسین ونائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً ومصلیاً ومسلماً!

حضرت حق جل جلالہ وعم نوالہ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بے شمار رحمتوں اور بے پایاں فضل وکرم سے نوازا ہے انہیں میں ایک بہت بڑا احسان امت مرحومہ پر یہ فرمایا ہے کہ ہر زمانہ میں نئے نئے پیش آنے والے مسائل ومعاملات میں شرعی احکام بتانے کے لئے ماہرین علوم شرعیہ فقہاء پیدا فرمائے ہیں جو قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ سے مسائل واحکام کا استنباط واستخراج فرماتے ہیں، ملکۂ راسخہ رکھنے کے ساتھ ورع وتقویٰ و خشیت الٰہی احتیاط اتباع سلف صالحین کی اعلیٰ صفات کے حامل ہوتے ہیں۔

عام مسلمان (جن میں تفقہ فی الدین حاصل کرنے کی فرصت یا ہمت نہیں ہوتی) اپنے روزمرہ کے معاملات میں شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے ان نفوس قدسیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں جن کے جواب سے مستفتی کا قلب ایک قسم کی قوت اور اطمینان کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔

علم الفتاویٰ بھی اگر چہ علم الفقہ ہی کا ایک حصہ ہے مگر اپنی خصوصی شرائط و احکام کی وجہ سے علوم اسلامیہ میں علم الفتاویٰ مستقل ایک اہم فن کی حیثیت رکھتا ہے، مسئلہ کا حکم معلوم ہونا اور چیز ہے اور اس کا فتویٰ دینا دوسری چیز ہے اسی لئے فقہاء نے مختلف مواقع پر تحریر فرمایا ہے هذا مما يعلم ولا يفتى به.

مفتی اپنی اپنی بصیرت سے فیصلہ کرتا ہے کہ فتویٰ دیا جائے یا نہیں اسی لئے افتاء نہایت مشکل اور نازک کام ہے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بھی خاص خاص صحابہ ہی اس منصب جلیل پر فائز تھے، تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد بھی یہی حال رہا ہے۔

ہمارے زمانہ میں بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک قیمتی کڑی زبدۃ الفقہاء اسوۃ الصلحاء فقیہ النفس حضرت مولانا قاری حافظ مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کی شخصیت گرامی قدر ہے جو فن افتاء میں ایک امتیازی شان کے مالک ہیں جن کے مفصل و مدلل جوابات سے نہ صرف عام مستفتی کو انشراح قلب حاصل ہوتا ہے بلکہ دیگر مفتیان کرام کو بھی حوالجات کتب و تحقیقات انیقہ کی شکل میں زبردست کارآمد ذخیرہ دستیاب ہو جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب موصوف مدظلہ العالی کے جوابات ایک عرصہ سے فتاویٰ رحیمیہ کے نام سے شائع ہو رہے ہیں اور دنیا بھر کے مستند طبقہ علماء و فقہاء و مفتیان کرام میں ان کو انتہائی استحسان کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے جو قبولیت عنداللہ کی دلیل ہے، حال میں فتاویٰ رحیمیہ کی آٹھویں جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی ہے جو پچھلی تمام جلدوں کی طرح خصوصیات کی حامل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ حضرت مفتی صاحب موصوف مدظلہٗ کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور ان کے فیض کو زیادہ سے زیادہ عام فرمائے آمین۔

(مولانا نصیر احمد عفا اللہ عنہ

صدر المدرسین و نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۹۔ ستمبر ۱۹۹۶

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب، دامت معالیہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کا مرسلہ فتاویٰ رحیمیہ جلد نمبر ۹ موصول ہوا، مختلف مقامات سے دیکھا انتظامی مشغولیات بالاستیعاب مطالعہ سے تو مانع ہوتی ہیں، مگر گاہ بہ گاہ اکابر کی کتابیں دیکھ لیتا ہوں۔

میں اگر چہ مفتی نہیں ہوں مگر عام قاری کی حیثیت سے یہ بات بے تکلف عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے آپ کے قلم میں ایک خاص جاذبیت رکھی ہے قاری جب مطالعہ شروع کرتا ہے تو بس پڑھتے ہی رہنے کو جی چاہتا ہے، علاوہ ازیں آپ کی اصابت رائے کا سطر سطر سے اندازہ ہوتا ہے، دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ زیادہ سے زیادہ بڑھائیں اور امت مسلمہ کو اس سلسلہ سے خوب استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں، اور فتاویٰ کو قبولیت عامہ عطا فرمائیں، آخر میں دعوت صالحہ کی درخواست پر ختم کرتا ہوں۔ والسلام۔

(مولانا) مرغوب الرحمٰن عفی عنہ

۱۸۔ صفر ۱۴۱۸ھ۔

(۷) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم
استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

فتاویٰ رحیمیہ انمول ہیروں کا ہار ہے، گلہائے رنگارنگ کا نہایت حسین گلدستہ ہے اس میں عام مسلمانوں ہی کے لئے سامان تسلی نہیں ہے بلکہ دریائے علم وفن کے شناوروں کے لئے بھی غیر معمولی غذا ہے، ہر فتویٰ علم وتحقیق کی داد طلب کرتا ہے، اور قاری دعائیں دینے پر مجبور ہے، درحقیقت کامیاب مفتی وہ ہے جس کے فتویٰ سے لوگوں کو اطمینان نصیب ہو، کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہے، مجھے اس بات کے اظہار میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ کا ہر فتویٰ تسلی بخش اور پیاس بجھانے والا ہے اللہ تعالیٰ ان کو خلعت قبولیت سے نوازیں اور امت مسلمہ کو اس سے بیش از بیش استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔　حررہ العبد سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری، خادم دار العلوم دیوبند

(۸) حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی زید مجدہم
استاذ التفسیر والحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مخدوم ومحترم حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب دامت برکاتکم ومدت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی! خدا کرے مزاج سامی بہمہ وجوہ لائق شکر ہو۔

راقم ان فتاویٰ کو خدا تعالیٰ کی صفت ''رحمت'' کا خاص مظہر اور عہد حاضر کا بہت ہی قیمتی علمی فقہی سرمایہ سمجھتا ہے بلکہ یہ بھی خیال کرتا ہے کہ اب تک ''فتاویٰ'' کے نام سے جو مجموعے اردو میں سامنے آئے ہیں ان میں یہ مجموعی طور سے اہل علم کے لئے خاص طور پر سب سے زیادہ نافع ہے اور آسودگی کا سامان رکھتا ہے (والعلم عند اللہ۔ ولا ازکی علی اللہ احداً)......راقم کا یہ بھی احساس ہے کہ اس مجموعہ میں جو عالی مضامین اور انیق تحقیقات ودیعت ہوگئی ہیں ان کے بیان کے لئے لفظ ''فتاویٰ'' ناکافی بلکہ حجاب بن گیا ہے کیونکہ تعبیر سے اصل حقیقت کا پورا اظہار نہیں ہو پاتا۔ فقط والسلام۔ (مولانا) محمد برہان الدین۔ ۲۲/ ۷/ ۱۴۰۳ھ

حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمہ اللہ
سابق شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر سورت

آنجناب کا ہدیہ سنیہ فتاویٰ رحیمیہ موصول ہوا، ماشاء اللہ خوب خوب درافشانیاں فرمائی ہیں سب کے لئے یہ

نہایت قیمتی تحفہ ہے جس سے ایمان اور اسلام روشن اور تازہ ہو جاتے ہیں اور دینی جذبات زندہ ہو کر عرفانی روح کو خوب قوت مل جاتی ہے، جزا کم اللہ فی الدارین خیراً، بہت بہت شکریہ۔ دعا جو
(مولانا) محمد رضا اجمیری۔ ۱۶۔ مارچ ۸۳ء

حضرت مولانا مفتی ظہیر الدین صاحب دامت برکاتہم
سابق استاذ حدیث جامعہ حسینیہ راندیر، سورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً و بعد

آنحضور ﷺ فرماتے ہیں: من یرد اللہ به خیرا یفقه فی الدین او کماقال۔ (رواہ البخاری)

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) کہتے ہیں (ویعلمهم الكتاب والحكمة) میں تعلیم حکمت کے معنی ہی نسبت حکمیہ حقیقیہ کو نسبت حکمیہ غیر حقیقیہ سے ممتاز کر لینے کی تعلیم یعنی تفقہ فی الدین کا مصداق منصب حکمت پر فائز ہونا اور یہی قلیل الوجود اور کبریت احمر ہے، لیکن یہ امت کبھی مردوں سے خالی نہیں رہی بالخصوص علماء دیوبند میں جو اس منصب پر فائز تھے حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حجۃ اللہ فی الارض مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی وغیرہم کے اسماء گرامی بجا طور پر لئے جاتے ہیں، اگر راقم ایک ایسی بھاری بھر کم خاموش شخصیت جو اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے نام لے تو حیرت نہ ہونی چاہئے، وہ یقیناً منصب حکمت پر فائز تفقہ فی الدین کی صلاحیت سے سرفراز ہیں، ان کے علم و حکمت اور تفقہ فی الدین کو آٹھ ضخیم فتاویٰ رحیمیہ کی جلدیں شاید ہی بیان کر سکی ہوں وہ تو اس سے بھی بلند و بالا ہیں، ان کا نام نامی اسم گرامی ہے فقیہ النفس، شبیہ ابی حنیفہ حضرت مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری دامت برکاتہم۔

آنجناب کے فضائل و مسائل کے بیان کے لئے دفتر طولانی چاہئے، اگر آپ چاہیں تو یوں کہہ دیں اس پرچے میں جن بزرگوں کے نام ہیں حضرت مولانا مفتی لاجپوری صاحب دامت کاتہم ان کے علوم و معارف کے خلاصہ اور عطر ہیں، ان کے فتاویٰ بے پناہ مقبول، سہل التناول اور سیر حاصل ہیں جیسے حضرت مفتی صاحب سید السادات ہیں ان کو خداوند قدوس نے سید العلماء اور ریحانۃ الفقہاء بنایا، ان کے فتاویٰ بھی سید الفتاویٰ ہیں، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا آپ بھی ملاحظہ فرمادیں اور فتاوے کا لطف اٹھائیں۔ واللہ اعلم

فقط والسلام (مولنا مفتی) ظہیر الدین نیبوی عفی عنہ، نیا فیض آباد، یوپی۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت فیوضہم
خطیب شاہی جامع مسجد و مہتمم مدرسہ عربیہ حنیفہ پسرور ضلع سیالکوٹ پاکستان

بحر العلوم شیخ العلماء اسوۃ الصلحاء سید السادات والا تقیاء رئیس المتکلمین

وزبدة الفقهاء حضرت العلام حضرت السید السند مفتی صاحب لاجپوری، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی بخیر! اللہ رب العزت آپ کا سایۂ رحمت وشفقت دیر دیر تک ہزاروں سال سلامت باکرامت رکھیں اور مخلوق خدا مخزن علم وعمل سرچشمہ رُشد وہدایت، قلزم ایمان ومعرفت سے فیضیاب ہوتی رہے۔

وقار العلماء، حضرت العلام مولانا حسن الرحمٰن صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ یوسفیہ بنوریہ کی طرف سے فتاویٰ رحیمیہ (ج ۱ تا ۶) ملنے پر حضرت والا کی ذات ستودہ صفات سے غائبانہ شرف وصل حاصل ہوا، صرف موجودہ یا اردو ذخیرۂ فتاویٰ ہی نہیں بلکہ تاریخ فتاویٰ میں ''فتاویٰ رحیمیہ'' دلائل وبراہین، تفصیل واعجاز کے اعتبار سے منفرد، امتیازی عظمت وشان کا حامل ہے، بحمد اللہ عاجز کو نہایت تھوڑے وقت میں کئی بار پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، ہر مسئلہ کے جواب میں متون واصول سے اصل عبارت بھی ذکر فرما دینا ایسی جیسے کہ فقہاء نے یہ عبارت اسی سوال کے لئے ہی لکھی ہو، اور پھر اسے اس طرح درج فرمانا کہ مستفتی حیران رہ جائے، یہ فتاویٰ کی ایک امتیازی خصوصیت ہے، اور پھر بعض نہیں بلکہ جن اہم مسائل پر بھی تفصیل سے قلم اٹھایا ہے وہ اس دور کی تاریخی دستاویز بن گئے ہیں، مثلاً تراویح، طلاق ثلاثہ، غیر مقلدیت (اہل ہوا وپیروکاران نفس) کے اعتراضات، ضرورت فقہ وصحابہ کرام والتزام بالسنہ، بدعات کے رد اور دیگر ایسے عنوانات جن پر ایسی بلیغ وجامع مسکت، مؤثر ومدلل تحریر دیکھنے میں نہیں آئی، ان مسائل پر ایسے کلام کے بعد یہ فتاویٰ مجموعۃ الفتاویٰ کی حیثیت رکھتا ہے، معلوم نہیں اس کے بعد مزید کوئی جلد بھی طبع ہوئی یا نہیں؟ میری تمنا تھی کہ شاید (وہاں حاضر ہو کر شرف قدم بوسی حاصل ہونا ممکن نہ ہو سکے) کہ چند حروف کے ذریعہ ہی حضرت والا کی دعاء لے سکوں کہ۔

بلبل ہمیں کہ قفیہ گل شود بس است

اور جناب کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے دعاء کلمات ہی میرے لئے دنیا وآخرت کی فوز وفلاح کا ذریعہ بن جائیں، اللہ کریم حضرت والا کو صحت وعافیت کے ساتھ قائم ودائم رکھیں، میں مولانا حسن الرحمٰن صاحب کا بھی بہت ممنون ہوں جن کے توسط سے فتاویٰ سے فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا، ضرورت اس امر کی ہے کہ فتاویٰ کی تمام جلدوں کا عربی میں بھی ترجمہ کر کے بلاد عرب میں پہنچایا جائے اگر سارا فوری طور پر نہ ہو سکے تو کم از کم اہم مسائل کو بالاجزاء عربی میں شائع کیا جائے، اگر وسائل ہوتے تو عاجز یہ اعزاز حاصل کرنے میں ابدی راحت حاصل کرتا۔ صرف اور صرف دعاؤں کا محتاج۔

رشید احمد عفا اللہ عنہ، خادم شاہی مسجد پسرور ضلع سیالکوٹ۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کا ترجمان ''البعث الاسلامی'' کے مدیر اعلیٰ مولانا سید الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں

ورد الینا کتاب ''الفتاوی الرحیمیة'' الذی یحتوی علی مجلدین ضخمین من تالیف فضیلة الشیخ المفتی السید عبدالرحیم لاجپوری خطیب المسجد الجامع فی راندیر بولایة گجرات الهند.

لقد جمع المؤلف اسئلة المستفتين وفتاواها فی هذا الكتاب الضخيم وهی فتاویٰ من صميم الحياة والمجتمع الذی يعيش فيه المسلمون ويحتاجون الی مثلها فی كل زمان ومكان ولا سيما الجماهيرا لمسلمة التی تعيش بعيدةعن مراكز العلم والعلماء لا تخفی حاجتها الی مثل هذه الفتاویٰ المتضمنة علی فروع وجوانب كثيرة وكثيرة.

تصدی المؤلف علی الاسئلة ذات النواحی الكثيرة فی ضوء الكتاب والسنة فی غاية ايضاح وبيان وبرهن علیٰ كل جواب من مصادر الشريعة الاسلاميهولا شک فان لعلمه هذا قيمة لا يستهان بها فی مكتبة الفقه الاسلام والمؤلف يستحق كل الشكر والتقدير لهذه الهدية العلمية القيمة التی اتحف بها طبقة العلماء والجماهير علی السواء مجملة شهرية "البعث الاسلامی" شوال ۱۳۹۱ھ دسمبر ۱۹۷۱ء الميلادی.

(۱۲) حضرت مولانا احمد عبدالمجیب قاسمی دام مجدہٗ

استاذ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

فتاویٰ رحیمیہ: مشہور مفتی حضرت مولانا عبدالرحیم لاجپوری دامت برکاتہم (پیدائش ۱۹۰۳ء) کا مجموعہ فتاویٰ ہے، صاحب فتاویٰ حضرت مفتی صاحب لاجپوری گجرات کے ایک علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں، قسام ازل نے آپ کو گوناگوں صلاحیتوں سے بہرہ ورفرمایا ہے، آپ ایک باکمال خطیب وامام اورکہنہ مشق مفتی ہیں، فتویٰ نویسی میں اصابت رائے اورصحت فتویٰ کے لئے شہرت رکھتے ہیں، تحریر میں جامعیت اور مسائل میں شرح وبسط کے ساتھ اس طرح محقق ومدلل بحث سامنے آتی ہے کہ بسااوقات فتویٰ ایک مفید رسالہ کی شکل اختیار کرجاتا ہے، آپ کے اس مجموعہ میں آپ کی فقیہانہ بصیرت، دیانت واحتیاط، نظر کی وسعت اور فکر کی گہرائی کے بے شمار نمونے نظر آتے ہیں، تمام فتاویٰ میں حوالہ جات کا اہتمام بڑے التزام کے ساتھ کیا گیا ہے، بعض طویل فتاویٰ میں فقہ کی خشکی کے بجائے کتاب وسنت کے سبق آموز اور عبرت انگیز ترغیب وترہیب، تذکیر وموعظت اور شعروسخن کی حلاوت بھی ہے، اس طرح فقہ وافتاء کے ساتھ دعوت وارشاد کے فریضہ کی تکمیل بھی ہوتی ہے اور بلاشبہ اس خصوصیت میں اس مجموعہ کو خاص اہمیت حاصل ہے، زبان بھی سادہ اوراسلوب تحریر سہل وآسان ہے۔

فرق باطلہ کے استیصال اور رد بدعات پر پوری قوت وجرأت اور متانت وسنجیدگی کے ساتھ لکھتے ہیں، اختلافی مسائل میں مخالفین کے دلائل کے نہایت معقول جوابات کے علاوہ اہل حق علماء کے عقلی ونقلی دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں، اس طرح فتاویٰ کی پہلی جلد کتاب الایمان، کتاب العلم اور کتاب الطہارت وکتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے جن میں عقائد اور رد بدعات پر اہم فتاویٰ ہیں، دوسری جلد میں زکوٰۃ روزہ حج نکاح وطلاق، خرید وفروخت اور میراث وغیرہ کے ابواب ہیں اور ایک مستقل باب رد بدعت پر ہے، تیسری اور چوتھی جلد میں بھی مذکورہ ابواب ہی کے مسائل ہیں، گومسائل میں عام طور پر تکرار نہیں پایا جاتا تاہم ابواب کا تکرار اور مسائل کا انتشار استفادہ کی راہ میں پیچیدگی کا باعث ہے، کسی مسئلہ کی تلاش میں قاری کے لئے گرانی کا سبب ہوگا، اس لئے آئندہ طباعت میں ترتیب جدید کا خیال رکھا

جائے۔ چوتھی جلد میں تفسیر بالرائے تقلید، فقہ وتفقہ کی اصل ترتیب وغیرہ موضوعات پر مفید تحریریں جمع ہیں، پانچویں جلد میں بھی مذکورہ ابواب ہی ہیں البتہ ایک اہم تحریر ''ایک مجلس کی تین طلاقوں'' کے مسئلہ پر ہے، جس میں کتاب وسنت کے علاوہ کوئی ۳۵ آثار صحابہ وتابعین
کی روشنی میں مسئلہ کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، چھٹی جلد میں عقائد رد بدعت اور حلال وحرام کے باب میں بے شمار مسائل وفتاویٰ ہیں اور ایمان ونذور، احکام مساجد اور اجارہ وغیرہ کے ابواب ہیں، فقہ وفتاویٰ کی معتبر کتابوں کے علاوہ اردو فتاویٰ کی بعض مستند کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

(از سہ ماہی ''صفا'' کی خصوصی پیش کش ''فقہ'' اسلامی، اصول، خدمات تقاضے ص ۴۲۵، ص ۴۲۶، چھٹا باب، فقہاء ہند کی خدمات، فتاویٰ کی کتابوں پر ایک طائرانہ نظر)

حضرت مولانا محمد شریف حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ودار العلوم دیو بند

مخدومی ومعظمی کرم فرما حضرت مولانا قاری مفتی سید عبد الرحیم صاحب دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ طالب خیر مع الخیر ہے، الحمد للہ قیمتی ہدیہ فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم پہنچا اور اس سے قبل جلد دوم کا بھی ہدیہ پہنچا تھا دونوں کا شکریہ واجب ہے۔ فجزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدارین خیراً آمین

بندہ نے جلد دوم کا گاہ گاہ مطالعہ کیا ہے جس قدر اس کی تعریف سنتا تھا اس سے زیادہ مفید اور علوم کا ذخیرہ اس میں پایا، آپ کی وسعت علم اور نظر عمیق اور فقاہت فی الدین کا اعتراف کرنا پڑتا ہے، اور ساتھ ساتھ آپ میں احتیاط فی الدین اور اکابر سلف کا اتباع بھی ہے اور جدید مسائل میں بھی آپ نے کافی تحقیق وتدقیق فرما کر سائلین کو مطمئن فرمایا ہے، اور ہر جگہ حوالہ کتب معتبرہ کا مع عبارتوں کے دے کر عوام اور علماء اور مفتیان سب کے لئے کار آمد ذخیرہ بنا دیا ہے، میری نظر میں تو ان خوبیوں کا جامع فتاویٰ اردو زبان میں نہیں گذرا، ہر جگہ تحقیق سے کام لیا گیا ہے صرف لکیر کے فقیر نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو مفید عالم بنائے اور قبولیت خاصہ عطا فرمائے آمین، طباعت وکتابت بھی عمدہ ہے، فقط والسلام۔

(حضرت مولانا) محمد شریف حسن

دار العلوم دیو بند

مورخہ ۲۶۔ صفر ۱۳۹۵ھ ۹۔ مئی ۱۹۷۵ء

ہندوستان کے مایۂ ناز محدث، فن اسماء الرجال کے امام، حدیث کی مشہور کتاب مصنف عبد الرزاق (گیارہ ضخیم جلدیں) وسنن سعید بن منصور کے ایڈیٹ کرنے والے، اردو عربی کی متعدد کتابوں کے مصنف (علمی وتصنیفاتی خدمات کے صلہ میں حکومت ہند کے ایوارڈ یافتہ) دار العلوم دیو بند کی مجلس شوریٰ کے رکن حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی متعنا اللہ بطول بقائہ تحریر فرماتے ہیں۔

مکرمی !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فتاویٰ کی دونوں جلدیں پہنچیں، اس کرم فرمائی کا بہت بہت شکریہ، جزاک اللہ خیراً...... کہیں کہیں سے اس کو پڑھا بھی، ماشاء اللہ آپ نے بہت شرح وبسط اور تحقیق سے جوابات لکھے ہیں، حق تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ خدمت دین کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

(مولانا) حبیب الرحمٰن اعظمی غفرلہٗ

پاکستان کے جید عالم وفقیہ، سلسلۂ مجددیہ کے شیخ طریقت، عمدۃ الفقہ (چار جلدیں) وغیرہ کتابوں کے مصنف، حضرت مولانا نازوار حسین شاہ صاحب نقش بندی مجددی تحریر فرماتے ہیں۔

''فتاویٰ رحیمیہ کی مطالعہ سے بڑی تسکین اور انشراح حاصل ہوتا ہے۔'' (از کراچی۔ پاکستان)

دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث، شیخ المشائخ، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کے مجاز، حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب بخاری دامت برکاتہم (حال مقیم مدینہ منورہ) تحریر فرماتے ہیں۔

''دل کی بات یہ ہے کہ'' فتاویٰ رحیمیہ'' اپنے طرز اسلوب میں منفرد ہے اور تمام قدیم وجدید فتاویٰ کے ذخیروں میں ممتاز ہے، اہل علم کے لئے مفید اور فتویٰ نویسی کی مشق کرنے والوں کے لئے رہنمائے مفتی ہے۔

(دارالعلوم دیوبند۔ ۹۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ)

دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ کے شیخ الحدیث، شہر بھروچ جمیعۃ العلماء کے صدر حضرت مولانا محمد ابوالحسن صاحب۔ دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

''فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم میں بھی الحمد للہ بہت ہی اہم اور ضروری مسائل درج ہیں، خصوصاً طلاق ثلثہ فی مجلس واحد کی بحث الحمد للہ بہت ہی مفصل اور تسلی بخش انداز میں مرقوم ہے جس سے قلب ودماغ کو سکون نصیب ہوتا ہے، حق یہ ہے کہ آنجناب نے اس کا حق ادا کردیا ہے۔ اعلی اللہ درجاتکم فی الدارین۔ بندہ

(مولانا) محمد ابوالحسن علی غفرلہٗ

خادم دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ

۱۰۔ ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ

حضرت مولانا مفتی محمد اکبر میاں رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی پالن پور گجرات

مکتوب بنام مولانا محمد ہاشم بخاری مدظلہ

''فتاویٰ رحیمیہ'' کو دو چار جگہ سے دیکھا الحمد للہ بہت ہی پر کیف پایا اور عجیب جاذبیت محسوس ہوئی اور ساتھ

ہی صاحب فتاویٰ میں کچھ شان مجذوبیت بھی اس ناقص الفہم کو محسوس ہونے لگی، اور طرز بیان بھی بہت عمدہ سادہ اور سہل الافادہ پایا۔

جزاہ اللہ عنی وعن سائر المستفیدین الجزاء الاوفی آمین

۹ صفر ۱۳۹۰ھ پنجشنبہ

مشہور نقاد مرحوم حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے معروف ہفت روزہ جریدہ "صدق جدید" لکھنؤ کے فاضل مدیر حضرت حکیم عبدالقوی دریابادی دامت برکاتہم تبصرہ فرماتے ہیں کہ۔

"فتاوی رحیمیہ جلد پنجم" از مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری "ان فتاویٰ کی چار جلدیں اس سے قبل شائع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں، پانچویں جلد بھی انہیں خصوصیات سے مرصع اور بہت سے اہم دینی مسائل کے بارے میں شریعت حقہ کے احکام واضح کرنے والے اور اس سلسلہ میں عارض ہونے والے شکوک کو رفع کرنے والے فتاویٰ درج ہیں، بڑی بات یہ ہے کہ ہر فتویٰ کے دلائل معتبر کتب کے حوالہ سے پیش کر دیئے ہیں۔ اور محض رسمی فتویٰ پر اکتفا نہیں کی گئی ہے، فاضل گرامی مولانا منظور نعمانی صاحب الفرقان (لکھنؤ) کی یہ رائے اس مجموعہ فتاویٰ کے بارے میں بالکل صحیح ہے کہ "اللہ تعالیٰ اہل علم کو اس سے استفادہ کی توفیق دے فتاویٰ کا کوئی اور مجموعہ میرے علم میں نہیں جس میں ہر مسئلہ اور ہر فتویٰ کو اس کے حق کے مطابق مدلل کیا گیا ہو" الخ۔

(صدق جدید۔ ۲۳۔ محرم الحرام ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء جلد نمبر ۳۴ شمارہ نمبر ۳۶)

اس قسم کی تقاریظ کا سلسلہ بہت طویل ہے، ان میں سے بعض تقاریظ تو فتاویٰ رحیمیہ کی دوسری جلدوں میں شائع بھی ہو چکی ہیں، تاہم ہماری دلی خواہش تھی کہ تمام تقاریظ یکجا شائع ہو جائیں مگر طوالت کے خوف سے صرف ان حضرات کے اسماء گرامی ذیل میں شائع کرنے پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا شیخ احمد اللہ صاحبؒ (شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر ضلع سورت)

مولانا عامر عثمانی (ایڈیٹر تجلی دیوبند)

حضرت مولانا نظام الدین (پھلواری شریف)

حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب (سابق استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا حکیم محمد آدم پالن پوریؒ (سابق استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

حضرت مولانا حمید الدین صاحبؒ (گلاوٹھی، یوپی)

حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی (مدیر ماہنامہ برہان دہلی)

حضرت مولانا محمد نیاز ترکستانی مقیم مدینہ منورہ۔

حضرت مولانا مفتی یسین صاحبؒ (مفتی احیاء العلوم مبارک پور) وغیرہ۔

مذکورہ حضرات کی گرانقدر تقاریظ اور آراء سے ہماری حوصلہ افزائی ہوئی ہم ان تمام حضرات کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان تمام صاحبان کے ممنون و مشکور ہیں، **جزاهم الله خير الجزاء**.

تحدیث نعمت

''فتاویٰ رحیمیہ'' کے متعلق مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، کے تاثرات وکلمات طیبات!

جناب مولانا محمد مرتضیٰ صاحب ناظم کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ گجرات کے دورہ سے واپسی کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ ''میں (مولانا محمد مرتضیٰ صاحب) نے حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ، کو آپ کا سلام و پیام پہنچایا۔ مولانا علی میاں نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں سلام لکھ دو اور لکھ دو کہ!''

''میں مفتی صاحب کے لئے ان کی صحت وعافیت اور درازی عمر کے لئے باقاعدہ مداومت کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ الحمد اللہ اس وقت آپ محقق، فقیہ اور ماہر فن ہیں اور آپ کی تحقیق سے پورے ملک کو مستفید ہونے کا شرف حاصل ہو رہا ہے آپ کی تحقیق عمیق ہر خاص وعام کے لئے اطمینان بخش ہے۔ اللہ تعالیٰ زمانۂ دراز تک آپ کی فیوض وبرکات کو قائم رکھیں۔ آمین۔

ناچیز
خادم: مرتضیٰ
۱۴ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

مجلۂ شہریہ البعث الاسلام (لکناؤ) شوال ۱۳۹۱ھ دسمبر ۱۹۷۱ء المیلادیہ

وردالینا کتاب ''الفتاویٰ الرحیمیہ'' الذی یحتوی علی مجلدین ضخمین من تالیف فضیلۃ الشیخ المفتی السید عبدالرحیم لاجپوری خطیب المسجد الجامع فی راندیر بولایۃ (گجرات) الھند۔

لقد جمع المؤلف اسئلة المستفتين وثناوا هافى هذا الكتاب الضخيم وهى فتاوىٰ من صميم الحياة والمجتمع الذى يعيش فيه المسلمون ويحتاجون الىٰ مثلها فى كل زمان و مكان ولا سيما الجماهير المسلمة التى تعيش بعيدة عن مراكز العلم والعلماء لا تخفى حاجتها الى مثل هذه الفتاوى المتضمنة على فروع وجوانب كثيرة و كثيرة.

تصدى المؤلف الى الرد على الا مسئلة ذات النواحى الكثيرة فى ضوء الكتاب والسنة فى غاية ايضاح وبيان وبرهن على كل جواب من مصادر الشريعة الا سلامية ولا شک فان لعلمه هذا قيمة لا يستهان بها فى مكتبة الفقه الاسلامى والمولف يستحق كل الشكر والتقدير لهذه الهدية العلمية القيمة التى اتحف بها طبقة العلماء والجماهير على السواء.

(البعث الا سلامى ص ۹۹ شوال ۱۳۱۱ھ دسمبر ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد نیاز ترکستانی (فاضل دارالعلوم دیوبند) معلم مسجد حرام مکہ معظّمہ سے رقمطراز ہیں:

فتاویٰ رحیمیہ جلد اول اردو مؤلفہ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری موصول ہوا۔ ماشاء اللہ

حسن صوری اور معنوی سے مزین اور اہل اسلام کے لئے عظیم المرتبت اور گران قدر تحفہ ہے۔ یہ مجموعہ ان تمام دینی ضروری مسائل کو حاوی ہے۔ جن سے استفادہ ہر مومن کو اپنے معمولات وعبادات میں حتمی ولابدی ہے۔ نیز مبتدعین اور اختراع فی الدین کرنے والوں کا دندان شکن جواب اور ان کے زعم باطل، افتراء پردازی کا قلع قمع پورے بسط وتفصیل سے کیا گیا ہے۔ اوراس کی ایک خوبی یہ بھی ہے۔ کہ سوالات کے جوابات صرف استفتاء اور افتاء تک محدود نہیں ہیں بلکہ انہیں زیور تحقیق وتدقیق سے آراستہ کر کے اس کے محاسن معنوی کو اور دوبالا کر دیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت آپ کو عامہ مسلمین کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)۔

جزائے دائمی ملتی رہے خلائق عالم سے
کہ نصرت اور اعانت کی ہے تم نے دین احمد ﷺ کی

ایڈیٹر ماہنامہ ''تجلی'' دیوبند

اتنا وقت تو ہم نہیں نکال سکتے کہ (فتاوی رحیمیہ) کی دونوں جلدوں کو از اول تا آخر پڑھ جاتے۔ لیکن جستہ جستہ بہت سے مقامات سے دیکھا ہے۔ فتاوی کو ہم نے اپنی امید سے زیادہ وقیع، ہدایت افروز اور محققانہ پایا۔ اس خوبی میں تو شاید وہ منفرد ہی ہوں کہ محترم مفتی صاحب نے فتوی کے طرز قدیم اور تفہیم کے طرز جدید کو آمیز کر دیا ہے۔ اس طرز سے دوہرا فائدہ ہوا۔ فتوی کی قانونی حیثیت بھی ثابت وقائم رہی اور عام سے عام آدمی کے لئے سمجھنے کا موقع بھی فراہم ہو گیا۔ شریعت کے قانونی موقف کے اظہار کو ''فتوی'' کہتے ہیں یہ اظہار حوالوں اور نظیروں سے جتنا مزین ہوگا اتنا ہی وقیع بھی ہوگا۔ محترم مفتی صاحب نے حوالوں کا اہتمام بڑے التزام کے ساتھ کیا ہے۔ اور تشریح وتفہیم میں ان کا لب ولہجہ متین اور باوقار ہے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ ان کے فکری زاویے مستقیم ہیں، نگاہ میں گہرائی اور استدلال میں گہرائی ہے ان کے فتاوی سے صرف عوام ہی مستفیذ نہ ہوں گے بلکہ ہم جیسے ''نام کے خواص'' بھی فائدہ اٹھا سکیں گے۔

جہاں تک اہل بدعت اور غیر مقلدین کے فرمودات پر نقد ونظر کا تعلق ہے موصوف کے اسلوب نگارش میں تھوڑا سا تغیر ضرور آ گیا ہے مگر ایسا نہیں کہ اس کی مذمت کی جائے۔ مونغل سے ''شدت'' بھی ایک حسن ہی ہے بشرط یہ کہ غصہ اور جوش علم وتحقیق کے زاویوں کو ٹیڑھا نہ کریں۔ ہم سمجھتے ہیں مفتی صاحب اس شرط پر پورے اترے ہیں۔ اور کہیں بھی ان کے جذبے کی شدت نے استدلال کے چہرے پر خراشیں نہیں ڈالی ہیں۔ الخ۔

تجلی دیوبند۔ خاص اشاعت جولائی ۱۹۷۰ء

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الایمان

ما یتعلق بالایمان و العقائد

غیر مسلم سے خلافِ توحید منتر پڑھا کر علاج کرانا کیسا ہے۔؟

(سوال ۱) ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ آنکھ میں تکلیف ہونا، چیچک نکلنا، ہاتھ پاؤں کا معطل ہو جانا، یا بابر (یعنی بھوت بلا وغیرہ) کی شکایت ہو جائے تو غیر مسلم کے پاس جو خلاف توحید منتر پڑھ کر دم کرتا ہے، جانا اور منتر پڑھوا کر دم کروانا جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے آدمیوں کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب یہ یقین ہے کہ منتر کے الفاظ اور مضمون خلاف توحید اور شرکیہ ہیں تو اس شخص سے عمل کرانا جائز نہیں۔ (۱) رہا فائدہ ہو جانا تو یہ حق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ کا واقعہ ہے کہ ان کی آنکھ میں تکلیف ہو جایا کرتی تھی تو وہ ایک یہودی کے پاس جا کر دم کرا لیتی تھیں۔ وہ یہودی جیسے ہی پڑھ کر دم کرتا آنکھ میں سکون ہو جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا وہ شیطان کا عمل تھا۔ شیطان اپنے ہاتھ سے آنکھ کو کریدتا تھا۔ جب یہ یہودی منتر پڑھتا تھا تو شیطان رک جاتا تھا (یہ شیطان اور اس عمل کرنے والے کی ملی بھگت تھی۔ سفلی عمل میں ایسا ہی ہوتا ہے) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا، تمہارے لئے وہ کافی ہے جو آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ وہ کلمات یہ ہیں:۔

اذهب البأس رب الناس اشف انت الشافی لاشفاء الا شفاء ک لایغاد رسقماً (۲)

ترجمہ:۔ ”اے لوگوں کے پروردگار! بیماری دور کردے اور شفا بخش، شفا دینے والا صرف تو ہی ہے۔ تیرا شفا بخشنا ہی شفاء ہے۔ ایسی شفاء دے کہ بیماری کا نام و نشان نہ رہے۔“

لقد کانت عینی تقذف فکنت اختلف الی فلان الیهودی یرقینی فاذا رقانی سکنت فقال عبداللہ انما ذلک عمل الشیطان کان ینخسها بیده فاذا رقاها کف عنها انما یکفیک ان تقولی کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول اذهب البأس رب الناس الخ (ابوداؤد شریف کتاب الطب) (تلبیس ابلیس لابن جوزی صفحه ۲۶۸) فقط واللہ اعلم بالصواب

غیر اللہ کے پاس مدد مانگنے کا کیا حکم ہے؟

(سوال ۲) حضرت امام حسینؓ سے ”یا حسین امداد کن، یا حسین اغثنی“ پکار کر مدد طلب کرنا، روزی اور اولاد چاہنا

---

(۱) وعن ابن مسعود رضی اللہ عنه انه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ان الرقی والتمائم والتولتی شرک رواه ابو داؤد و ابن ماجه والتقلة ای بوزن عبتی ضرب من السحر ...... وعن عروة بن مالک رضی اللہ عنه انه قال کنا فی الجاهلیة غرقی فقلنا یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کیف تریٰ فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم لابأس بالرقی مالم یکن فیها شرک ردالمحتار ج ۴ صفحه ۲۶۹ حضرو الاباحة فصل فی البیع

(۲) مسلم باب استحباب رقیة المریض ج ۲ صفحه ۲۲

جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے ہاں ہر گیارھویں کو چند آدمی جمع ہو کر مذکورہ وظیفہ کا ذکر تمام مل کر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ''توسل'' (وسیلہ پکڑنا) کا طریقہ ہے۔ وظیفہ یہ ہے ''امداد کن امداد کن، از ہر بلا آزاد کن، در دین و دنیا شاد کن، یا غوث الأعظم دستگیر یا حضرت غوث الثقلی باذن اللہ یا حضرت شیخ محی الدین مشکل کشا بالخیر'' اس طریقہ سے پڑھنا جائز ہے؟

(الجواب) حضرت امام حسینؓ کو اس طرح پکار کر مدد مانگنے اور مذکورہ وظیفہ پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں، ممانعت ہے، وسیلہ پکڑنا جائز ہے مگر اس کا یہ طریقہ نہیں ہے، مذکورہ طریقہ جاری رہنے سے دوسروں کے بھی عقائد فاسد ہونے کا خوف ہے، لہذا اس وظیفہ کو ترک کر دینا ضروری ہے، خدا کو چھوڑ کر دوسرے سے اولاد مانگنا، بیمار کے لئے شفا طلب کرنا اہل قبور سے روزی مانگنا، مقدمہ میں کامیاب کرنے کی درخواست کرنا جائز نہیں ہے، مشرکانہ فعل ہے۔ محدث علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ یہ کسی بھی اہل اسلام کے نزدیک جائز نہیں ہے اس لئے کہ عبادت اور طلب حاجت واستعانت فقط اللہ ہی کا حق ہے **فان منهم من قصد بزيارة قبور الا نبياء والصلحاء ان يصلى عند قبورهم ويدعو عند ها ويسا ئلهم الحوائج وهذا لا يجوز عند احد من علماء المسلمين فان العبادة وطلب الحوائج والا ستعانة لله وحده (مجمع البحار الا نوار ج ۲ ص ۴۳)**

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے کہ کہو! **ايا ك نعبد و اياك نستعين**. (اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) جب عبادت اور استعانت (امداد مانگنا) قرآن سے خدا ہی کے لئے مخصوص ہے دوسروں سے اولاد اور روزی، تندرستی وغیرہ کی درخواست کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ اسی لئے رسول مقبول ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو وصیت کی کہ **اذا سألت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله** (جب تجھے سوال کرنا ہو تو اللہ سے کرنا اور جب مدد مانگنی ہو تو اللہ ہی سے مانگنا (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۳)[1]

حضرت غوث الاعظمؒ مذکور حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ''ہر ایماندار کو چاہئے کہ اس کو اپنے دل کا آئینہ بنا لے اور اپنے جسم، لباس، گفتگو وغیرہ ہر معاملے میں اس پر عمل کرے (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۴۲) اور فرماتے ہیں کہ ''جو شخص ضرورت کے وقت (خدا کو چھوڑ کر) لوگوں سے مدد مانگے وہ اللہ کی صفات اور اس کی قدرت سے ناواقف ہے۔ (مقالہ نمبر ۴۳) اور فرماتے ہیں کہ افسوس! تجھ پر تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا کے سوا اوروں سے مانگتا ہے، حالانکہ وہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہے (الفتح الربانی م ۳۸ ص ۲۵۹) اور فرماتے ہیں کہ ''اے مخلوق کو خدا کا ساجھی ماننے والے اور دل سے ان (مخلوق) کی طرف متوجہ ہونے والے! مخلوق سے اعراض کر اس لئے کہ نہ تو ان سے نقصان ہے اور نہ نفع۔ نہ عطا کرنا ہے اور نہ تو محروم رکھنا، اپنے دل میں چھپائے ہوئے شرک کے باوجود توحید حق کا مدعی نہ بن، اس سے تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا (حوالہ مذکورہ) آپؒ نے وفات کے وقت بھی اپنے فرزند عبدالوہابؒ کو وصیت فرمائی تھی تمام حاجتیں اللہ کے حوالہ کرنا اور اسی سے مانگنا **عليك بتقوى الله وطاعته. ولا تخف احدا ولا ترجه. وكل الحوائج كلها الى الله عزوجل واطلبها منه، ولا تثق باحد سوى الله عزو جل ولا تعتمد الا عليه سبحانه . التوحيد، التوحيد التوحيد. (ملفوظات مع فتح ربانی ص ۱۶۵)**

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ **كل من ذهب الى بلدة اجمير اولى قبر سالا ر**

---

(۱) باب التوکل والصبر.

مسعود او ما ضاهاها لا جل حاجة يطلبها ثم اثما اكبر من القتل والزنا الخ یعنی جو شخص اپنی حاجت روائی کے لئے اجمیر جائے یا سید سالار مسعود غازی کے مزار پر یا اسی طرح دوسری جگہ پر مراد مانگے، یقیناً اس نے خدا پاک کا بہت بڑا گناہ کیا، ایسا گناہ کہ جو زنا اور ناحق قتل کرنے سے بھی بڑا ہے، کیا وہ اس مشرک کے مانند نہیں ہے؟ جو اپنی خود ساختہ چیزوں کی بندگی کرتا ہے اور جو لات اور عزیٰ جیسے بتوں کو اپنی حاجتوں کے لئے پکارتا ہے (تفہیمات ج ۲ ص ۴۵)

نیز اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں ومنها انهم كانوا يستعينون بغير الله فى حوائجهم من شفاء المريض وغناء الفقير وينذرون لهم ويتوقعون انجاح مقاصدهم بتلك النذور ويتلون اسمائهم رجاء بركتها فاوجب الله تعالىٰ عليهم ان يقولوا فى صلاتهم اياك نعبد و اياك نستعين وقال تعالىٰ " ولا تدعوا مع الله احدا وليس المراد من الدعاء العبادة كما قاله بعض المفسرين بل هو الا ستعانة لقوله تعالىٰ " بل اياه تدعون فيكشف ما تدعون" اور انہی امور شرکیہ میں سے یہ ہے کہ مشرکین اپنے اغراض کے لئے غیر خدا سے امداد طلب کیا کرتے تھے، بیمار کی شفا اور غریبوں کی تو انگری کو ان سے طلب کرتے تھے اور ان کے نذریں مان کر اپنی حاجات اور مقاصد کے حاصل ہونے کے متوقع رہتے تھے، اور ان کی برکات کی امید میں ان کے نام جپا کرتے تھے اسی واسطے خدا تعالیٰ نے لوگوں پر واجب کیا کہ یہ پڑھا کریں ایاک نعبد و ایاک نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے یاوری کے خواہاں ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا تدعوا مع الله احداً (خدا تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو مت پکارو) (حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۲۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شرعی امور کے مخالف کے حامیوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(سوال ۳) ایک آدمی خلاف شرع امور کا مرتکب ہے، دوسرے بعض اس کی حمایت کرتے ہیں۔ تو ان حامیوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) گناہ اور برے کام سے جو شخص راضی رہتا ہے وہ بھی فاسق اور گنہگار ہے اور جو کوئی شرعی گنہگار اور فاسق ہو حتی الامکان اس سے احتراز واجتناب لازم ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورۂ انعام) یعنی گنہگاروں کے ساتھ نشست و برخاست ترک کرنا لازم ہے۔

اس میں عاقبت کی درستی اور دین کی سلامتی اور مجرمین کے لئے عملی نصیحت اور تازیانہ عبرت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو علماء نے ان کو روکا۔ مگر وہ باز نہ آئے۔ علماء ان کی مجالس میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تو ان کے دل کے اثرات علماء کے قلوب پر پڑے، ان کے دل کی نحوست سے نیک آدمیوں کے قلوب بھی ویسے ہی بن گئے۔ ان تمام پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی۔ (۱) (ترمذی شریف۔ ابوداؤد شریف)

---

(۱) عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما وقعت بنو اسرائيل فى المعاصى نهتهم علماؤهم فلم ينتهوا فجالسوهم فى مجالسهم واكلوهم وشاربوهم فضرب الله قلوب بعضهم ببعض فلعنهم على لسان داؤد وعيسى ابن مريم ذلك بما عصوا و كانوا يعتدون قال فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم و كان متكئا فقال لا والذى نفسى بيده حتى تاطروهم اطرا رواه الترمذى وابو دائود وفى روايته قال كلا والله لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر و لتأخذن على يدى الظالم ولتأطرنه على الحق اطرا ولتقصرنه على الحق قصرا أو ليضربن الله بقلوب بعضكم على البعض ثم ليلعنكم كما لعنهم، مشكوة باب الامر بالمعروف ص ۴۳۸)

وباءزدہ آبادی کو چھوڑنا؟

(سوال ۴) (۱) جہاں بیماری پھیلی ہوئی ہو وہاں سے چلے جانا چاہئے یا نہیں۔ (۲) مثلاً ہم بمبئی گئے وہاں خدانخواستہ وباء شروع ہوگئی اور ہم کام سے فارغ ہوگئے اب گھر واپس لوٹنا ہے تو وہاں سے آسکتے ہیں یا نہیں؟ یا وہاں وباء دفع ہونے تک ٹھہرنا ضروری ہے؟ (۳) وہاں کا باشندہ کسی کام کے لئے باہر جا سکتا ہے یا نہیں اور سفر کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۴) ہوا، پانی بدلنے کے لئے وباء کی جگہ (آبادی) چھوڑ کر عیدگاہ کی طرف جنگل میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) وبائی اور طاعونی جگہ سے اس خیال سے اور ایسے عقیدہ سے بھاگنا کہ بیماری اور موت سے ہم بچ جائیں گے ورنہ بیماری میں پھنس کر مر جائیں گے ناجائز اور سخت گناہ کا کام ہے۔ خداتعالیٰ فرماتے ہیں:۔ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت الخ ۔ کیا ان لوگوں کو آپ ﷺ نے نہیں دیکھا (کیا آپ ﷺ ان کے حال سے واقف نہیں ہیں؟) جو موت سے بچنے کے لئے اپنے مکانوں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ (تعداد میں) ہزاروں تھے خدا پاک نے فرمایا کہ مرجاؤ (تو مرگئے) پھر ان کو زندہ کیا (سورۂ بقرہ) (۱)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ہے کہ اگلی امت کی ایک بستی میں وباء پھیلی تو ہزاروں (بروایتے ستر ۷۰ ہزار) کی تعداد میں بھاگ گئے اور سمجھے کہ ہم موت سے نجات پا گئے۔ خداتعالیٰ انہیں ان کے برے عقیدہ کی سزادی کہ ایک دم سب مر گئے۔ کوئی دفن کرنے کے لئے بھی باقی نہ رہا پھر ایک مدت کے بعد ایک نبی وہاں پہنچے۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر دعا کی تو خدا پاک نے ان کو عبرت دینے کے لئے زندہ کیا تب ان کو یقین ہوا کہ موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۴۳ تفسیر احمدی ج ۱ ص ۱۶۹)

واقعی موت اپنے وقت اور خدا کے حکم کے سوا نہیں آتی۔ اور وقت آ گیا تو ٹل بھی نہیں سکتی فرمان خداوندی ہے۔ این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة جہاں کہیں ہوگے وہاں تم کو موت آ پکڑے گی۔ چاہے مضبوط قلعہ میں کیوں نہ ہو (سورہ نساء) قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم الآیة. (آپ ﷺ فرمادیجئے) کہ بے شک جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم کو پکڑے گی (سورۂ جمعہ) بے شک خدا کی مقرر کی ہوئی مدت جب آ جائے گی تو تاخیر نہ ہوگی! (سورۂ نساء)

زمانہ جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ جو کوئی بیمار کے پاس بیٹھے اور اس کے ساتھ کھائے تو اس کی بیماری اس کو لگ جاتی ہے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''لا عدویٰ'' یعنی (بلا تقدیر و بلا حکم خداوندی کے) ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ صحت منداونٹوں میں خارشی اونٹ مل جاتا ہے تو سب خارشی ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ پہلے اونٹ کو کس نے خارشی بنایا؟ (جواب ظاہر ہے کہ خدا نے! تو پھر دوسرے اونٹوں کے لئے ایسا کیوں نہیں سمجھتے؟) (۲)

---

(۱) سورۃ بقرۃ. آیت: ۲۴۳. پارہ: ۲

(۲) عن ابی هريرة حين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا عدوى ولا صفرو لا هامة فقال اعرابی یارسول الله فما بال الابل تكون فی الرمل كانها الظباء فيجئ الا جرب فيد خل فيها فيجربها كلها قال فمن اعدى الا ول، مسلم باب لا عدوى ولا طير الخ ج. ۲ ص ۲۳۰)

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ایک جزامی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کھانے کے برتن میں شریک کر لیا مطلب یہ ہے کہ خدا کے حکم اور تقدیر الٰہی کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ مگر عقیدہ کی حفاظت کے لئے شریعت نے تعلیم دی ہے کہ وبائی جگہوں میں بلاضرورت نہ جائے اور نہ وہاں سے بھاگے کیونکہ اگر وہاں جا کر بیماری میں مبتلا ہو جائے گا تو طبیعت کے کمزور اور ضعیف العقیدہ سمجھے گے کہ وہاں جانے سے یہ ہوا...... بھاگنے والا سمجھے گا کہ بھاگنے سے بچ گیا ورنہ ضرور مبتلا ہو جاتا۔ اور بھاگنے والا دوسروں کے لئے بھی زیادہ پریشانی اور کم ہمتی کا باعث بنتا ہے ایسی بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے امت کو ہدایت فرمائی۔ **اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوھا واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا منھا**۔ یعنی تم سنو کہ کسی جگہ وبا پھیلی ہے تو وہاں مت جاؤ اور جہاں تم ہو وہاں وبا پھیل جائے تو بھاگنے کے ارادہ سے وہاں سے مت نکلو۔ (بخاری شریف پ۲۳ ج۲ ص۸۵۳ مسلم شریف ج۲ ص۲۹) (۱)

اور فرمایا کہ بیمار اونٹ کو بیمار اونٹ کے ساتھ مت رکھو۔ اور ہدایت فرمائی مجذوم سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے! کہ عقیدہ کی حفاظت ضروری ہے۔ ڈاکٹر و حکیم وغیرہ بعض امراض (ٹی۔ بی، خارش جذام، طاعون، انفلوئنزا وغیرہ) کو متعدی مانتے ہیں اور اس کے جراثیم ثابت کرتے ہیں، ہمیں اس کی تردید کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ان کو بھی ماننا چاہئے کہ بیماری از خود متعدی اور موثر نہیں ہے بلکہ بحکم خدا اور تقدیر سے متعدی ہوتی ہے۔ جس کے لئے حکم خدا نہ ہو اور جس کی تقدیر میں نہ ہو تو ذرہ بھی اثر نہیں ہوتا۔ دیکھئے جذامی کے مکان میں سب جذامی نہیں ہوتے۔ ٹی بی والے مریض کے تیماردار سب اس میں مبتلا نہیں ہوتے۔ انفلوئنزا کے مریض کے ساتھ رہنے والے عموماً انفلوئنزا سے محفوظ اور بالکل صحیح وسالم رہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کے لئے خدا کا حکم ہو اسی کو مرض لگتا ہے اگر ایسا نہیں تو مریض کے ساتھ طویل عرصہ تک رہنے اور کھانے پینے کے باوجود صحیح وسالم کیوں رہتے ہیں؟

شریعت نے دور رہنے کی ہدایت محض حفاظت عقیدہ اور سلامتی ایمان کے لئے کی ہے نہ اس لئے کہ مرض سے بچے اور وہ بھی ہر ایک کے لئے ہر حال میں حکم وجوبی نہیں ہے۔ حدیث شریف میں۔ فراراً منہ (وبا سے بھاگنے کے ارادہ سے نہ نکلو) کے الفاظ ہیں اس کی شرح میں لکھا ہے اگر وبا سے بھاگنے کے علاوہ دوسری کوئی وجہ اور غرض ہو تو وہاں سے جانے میں اور بضرورت وہاں جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن عقیدہ میں پختہ اور مضبوط ہو ڈانواڈول نہ ہو (فتح الباری وغیرہ)

اور درمختار میں ہے:۔ **واذا خرج من بلدۃ بھا الطاعون فان علم ان کل شئی بقدر اللہ تعالیٰ فلا بأس بان یخرج ویدخل. وان کان عندہ انہ لو خرج نجا ولو دخل ابتلی کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لا عتقادہ**۔ یعنی جو شخص وبائی شہر سے نکلے لیکن اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز تقدیر الٰہی سے ہے خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا تو اس کو نکلنے اور وہاں جانے کی اجازت ہے، اور اگر اعتقاد ایسا ہے کہ یہاں سے چلا جاؤں تو بچ جاؤں گا ورنہ مبتلا ہو جاؤں تو ایسے شخص کو وہاں سے نکلنے کی اور جانے کی اجازت نہیں۔ تاکہ اس کا عقیدہ محفوظ رہے۔ (درمختار مع الشامی ج۵ ص۶۶۱) (۲)

---

(۱) ج۲. ص ۲۲۹ باب الطاعون والطیرۃ والکھانۃ ونحوھا . بخاری باب ما یذکر فی الطاعون . ج. ۲ ص ۸۵۳.
(۲) شامی مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض.

(۲) ہاں! وہاں سے آ سکتے ہیں، دفع وباء تک وہاں قیام کرنا لازم نہیں، قیام کے مقصد سے وہاں نہیں گئے تو کام سے فارغ ہو کر واپس آنا فرار شمار نہ ہوگا۔ تاہم نیت کی درستی ضروری ہے **وفی ھذہ الا حادیث منع القدوم علی بلد الطاعون ومنع الخروج منه فراراً من ذالک اما الخروج لعارض فلا باس به!**(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۸)(۱)

(۳) ہاں! بضرورت وہاں سے جا سکتے ہیں اور سفر بھی کر سکتے ہیں جب وباء سے فرار کا قصد نہ ہو۔ **لکن ابو موسیٰ حمل النهی علی من قصدا لفرار محضاً ولا شک ان الصور ثلاث من خرج لقصد الفرار محضاً فهذا يتنا وله النهی لا محالة ومن خرج لهاجة متمحضة لا لقصد الفرار اصلاً ويصور ذالک فيمن تهيأ للرحيل من بلد كان بها الیٰ بلد اقامته مثلاً ولم يكن الطاعون وقع فاتفق وقوعه فی اثناء تجهيزه فهذا لم يقصد الفرار اصلا فلا يدخل فی النهی والثالث من عرضت له حاجة فاراد الخروج اليها وانضم الیٰ ذلک انه قصد الراحة من الا قامة بالبلد التی وقع بها الطاعون فهذا محل النزاع الخ** (فتح الباری ص ۱۵۹)

(۴) ہاں! تبدیلی آب وہوا کی غرض سے شہر کی حد میں جنگل اور میدان میں جا سکتے ہیں نیت یہ ہونی چاہئے کہ تبدیلی آب وہوا بھی ایک علاج ہے۔ لہذا بغرض علاج نکلتے ہیں۔

غرض یہ کہ وبائی جگہ سے بارادۂ فرار نہ نکلے۔ خدا پر بھروسہ کر کے صبر وہمت سے رہے۔ تقدیر میں موت ہوگی تو آئے گی اور درجۂ شہادت حاصل ہوگا۔ جب موت بھاگنے سے نہیں ٹلتی تو بھاگ کر ایمان کیوں خراب کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسلمان کا جین گرو جی (مرشد) کو جھک کر تعظیم کرنا؟

(سوال ۵) ایک ڈگمبر جین پادری کے بیان میں ایک مسلمان جاتا ہے۔ پادری (گرو جی) کو جین لوگ اپنے گھر بلا کر اس کے پاؤں کے سامنے سرخم کر کے اس کو کچھ رقم دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک مسلم برادر نے بھی اس گرو جی کو اپنے گھر بلا کر اس کے پاؤں پر جھک کر گیارہ روپے اس کے قدموں پر رکھے۔ سر سجدہ کی طرح جھکایا۔ تو سوال یہ ہے کہ اس کے ایمان ونکاح کا شرعی حکم کیا ہے؟ وہ اس کام کو گناہ بھی نہیں سمجھتا۔ دریافت اس لئے کیا ہے کہ اس برادر کی اصلاح ہو جائے

(الجواب) خدا وحدہٗ لاشریک کے علاوہ کسی کے سامنے (چاہے پیر ہو یا پیغمبر) سجدہ کرنا، غیر اللہ کے سامنے زمین پر سر ٹیکنا، شریعت محمدی میں قطعی حرام اور گناہ کبیرہ ہے اگر عبادت کی نیت ہو تو موجب کفر ہے۔ اگر تعظیم مقصود ہو یا کوئی نیت نہ ہو تاہم بہت سے علماء کے نزدیک موجب کفر ہے۔ درمختار میں ہے:۔

(تقبيل الارض بين يدی العلماء) والعظماء فحرام والفاعل والراضی به اثمان لا نه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر ان علی وجه العبادة والتعظيم كفر وان علی وجه التحية لا وصار اثما

(۱) باب الطاعون والطیرة والکهانة ونحوها.

مر تکبالکبیرۃ(درمختار مع الشامی ج۵ ص ۳۳۷.ص ۳۳۸. آخر باب استبراد وغیرہ

یعنی جولوگ عالم و بادشاہ وغیرہ کے سامنے زمین چومتے ہیں یہ حرام ہے۔ چومنے والا اور پسند کرنے والا دونوں گنہگار ہیں کیونکہ یہ طریقہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔

اور یہ بات کہ کیا اس کو کافر قرار دیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عبادت اور تعظیم مقصود ہو تو کافر ہو جاتا ہے اگر بطور سلامی کے ہو تو کافر نہیں ہوتا مگر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔(درمختار ص ۳۷۸)

اور ملتقط ناصری میں ہے:۔ واذا سجد لغیر اللہ تعالیٰ حقیقة کفر. یعنی غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔اور کفایہ شعبی میں ہے:۔ اذا سجد لغیر اللہ تعالیٰ یکفر لان وضع الجبهة علی الارض لا یجوز الا للہ . یعنی جس نے غیر اللہ کو سجدہ کیا وہ کافر ہو گیا کیونکہ زمین پر پیشانی رکھنا خدا کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ جو خدا کے علاوہ کسی کو سجدہ کرے گا کافر اور مشرک بن جائے گا۔(نصاب الاحتساب باب ۴۹ص ۹۷۔۹۸ قلمی)

صورت مسئولہ میں جین گرو جی کے سامنے عبادت کی غرض سے نہیں بلکہ تعظیم کی غرض سے سجدہ کی طرح سرخم کیا ہو۔ پھر بھی اس کے لئے توبہ واستغفار اور تجدید نکاح ضروری ہے۔

وما فیه خلاف یؤمر بالا ستغفار والتوبة وتجدید النکاح(درمختار مع الشامی باب المرتد ج۳ص ۴۱۴. نصاب الا حتساب قلمی باب ۱۹ ص ۴۲) جو چیز خدا کے لئے خاص ہو، پیر پیغمبر کے لئے بھی جائز نہ ہو، وہ غیرمسلم کے لئے کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ بادشاہ روم کے دربار میں رکوع کی طرح سر جھکا کر داخلہ سے انکار کرتے ہوئے صحابیؓ نے فرمایا تھا کہ مجھے کافر کے سامنے رکوع کی طرح سر جھکانے میں رسول اللہ ﷺ سے شرم آتی ہے کہ میں آپ کو کیا منہ دکھاؤں انی استحی من محمد علیه السلام ان ادخل علی کافر علی هیئة الراکع (نصاب الا حتساب باب ۴۹ ص ۹۸ قلمی) یہ ہے قانون اسلام کی پابندی اور غیرت اسلامی! فقط واللہ اعلم بالصواب۔

داڑھی پر تنقید کا حکم

(سوال ۶)میں نے بفضلہ تعالیٰ داڑھی رکھی ہے، مگر میرے دوست برادر مذاق کرتے ہیں اور چچا وغیرہ قسم قسم کے القاب دے کر مجھے شرماتے ہیں۔بعض کہتے ہیں تیری شکل اچھی نہیں لگتی تو داڑھی منڈوا دے۔اس طرح سے مجھے تنگ کرتے ہیں تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ منڈوادوں تو گنہگار ہوں گا یا نہیں؟

(الجواب) افسوس! وہ زمانہ آ گیا ہے جس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے دی ہے۔ایک روز آنحضرت ﷺ نے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نوجوان فاسق فاجر بن جائیں گے ؟صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسا ہونے والا ہے؟ فرمایا ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت! پھر آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تم نیکی کے کام میں آڑ بن جاؤ گے اور بدی کا حکم کرو گے۔صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسا ہونے والا ہے؟ فرمایا بے شک اس سے بھی زیادہ سخت پھر فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نیکی کے کاموں کو خراب اور بدکاری کے کاموں کو اچھا سمجھنے لگو گے۔(جمع الفوائد) کیا یہ سب آج نہیں ہو رہا ہے؟

لوگ داڑھی منڈاتے ہیں اور منڈانے کی تبلیغ کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ داڑھی منڈانے کو بہتر اور رکھنے کو خراب کہتے ہیں۔ جوان تو درکنار بڑی عمر کے لوگ، بوڑھے بھی داڑھی منڈا کر سنت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کر کے برسر عام فاسق بن رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے ''تم سفید بالوں کو مت نوچو! جو مسلمان حالت اسلام میں بوڑھا ہوتا ہے تو خدائے تعالیٰ سفید بال کے بدلہ میں اس کو نیکی کا ثواب عطا فرماتے ہیں اور اس کی خطا معاف فرماتے ہیں اور قیامت کے دن یہ سفید بال اس کے لئے نور ہوں گے۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۲۵ باب فی نتف الشیب

ایک حدیث میں ہے کہ بوڑھے کو عذاب دینے سے خدائے تعالیٰ شرماتے ہیں! اللہ اکبر خدائے پاک بوڑھوں کو ان کی معاصی کی سزا دیتے شرماتا ہے، مگر بوڑھا داڑھی منڈا کر بڑھاپا چھپا کر نقلی جوان بننے سے نہیں شرماتا؟

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ خیر شبابکم من تشبہ بکھولکم و شر کھولکم من تشبہ بشبابکم۔ نوجوانوں میں سب سے اچھا نوجوان وہ ہے جو بوڑھی کی مشابہت اختیار کرے۔ اور بوڑھوں میں سب سے بدتر بوڑھا وہ ہے جو جوانوں کی مشابہت اختیار کرے۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۱۲۹)

داڑھی اسلامی وقومی شعار ہے اور مرد کے لئے زینت کی چیز ہے۔ بعض فرشتوں کی تسبیح ہے کہ سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب۔ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں سے زینت بخشی۔ (الحدیث بحر الرائق ج ۸ ص ۲۳۱)

آنحضرت ﷺ نے داڑھی رکھی اور امت کو داڑھی رکھنے کی تاکید فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کے عمل کو اپنانا اور آپ کے حکم و فیصلہ کو دل وجان سے تسلیم کرنا شرط ایمان ہے۔ کیونکہ اصطلاح شرح میں اسلام نام ہے نبی برحق کی ہدایت کے بموجب خداوندی احکام کی تعمیل کرنے کا، اپنی عقل اور چاہ کے مطابق خدا کی اتباع کرنا اسلام نہیں بلکہ کفر ہے:

ع　　کفر ست دریں مذہب خود بینی و خودرائی

حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فلا وربک لا یؤمنون. الی قولہ. ویسلموا تسلیما (سورۂ نساء) یعنی قسم ہے تیرے پروردگار کی، لوگ مسلمان ہو ہی نہیں سکتے جب تک آپ کو اپنے جھگڑوں اور معاملات میں حکم اور منصف نہ بنالیں۔ پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی (اور ناگواری) نہ محسوس کریں اور پوری طرح (دل وجان سے) اس کو مان لیں اور تسلیم کرلیں۔ (سورۂ نساء)

آیت مذکورہ کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی قوم خدا کی عبادت کرے اور نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ سب کچھ بجالاوے مگر آنحضرت ﷺ کے کسی عمل کے بارے میں بطور اعتراض یہ کہے کہ آپ ﷺ نے یہ کیوں کیا؟ یا آپ ﷺ کے کسی حکم کے متعلق دل میں تنگی محسوس کرے تو صوم وصلوٰۃ وغیرہ اعمال ہونے کے باوجود وہ کافر ومشرک کے حکم میں ہے۔ (تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۶۵)

ایک مسلمان اور یہودی کا مقدمہ آنحضرت ﷺ کے دربار میں پیش ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے تحقیق فرما کر یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ مسلمان اس فیصلہ پر راضی نہیں ہوا اور یہ مقدمہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس لے گیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے سماعت مقدمہ کے بجائے فیصلہ یہ کیا کہ یہ مرتد ہوگیا ہے چنانچہ اس کی گردن اڑادی اور

فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے فیصلہ کو منظور نہ کرنے والے کے لئے صحیح فیصلہ یہی ہے۔

یہ ایک ضابطہ اور قانون کی بات تھی کہ آنحضرت ﷺ کے فیصلہ سے منحرف ہونے والا اور آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی اور کو منصف قرار دینے والا مرتد کافر ہے اور اسلام کا نام لیتا ہے تو یہ نفاق ہے۔ اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو جملہ کمالات اور محاسن کا کامل نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا اور اعلان فرمادیا کہ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۔ تو کمال وہی ہے جو کمالات نبوی کا پرتو ہو اور حسن وخوبی وہی ہے جو محاسن رحمۃ للعالمین کا نمونہ ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حسن وکمال کے اس فلسفہ کو پوری طرح سمجھتے تھے، چنانچہ نہ صرف عبادات میں سنن نبویہ کی اتباع کرتے تھے، نہ صرف اپنی عادتوں کو آنحضرت ﷺ کی عادتوں کے سانچہ میں ڈھالتے تھے بلکہ آپ ﷺ کے معمولی اشاروں کو بھی حکم کی حیثیت دیتے تھے اور اس کی تعمیل کو سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے مثلاً آنحضرت ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ اجلسوا اجلسوا۔ تشریف رکھئے۔ تشریف رکھئے۔ اب اس حکم کی تعمیل کیسے کی گئی۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے:۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دروازے کے پاس تھے۔ جیسے ہی یہ ارشاد کانوں میں پڑا فوراً بیٹھ گئے جب آنحضرت ﷺ نے طلب فرمایا تب وہاں سے اٹھ کر آگے گئے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عرب قبائل کی سرکشی اور ارتداد کی خبریں مدینہ منورہ میں پہنچنے لگیں۔ تو صحابہ کرامؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو مشورہ دیا کہ ایسے وقت میں فوج کو شام بھیجنا مناسب نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے مدینہ شریف کو خالی دیکھ کر باغی اور مرتد قبیلے حملہ کر دیں۔ حضرت صدیقؓ نے جواب دیا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مدینہ اس طرح خالی ہو جائے کہ میں ہی اکیلا رہ جاؤں اور درندے اور کتے مجھ کو بھنبھوڑ کھائیں تب بھی میں اسامہؓ کو (جو اس لشکر کے سپہ سالار تھے) اس مہم پر روانہ کروں گا جس پر آنحضرت ﷺ روانہ فرمار ہے تھے (ابن عساکر وغیرہ)

یہ خلیفہ اول صدیق اکبر کی شان تھی۔ عام صحابہ کرامؓ میں سے ایک صاحب کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ میں سے سونے کی انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا انسان جان بوجھ کر اپنے ہاتھ میں آگ کا انگارا رکھتا ہے۔ جب آپ ﷺ تشریف لے گئے تو کسی نے ان سے کہا کہ اسے اٹھا لو کسی اور کام میں لے آنا۔ اس صحابی نے جواب دیا نہیں، نہیں خدا کی قسم میں کبھی بھی اس کو نہیں اٹھا سکتا جس کو رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہے۔ (مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۸)

حضرت ابوذر غفاریؓ ایک تالاب میں سے کھیت میں پانی دے رہے تھے۔ کچھ آدمی اس طرف آئے۔ ان کے پیروں سے نالی کی ڈول ٹوٹ گئی اور پانی باہر بہنے لگا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے پانی کو خراب ہوتے ہوئے دیکھا تو فوراً بیٹھ گئے۔ پھر اسی کیچڑ میں لیٹ گئے۔ جو وہاں موجود تھے انہیں بہت تعجب ہوا۔ حضرت ابوذرؓ سے۔ پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ سیدنا حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا کہ ان لوگوں کے لاپرواہی پر مجھے غصہ آیا ساتھ ہی مجھے آنحضرت ﷺ کا ارشاد یاد آ گیا کہ غصہ آئے تو بیٹھ جاؤ پھر بھی غصہ نہ جائے تو لیٹ جاؤ۔ لہذا میں نے اس ارشاد گرامی کی تعمیل کی۔ یعنی نہ بدن کی پروا، نہ کپڑوں کا خیال، نہ لوگوں کے ہنسنے اور مذاق بنانے کی فکر۔ آنحضرت ﷺ کے ایماء مبارک کی تعمیل

سب سے مقدم ہے۔ اس کے مقابلہ میں سب کچھ ہیچ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نماز جمعہ کے لئے کپڑے بدل کر جارہے تھے۔ راستہ میں حضرت عباسؓ کے گھر کے پرنالے سے مذبوحہ مرغی کے خون میں ملا ہوا پانی آپ کے اوپر گرا۔ آپ واپس مکان آئے۔ کپڑے بدلے اور پرنالے کے متعلق حکم فرمایا کہ راستہ سے ہٹا دیا جائے۔ حکم کی تعمیل ہو چکی تو حضرت عباسؓ نے برسبیل تزکرہ فرمایا کہ یہ پرنالہ آنحضرت ﷺ نے اس جگہ لگوایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے جیسے ہی یہ سنا فوراً اٹھے پرنالہ پر تشریف لے گئے۔ کوئی سیڑھی نہیں تھی تو خود جھک گئے اور حضرت عباسؓ کو قسم دے کر فرمایا کہ ان کی پیٹھ پر کھڑے ہوں اور پرنالہ کو اسی جگہ لگا دیں جہاں آقاء نامدار محبوب خدا ﷺ نے لگایا تھا۔

یہ تھا صحابہ کرام کا ادب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پرنالہ جس جگہ بھی تھا چونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کا لگایا ہوا تھا اگر چہ لاعلمی میں ہٹا دیا مگر چونکہ ہٹا دیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اپنی پشت پر حضرت عباسؓ کو کھڑا کر کے پرنالہ کو اصلی جگہ لگوایا۔ ایک ادب ہمارے نوجوانوں اور بہت سے بوڑھوں کا ادب ہے کہ جس داڑھی کو آنحضرت ﷺ نے خود بھی ہمیشہ رکھا۔ اور مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ داڑھی بڑھائیں اور مونچھیں کٹوائیں۔ آج اصرار ہے کہ نہ داڑھی کا نام ونشان رکھیں گے نہ مونچھ کا، اس سے بڑی بے ادبی اور گستاخی کیا ہو سکتی ہے؟ بہر حال داڑھی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ داڑھی اسلامی شعار ہے، داڑھی شرافت وبزرگی کی علامت ہے۔ داڑھی چھوٹے برے میں فرق کرنے والی ہے۔ داڑھی سے صورت مردانہ مکمل ہوتی ہے۔ داڑھی منڈانا فعل شیطان اور خداداد شکل کو بگاڑنا ہے داڑھی منڈانے کو اچھا سمجھنا آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی سنت مبارکہ سے عناد اور مقابلہ ہے۔ (معاذ اللہ)

فقہ کی شہرہ آفاق کتاب ''ہدایہ'' میں ہے۔ **ولنا ان اللحیة فی وقتها جمال وفی حلقها تفویته علی الکمال** (ج ۴ ص ۵۷۱ فصل (الدیة) فیما دو النفس) یعنی داڑھی اپنے وقت میں (یعنی جب سے اگتی ہے) خوبصورتی اور زینت کا باعث ہے اور اسکے منڈانے سے زینت وخوبصورتی بالکل نابود ہو جاتی ہے۔ بحر الرائق میں ہے۔ **لان اللحیة فی اوانها جمال** یعنی داڑھی اپنے وقت میں خوبصورتی کی چیز ہے۔ دلیل میں یہ حدیث پیش کی ہے۔ خدائے تعالیٰ کے ملائکہ کی ایک جماعت کا وظیفہ یہ ہے:۔ **سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالقرون والذوائب.** پاک ذات ہے وہ جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں اور مینڈیوں سے زینت بخشی (تکملہ بحر الرائق ج ۸ ص ۳۳۱ فصل الدیۃ) فیما دون النفس) ایک روایت ہے کہ فرشتے جب قسم کھاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں **والذی زین بنی آدم باللحی** قسم اس ذات کی جس نے انسان کو داڑھی سے زینت بخشی![1]

حضور اقدس ﷺ سے سچی محبت ہو تو آپ کی ہر ایک بات اور ہر ایک عادت محبوب ہونا چاہئے۔ محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ اس سے (معاذ اللہ) نفرت، محبت نہ ہونے کی علامت ہے۔ داڑھی کا منڈانے والا حضور ﷺ کی سنت کو پامال کرنے والا ہے۔ وہ سچا محبّ کیسے ہو سکتا ہے؟ کسی نے خوب کہا ہے۔

---

(۱) یہ حدیث کنوز الحقائق لعبدالرؤف المناوی علی ہامش الجامع الصغیر ج: ۱ ص: ۱۴۲ میں بحوالہ حاکم ان الفاظ سے منقول ہے: سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب. اور ج: ۲ ص: ۹۰ میں بحوالہ فردوس دیلمی ان الفاظ سے منقول ہے: ملائکۃ لذوائب النساء ولحی الرجال. مبسوط سرخسی ج ۲ ص: ۷۲ میں ان الفاظ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان السماء تستغفر لذوائب النساء ولحی الرجال. مبسوط سرخسی ج ۲۶ ص: ۷۲ میں ان الفاظ سے منقول ہے: ملئکۃ السماء تستغفر للہ تعالیٰ ملائکۃ تسبیحهم سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالقرون والذوائب

تعصی الرسول وانت تظهر حبه
هذا لعمری فی الفعال بدیع
لو کان حبک صادقا لاطعته
ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی تم اللہ رسول کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور ساتھ ہی ان کے فرمان کی خلاف ورزی بھی کرتے ہو۔ کس قدر عجیب بات ہے اگر فی الواقع تمہارے دل میں ان کی محبت ہوتی اور تم اپنے دعویٰ محبت میں سچے ہوتے تو کبھی ان کی نافرمانی نہ کرتے۔ ان کے ہر فعل اور ادا سے محبت ہوتی مجنوں لیلیٰ کی گلی سے گذرتا تو در و دیوار کو چومتا اور کہتا تھا۔

امر علی الدیار دیار لیلیٰ
اقبل ذاالجدار و ذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیار

میں لیلیٰ کی گلیوں سے جب گذرتا ہوتو اس دیوار کو بھی چومتا ہوں اور اس دیوار کو بھی گلی کوچوں کی محبت دل کی لگن نہیں ہے بلکہ اس کی محبت جو ان گلیوں میں رہتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را
کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

یعنی۔ اپنی آنکھ پر ناز کرتا ہوں کہ اس نے تیرے جمال کا دیدار کیا ہے۔ اپنے پاؤں پر گرتا ہوں کہ تیری گلی میں اس کی رسائی ہوئی ہے۔ اپنے ہاتھ کو ہزار بار چومتا ہوں کہ اس نے تیرا دامن پکڑ کر میری طرف کھینچا ہے۔

''مثنوی'' میں ہے کہ ایک معشوق نے عاشق سے کہا کہ تو نے بہت سے شہروں کی سیاحت کی ہے۔ سب سے اچھا شہر کون سا ہے؟ عاشق نے جواب دیا جس میں میرا محبوب رہتا ہے۔

گفت آں شہرے کہ دروے دلبرست

افسوس ہوتا ہے کہ دعویٰ ہے محبت مولا اور عشق رسول کا۔ اور عمل یہ کہ داڑھی سے معاذ اللہ نفرت؟ محبوب رب العالمین آقاء دوجہان کا ارشاد ہے:۔ لا یومن احد کم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به (مشکوٰۃ کتاب الایمان) (دعویٰ محبت قابل اعتبار نہیں ہے جب تک ایسا نہ ہوجائے کہ صاحب ایمان کی چاہ (خواہش) میری تعلیم کے تابع نہ ہوجائے) یعنی دل کی خواہش اور دل کا جذبہ وہی ہوجائے جو آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور آپ کی سنت ہے (مشکوٰۃ شریف وغیرہ) بار بار ارشاد ہوا جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میرا نہیں ہے، جو دوسروں کے طریقے پر چلے وہ ہم میں سے نہیں ہے، جو میرے طریقے سے منہ پھیر لے وہ میری جماعت میں سے نہیں، جس نے میری سنت برباد کی اس پر میری شفاعت حرام ہے۔

ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ حدیث بیان فرمارہے تھے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب الدباء ''حضور ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے۔'' ایک شاگرد فوراً بول اٹھا مگر میں تو پسند نہیں کرتا۔ امام ابو یوسفؒ نے تلوار نکال کر کہا توبہ کرورنہ قتل کردوں گا۔

مدینہ شریف میں ایک صاحب نسبت بزرگ کی زبان سے اتنی بات نکل گئی کہ شام یا ہندوستان کا دہی یہاں کے دہی سے اچھا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خواب میں (یا عالم واقع میں) فرمایا کہ ہمارے یہاں سے چلے جاؤ، وہاں جاکر رہو جہاں کا دہی اچھا ہے۔

امام ربانی فرماتے ہیں کہ تمام سنن خداوند عالم کی پسند فرمودہ ہیں اور جو چیزیں خلاف سنت ہیں وہ شیطان کی پسند کردہ ہیں۔ (مکتوبات ج ۱ص ۲۵۵)

آپ سوال کرتے ہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ برادر اسلام! خواہش کے بندوں کی ملامت اور لعن طعن سے گھبرا کر حق بات کو چھوڑنا ابو طالب کا طریقہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ابو طالب کو بوقت مرگ کہا کہ چچا ایک دفعہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدو۔ ابو طالب نے جواب میں کہا:

اظهرت دينا قد علمت بانه
من خير اديان البرية ديناً
لولا الملامة او حذار مسبة
لوجدتني سمحاً لذلك مبيناً

یعنی آپ ﷺ نے میرے سامنے ایسا دین پیش کیا ہے جس کو میں دنیا کے تمام ادیان سے افضل سمجھتا ہوں اگر مجھے لوگوں کی ملامت اور لعن طعن کا ڈر نہ ہوتا تو آپ مجھے قبولیت حق میں جوانمرد پاتے۔

خلاصہ یہ کہ لوگوں کے لعن طعن سے ڈر کر حق بات کو چھوڑ دینا ابو طالب کا طریقہ ہے، اور ساری دنیا کی ملامت کی پروا کئے بغیر حق کو پکڑے رکھنا مجاہد اسلام حضرت حذیفہؓ بن یمان کی سنت ہے۔ حضرت حذیفہؓ سفر میں تھے۔ آپ کے ہاتھ مبارک سے کھاتے کھاتے لقمہ گر گیا۔ آپؓ اس کو اٹھا کر صاف کر کے منہ میں ڈالنے لگے۔ عجمی لوگ یہ دیکھ رہے تھے خادم نے چپکے سے کہا، حضرت ایسا نہ کیجئے۔ یہ عجمی گرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھالینا بہت برا جانتے ہیں اور ایسے لوگوں کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔ آپؓ نے جواب دیا۔ أأترک سنة حبیبی لھؤ لاء الحمقاء۔ کیا میں ان بیوقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی سنت چھوڑ دوں؟

یہ ہے ایمان۔ یہ ہے آنحضرت ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے اور آپ کی تعلیم کی مکمل ترین تعلیم ہونے پر اعتماد! خادم عجمیوں کی تہذیب سے مرعوب ہے اور حضرت حذیفہؓ اپنے حبیب پاک ﷺ کی تہذیب پر نازاں، ہر اس شخص کو احمق کہتے ہیں جو محبوب خدا ﷺ کو کامل معلم نہ سمجھے اور آپ کی تہذیب کا شیدا نہ ہو۔ آپ داڑھی نہ منڈائیے۔ آپ ان نادانوں کی بات پر عمل کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ خدا پاک نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہدایت فرمائی ہے، ہم نے تم کو دین کے ایک خاص طریقہ پر لگا دیا ہے اسی طریقہ پر چلتے رہو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو علم سے ناآشنا ہیں۔ (سورۂ جاثیہ)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بزرگ کے نام کی چوٹی رکھنا کیسا ہے؟

(سوال ۷) استفتاء (۱۰۲۵) اکثر جگہ لوگوں میں دستور ہے کہ بچوں کے سر کے بال نہیں کاٹتے بزرگوں کے نام کی چوٹی ایک مدت تک رکھ کر پچاس ساٹھ آدمیوں کے ہمراہ بزرگ کے مزار پر جاکر (پہنچ کر) چوٹی کاٹتے ہیں۔ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) مذکور طریقہ غیر اسلامی ہے۔ یعنی اہل سنت والجماعۃ کے عقیدے اور طریقہ کے خلاف ہے اور بدعت ہے اسلامی طریقہ تو یہ ہے کہ ساتویں دن (۱) بچہ کا عقیقہ کیا جائے اور اس کے بال کاٹ کر اس کے وزن کی مقدار سونا یا چاندی غرباء پر تقسیم کردی جائے۔ اس پر عمل کرنے کی بجائے کسی بزرگ کے نام کی چوٹی رکھنا اور اس کے مزار پر جاکر کٹانا، اسلامی طریقہ کے خلاف اور ایک قبیح بدعت ہے اور مشرکانہ فعل ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی اس کو بدعت لکھتے ہیں۔ بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیاء کرامؒ کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں پھر میعاد گذار کر مزار پر لے جاکر وہ بال اتارتی ہیں۔ یہ طریقہ محض بے اصل اور بدعت ہے۔ (السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ ص ۶۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

انسان چاند پر پہنچ سکتا ہے۔ شرعی نقطۂ نظر کیا ہے؟

(سوال ۸) استفتاء (۱۰۷۷) کیا امریکہ کے خلاباز چاند پر پہنچے اور وہاں سے ریت اور پتھر لائے ہیں۔ تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ ممکن ہے؟ اور کیوں کر؟ بتفصیل جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) چاند پر انسان پہنچ سکتا ہے۔ اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں۔ لہٰذا امریکہ کے خلاباز اگر یہ دعویٰ کرتے ہیں تو اس کے ماننے میں شرعی لحاظ سے کوئی حرج نہیں ہے، چاند بھی خدا کی مخلوق ہے۔ چاند پر پہنچنے کی سمجھ بھی ان کو خدا پاک ہی نے دی ہے یہ بھی ایک کرشمۂ خداوندی ہے خدا پاک نے شیطان مردودؔ واس سے بھی زیادہ طاقت دی ہے۔ پل بھر میں کہاں سے کہاں پہنچتا ہے۔ خدا ہی نے اس کو آسمان تک پہنچنے کی طاقت دی ہے۔ اسی طرح خدا پاک ''دجال'' کو بھی حیرت انگیز طاقت دیں گے۔ جو ایک بڑے بزرگ کے ٹکڑے کرکے اس کو زندہ کرے گا۔ اور صدیوں کے مردہ کو زندہ کرے گا، جو اس سے باتیں کرے گا۔ بارش برسائے گا، کھیتی پکائے گا۔ چند لمحات

---

(۱) فقالت عائشة السنة افضل عن الغلام شاتان مكا فئتان وعن الجارية شاة تقطع جدولا ولا يكسر لها عظم فيأ كل ويطعم ويتصدق ولكن ذلك يوم السابع فان لم يكن ففي اربعة عشر فان لم يكن ففي احدى وعشرين مستدرك حاكم ج۴ ص ۲۳۸. يا فاطمة، احلقي رأسه ، وتصدقي بزنة شعره فوزناه فكان درهما ، اعلاء السنن ج ۷ ص ۱۲ كتاب الذبائح.

میں دنیا کا
سفر کرے گا۔اوراس کے ساتھ اس کی خودساختہ جنت جہنم ہوگی۔اپنے ماننے والوں کو جنت میں اور نہ ماننے والوں کو جہنم میں داخل کرے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی سفر کیا کرتے تھے۔ہدہد پرندہ نہایت دور سے خفیہ راز لاتا تھا۔قوم سباء اس کی ملکہ ''بلقیس''اوراس کے غیر معمولی اور نہایت عظیم الشان تخت شاہی کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد ہی نے دی تھی۔پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک وزیر نے جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا (اسم اعظم جانتا تھا) یہ کرامت دکھادی تھی کہ پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا شاہی تخت لاکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کردیا تھا۔ملاحظہ فرمائیے۔سورۂ نمل پ ۱۹۔قران حکیم۔

اگر امریکہ کے خلاباز چاند پر جاکر ریت اور پتھر لائے تو اس میں تعجب کیا ہے کہ ایسے کام جانور (ہدہد وغیرہ) بھی کر چکے ہیں۔خدا کی طرف سے جس کو جیسی توفیق ملتی ہے ویسا ہی کام کرتا ہے۔قران کریم میں ہے۔من کان یرید حرث الاخرۃ نزدله فی حرثه ومن کان یرید حرث الدنیا نؤته منها وما له فی الاٰخرة من نصیب. یعنی:۔جو کہ (ایماندار) آخرت کی کھیتی۔(ثواب) کا خواہش مند ہو تو ہم اس کو اس کی کھیتی میں (اخروی نعمتوں میں) ترقی دیں گے۔اور جو کوئی (دنیا کا بندہ) دنیا کی کھیتی (ترقی عیش وآرام) کا خواہش مند ہو تو ہم اس کو اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت (کی نعمتوں) میں اس کا کوئی حصہ نہ رہے گا۔(سورۂ شوریٰ)

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ چاند پر رسائی اس لئے محال ہے کہ چاند آسمان پر ہے۔اور وہاں فرشتوں کی نگرانی (پہرہ) ہے اور دلیل میں آیت قرآن پیش کرتے ہیں۔تبارک الذی جعل فی السماء بروجاً وجعل فیها سراجاً وقمراً منیراً۔یعنی وہ ذات عالی شان بابرکت ہے جس نے آسمان میں برج (بڑے بڑے ستارے) بنائے اور اس میں ایک چراغ (آفتاب) اور نورانی چاند بنایا۔(سورۂ فرقان) (۲) وجعل القمر فیهن نوراً وجعل الشمس سراجاً !یعنی:۔اور خدا پاک نے آسمانوں میں نورانی چاند بنایا۔اور سورج کو چراغ بنایا (سورۂ نوح)

مذکورہ بالا دونوں آیات میں ہے کہ خدا نے چاند، سورج وغیرہ آسمانوں میں بنائے ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک چاند وغیرہ آسمانوں میں ہیں۔لیکن آسمان کا مفہوم بہت وسیع ہے۔عربی میں جو چیز بلندی پر ہو، اس کو''سماء'' (آسمان) کہا جاتا ہے۔'' ارید بالسماء السحاب فان ما علاک سماء '' (تفسیر بیضاوی شریف ص ۲۶)

امام راغب کے مفردات القرآن میں ہے۔ہر شے کے بالائی حصہ کو سماء (آسمان) کہا جاتا ہے (سماء) سماء کل شیئی اعلاہ (ص ۲۴۳) (۴۴۶) عربی۔

قرآنی زبان واصطلاح میں سماء (آسمان) کا اطلاق جو یعنی آسمان سے نیچے کی فضاء پر اور سحاب پر بھی ہوتا ہے۔قرآن میں ہے۔وانزلنا من السمآء مآءً۔یعنی:۔ہم نے (خدا نے) آسمان سے پانی برسایا (سورۂ بقرہ)

وانزلنا من السمآء مآءً طهوراً. یعنی:۔ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا۔(سورۂ فرقان) حالانکہ بظاہر بارش کا پانی بادلوں سے زمین پر برستا ہے۔جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ **وانزلنا من المعصرات مآءً ثجاجاً.** یعنی:۔ اور ہم نے پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے موسلادھار مینہ برسایا ہے۔(سورۂ نبأ) ان آیات میں بادلوں کے لئے لفظ ''سماء'' لایا گیا۔اسی طرح اس فضاء اور جو کے لئے بھی لفظ ''سماء'' لایا گیا۔جہاں آیات سابقہ نمبر ا و نمبر ۲ کے بموجب چاند اور سورج ہیں۔یعنی اس فضاء میں معلق ہیں۔اس لئے فرمادیا گیا۔ **جعل فیها سراجاً وقمراً منیراً.** یعنی:۔ہم نے اس (آسمان) میں چراغ اور قمر منیر بنادیا۔

تفسیر حقانی میں ہے۔السماء (آسمان) چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔افق کو بھی سماء کہتے ہیں۔بادل کو بھی ''سماء'' اور آسمان کو بھی، اصل میں سماء کا اطلاق اوپر کی چیز پر ہوتا ہے۔خواہ وہ بادل ہو خواہ آسمان، اس جگہ (**وانزلنا من السمآء مآءً**) بادل مراد ہے۔کیونکہ بارش وہیں سے نازل ہوتی ہے۔اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے (ص۸۹ ج۲)

جدید سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ چاند، ستارے وغیرہ آسمان کے نیچے ہیں اوپر نہیں۔اس کی تائید حضرت عباسؓ کی روایت سے ہوتی ہے۔فرماتے ہیں۔'' **ان النجوم قنا دیل معلقة بین السمآء والارض.** یعنی بے شک ستارے آسمان اور زمین کے درمیان نوری زنجیروں میں معلق ہیں۔اور یہ زنجیریں نوری فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں۔(روح المعانی ص۵۰ ج۳)

مذکورہ بالا روایت نقل کر کے صاحب روح المعانی علامہ آلوسی، بغدادیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ ستارے وغیرہ آسمانوں میں مرکوز نہیں۔جیسا کہ قدیم فلاسفہ کا کہنا ہے۔بلکہ وہ اس فضاء میں معلق ہیں۔اور اسی سے جدید اہل سائنس کی تائید ہوتی ہے جو قائل ہیں کہ ستارے وغیرہ کشش کی طاقت کے ذریعہ معلق ہیں۔ **وظاهر هذا ان النجوم لیست فی جرما فلاک لها کما یقول الفلا سفة المتقدمون بل معلقة فی فضاء ویقرب عنه من وجه قول الفلا سفة المحدثین فانهم یقولون بکونهافی فضاء ایضاً لکن یقول متجاذبة.** روح المعانی ص ۵۰ ج ۳)

اور حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ برسہا برس پہلے تحریر فرما گئے ہیں کہ:

اگر تمام کواکب کو آسمان کے ورے (ادھر) مانیئے اور آفتاب کو مرکز عالم پر تجویز کیجئے۔اور آسمان سے ورے ورے زمین وغیرہ کا اس کے گرداگرد متحرک ہونا تجویز کیجئے تو ان کا (اہل اسلام) کچھ نقصان نہیں، نہ ان کی رائے ومذہب میں کچھ خلل آسکتا ہے۔(حجۃ الاسلام)

اور حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:۔کہ اہل اسلام میں سے بعض کی تحقیق یہ ہے کہ آفتاب اور ستارے آسمان میں گڑے ہوئے نہیں ہیں۔بلکہ وہ خلاء میں قائم ہیں اور اس خلاء میں جو ان کا مدار حرکت ہے وہی ان کا فلک ہے۔(تکمیل الیقین ص ۲۱۱)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فلک ''سماء'' (آسمان) ہے اور جمہور کی رائے ہے کہ آسمان کے نیچے موضع مکفوف (گھیری ہوئی فضاء) فلک ہے اور اسی میں چاند سورج ستارے گردش کرتے ہیں۔ **عن ابن عباسؓ الفلک**

السماء والجمهور على ان الفلک موج مکفوف تحت السمآء تجری فیه السماء والقمر والنجوم (تفسیر مدارک ص۲۲۱ ج ۲)

قرآن کی بعض آیات کریمہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ چاند وغیرہ آسمان کی نیچے کے حصہ میں ہیں۔ سورۂ صافات۔" انا زینا السمآء الدنیا بزینة ن الکواکب ."یعنی بے شک ہم نے رونق بخشی ہے قریب کے آسمانوں کو ستاروں کے ذریعہ۔اور سورۂ حم سجدہ اور سورۂ ملک میں ہے۔کہ زیّنّا السّمآء الدنیا بمصا بیح۔یعنی ہم نے قریب کے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا ہے۔

ان آیتوں میں لفظ " السماء الدنیا "قریب کا آسمان غور طلب ہے۔بظاہر آسمان کا نیچے کا حصہ یا نیچے کی فضاء مراد ہے۔یعنی جس طرح چھت میں قندیل لٹکا ہوا ہوتا ہے۔اس سے چھت کی آراستگی ہوتی ہے۔ایسے ہی آسمان کے نیچے چاند،سورج،ستارے،آویزاں ہیں۔جن سے سقف آسمان آراستہ ہورہی ہے۔سائنس کی ترقی سے مسلمانوں کو خائف یا حیرت زدہ نہ ہونا چاہئے۔سچ کبھی شکست نہیں کھاتا سائنس جوں جوں ترقی کررہی ہے۔اسلامی اعتقادات،معجزات وکرامات کی تائید اور تقویت ہورہی ہے۔

تخت سلیمان علیہ السلام کا ہوا میں اڑنا،حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی کے منبر سے (خطبہ دیتے ہوئے امیر لشکر حضرت ساریہؓ کو جو عراق کے محاذ پر میدان جنگ میں ہیں) یاساریۃ الجبل پکار کر تنبیہ کرنا،قیامت کے دن آدمی کے اعضاء کا گواہی دینا اور گناہوں کا اقرار کرنا۔ان جیسے تصورات اور عقائد کو۔ہوائی جہاز،راکٹ،وائرلیس، ٹیلی فون،ٹیلی ویژن،وغیرہ کی ایجادات سے تقویت اور تائید حاصل ہورہی ہے۔ تبارک الذی بیده الملک وهو علی کل شیئی قدیر آنحضرت ﷺ کی معراج کے بارے میں مخالفین استدلال کرتے تھے کہ ہوائی طبقہ کے اوپر جو خلاء ہے اس میں ہوا نہ ہونے کی وجہ سے کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا،تو آپ ﷺ کا گذر وہاں سے ہوا تو آپ ﷺ زندہ کس طرح رہے؟اب سوال کیا جاسکتا ہے کہ خلاباز چاند پر جانے والے کس طرح زندہ رہے؟

قرآن شریف میں ہے:۔اہل جنت اور اہل دوزخ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے اور پہچانیں گے اور باہم گفتگو بھی کریں گی۔ونادیٰ اصحب الجنة اصحب النار ان قدو جد نا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ماوعد ربکم حقا قالوا نعم .یعنی:۔اہل جنت،اہل دوزخ کو پکار کر کہیں گے کہ ہم سے ہمارے رب نے جو جو وعدہ فرمایا تھا ہم نے بالکل ٹھیک پایا۔تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا (کہ جہنم بہت تکلیف کی جگہ ہے) تو تم نے بھی اس کو ٹھیک پایا؟وہ کہیں گے۔کہ ہاں!خدا اور رسول ﷺ کی سب باتیں سچی پائی (سورۂ اعراف پ ۸) اس طرح کے اور سوال وجواب ہوں گے اور سورۂ مدثر میں ہے الا اصحاب الیمین فی جنت یتسآء لون عن المجرمین ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین وکنا نکذب بیو م الدین حتی اتا نا الیقین. یعنی لوگ گنہگاروں سے پوچھیں گے کہ کس بات نے تم کو دوزخ میں داخل کردیا؟وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ فقیروں مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور باتیں بنانے والوں کے ساتھ باتیں بنانے تھے اور ہم قیامت کے دن کو جھوٹ سمجھتے تھے۔حتی کہ پکی بات (موت) آپہنچی۔(سورۂ مدثر پ ۲۹) لوگوں کا اعتراض یہ تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان بہت زیادہ بعد ہوگا۔تو ایک دوسرے کو کس طرح دیکھ سکیں گے؟کس

طرح پہچان سکیں گے؟اور سوال وجواب کس طرح کر سکیں گے؟اس کا جواب بھی ان کو مل گیا۔امریکہ کے صدر نے خلا بازوں کو چاند پر اترتے دیکھا۔ پہچانا، گفتگو کی، مبارک بادی دی۔ دعادی۔ اور چاند پر سے آرمسٹر ونگ (ARMOSTAR WENG) نے صدر کا شکریہ ادا کیا۔وغیرہ باتیں دنیا کے سامنے آچکی ہیں۔چاند والا آسمان اخیری منزل نہیں، یہ تو عالم علوی کا ابتدائی افق ہے۔اس کے اوپر سات ۷ آسمان ہیں۔ ہر ایک کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔اور ساتویں آسمان پر جنت ہے اور جنت کے سو درجے ہیں۔اور ہر درجہ کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو برس کی مسافت کا ہے۔یعنی پچاس ہزار برس کی مسافت ہوئی۔پھر اس پر عرش عظیم ہے(**سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**.)

ستاروں کے بارے میں حضرت قتادہؒ کا بیان ہے۔کہ خدا پاک نے ستاروں کو تین کاموں کے لئے بنایا ہے۔(۱) آسمان کی آرائش کے لئے (۲) غیب کی خبر سننے والے شیاطین کو بھگانے کے لئے (۳) رات میں مسافروں کی رہنمائی کے لئے۔

پس جو کوئی ان تین فوائد کے علاوہ اور فائدہ مثلاً غیب کی خبر حاصل کرنے کی کوشش کرے۔اس نے غلطی کی۔اپنا وقت ضائع کیا۔اس کی کوشش رائیگاں کی (تعلیقات بخاری)

اس مقام پر مخدومی حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ کے رسالہ ''آسمان اور چاند تارے'' سے کچھ مضمون بغرض استفادہ پیش کیا جاتا ہے۔

آسمان، آسمانوں کی ترتیب اور درمیانی فاصلے:

فلاسفۂ قدیم نے آسمان دیکھے نہیں تھے۔بے شک ان کو تارے نظر آئے۔اور ان کی گردشیں محسوس ہوئیں۔ مثلاً ایک گردش وہ ہے جس میں تمام تارے مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کا چکر لگاتے ہیں۔اس گردش سے دن اور رات رونما ہوتے ہیں۔یہ مشرق سے مغرب کو ہوتی ہے۔بے شمار تاروں کا ایک مرصع سائبان ہے۔تمام تارے اسی میں جڑے ہوئے ہیں۔ان کی خود اپنی کوئی حرکت محسوس نہیں ہوتی۔البتہ روز وشب کی گردش کے ساتھ یہ بھی گردش کرتے رہتے ہیں۔ان کو ثوابت کہتے ہیں (اپنی جگہ جمے ہوئے) ان کے علاوہ سات تارے ایسے ہیں۔جو اپنی گردش بھی رکھتے ہیں۔کسی کی گردش پورے ایک سال میں ختم ہوتی ہے۔کسی کی ایک ماہ میں کسی کی اس سے زیادہ میں۔ان کی یہ ذاتی گردشیں مختلف سمتوں میں ہوتی ہیں۔کسی کی مشرق کی طرف اور کسی کی کسی اور سمت میں۔کسی کی گردش سیدھی ہوتی ہے۔کسی کی آڑی، ان سات تاروں کو ''سیارات'' کہا جاتا ہے۔''سیارہ'' کی جمع۔ان میں سورج اور چاند بھی ہیں۔اساتذۂ ہیئت اور فلسفہ نے اپنی رصد گاہوں کے ذریعہ بھی مشاہدہ کیا۔یہ سبع سیارات ایک سطح میں نہیں ہیں، بلکہ یکے بعد دیگرے اوپر نیچے ہیں۔اور نہایت عجیب بات یہ ہے کہ ان کی گردش کی لائنیں (خطوط) مقرر ہیں۔یہ خطوط سیدھے نہیں۔بلکہ دائرے ہیں۔ان کی گردشیں انہی دائروں پر ہوتی ہے۔جس طرح شب وروز کی ترتیب میں فرق نہیں آتا۔ان کی ذاتی گردشیں جو معینہ دائروں پر ہوتی ہیں۔ان میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔گویا یہ تارے ان دائروں (مدارات) کے پابند اور ان میں جکڑے ہوئے ہیں۔اب فلاسفہ کی ایک جماعت تو وہ ہے جو ان ہی

کو فلک کہتی ہے۔ فلک کے اصلی معنی ہیں ''گھیرا'' ان کے نزدیک تاروں کے ان دائروں (مدار النجوم) ہی کا نام فلک ہے۔ جو ایک خیالی اور فرضی چیز ہے۔ فلک کا کوئی جرم یا جسم نہیں ہے!

فلاسفہ کی دوسری جماعت افلاک کا جرم اور جسم بھی مانتی ہے۔ ان کا قول یہ ہے کہ ہر ایک تارے کا ایک فلک ہے۔ لہذا سات تاروں کے ساتھ فلک، پھر ایک فلک کے اندر کم از کم دو فلک اور ہوتے ہیں۔ جو تاروں کی گردش سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو ''تدویر'' اور بعض صورتوں میں ''متمم'' کہا جاتا ہے۔ اور وہ فلک جس میں چاند ہے وہ گویا دوہرا ہے۔ اس کے اوپر کی تہہ کو ''جوزہرہ'' کہتے ہیں۔ وہ فلک جس میں ''عطارد'' ہے۔ اسی طرح فلک الشمس میں کچھ اور ''شکمی'' فلک ہیں۔ اس طرح سات فلک پچیس ۲۵ فلک بن جاتے ہیں۔ ان سات افلاک کے اوپر آٹھواں فلک ہے۔ جس میں ثوابت جڑے ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ یہ تمام فلک ایسے صاف اور شفاف ہیں کہ ان کے جرم نظر نہیں آتے۔ اس لئے آٹھویں فلک کے ''ثوابت'' پہلے فلک پر معلوم ہوتے ہیں۔ (تصریح ص ۶/۵)

آٹھویں آسمان کے اوپر فلک الافلاک ہے۔ یعنی نواں فلک، اور یہ محدود جہان ہے۔ اصل گردش کرنے والا یہی فلک الافلاک ہے۔ چونکہ تمام فلک ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ لہذا فلک الافلاک کے ساتھ باقی آٹھ فلک بھی ایک دن رات میں گردش کر لیتے ہیں یہ گردش آفتاب کی طرح مشرق سے مغرب کی طرف ہوتی ہے۔

فلاسفہ کی یہ جماعت اوپر نیچے ۱۳ کرے مانتی ہے جو پیاز کے چھلکوں کی طرح اوپر نیچے تہ بہ تہ ہیں۔ سب کے بیچ میں ''زمین'' ہے۔ جس کا مرکز پورے عالم کا مرکز ہے۔ اور مرکز ثقل ہے۔ زمین کے اوپر کرۂ ''آب'' ہے۔ جو پورا کرہ نہیں ہے۔ زمین کے ایک حصہ نے بلند ہو کر اس کی کریت کو ناقص کر دیا۔ کرۂ آب کے اوپر کرۂ ''ہوا'' ہے۔ اس کے اوپر کرۂ ''نار'' ہے۔ ان چاروں کروں کے اوپر وہ سات کرہ ہیں جن کو افلاک کہتے ہیں۔ ان کے اوپر کرۂ ''ثوابت'' پھر وہ کرہ جو محیط عالم ہے۔ جس کو فلک الافلاک کہتے ہیں۔ (مجموعہ ۱۳)

فلاسفہ قدیم نے افلاک کے ساتھ لہیات کا جوڑ بھی ملا دیا رعلۃ العلل جس کو خدا کہا جا سکتا ہے۔ اس سے عقل اول وجود میں آئی۔ پھر عقل اولی سے فلک الافلاک اور عقل ثانی، یہاں تک وہ نو آسمانوں کے ساتھ دس عقول بھی مانتے ہیں۔ ''عقول عشرہ''

یہ فضلاء کرام ان عقول اور افلاک کو قدیم مانتے ہیں۔ ان میں محرق لتیام کو محال مانتے ہیں۔ یعنی نہ ان میں کوئی شگاف پڑ سکتا ہے نہ کوئی دراڑ آ سکتی ہے نہ ان میں کوئی منفذ اور راستہ ہے۔ اور جب ان میں کوئی دراڑ نہیں پڑ سکتی تو ''التیام'' یعنی جوڑنے اور شگاف زدہ کو ہموار کرنے کی صورت بھی رونما نہیں ہو سکتی۔ اس مسلک اور مکتب خیال کے بموجب نہ آسمانوں میں دروازے ہیں نہ ان میں آمد و رفت ہو سکتی ہے۔ اور اس لئے یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی جسم خواہ وہ نبی الانبیاء خیر البشر (محمد ﷺ) ہی کا جسم ہو۔ بلا کسی سواری کے یا براق جیسی سواری پر سوار ہو کر کسی آسمان سے گذر سکے۔

لہذا یہ معراج کو بھی محال مانتے ہیں۔

یہ فلاسفہ جو افلاک اور آسمانوں کو صرف خیالی نہیں مانتے بلکہ ان کے لئے وجود مانتے ہیں۔ ان کے خیال کے بموجب علم ہیئت کا تعلق اجسام سے ہے۔ فلاسفہ کے اس اختلاف کی بناء پر علم ہیئت کو بھی دو نام دیئے جاتے ہیں۔ (۱) ہیئت مجسمہ اور (۲) ہیئت غیر مجسمہ۔ (شرح مقاصد و شرح چغمینی وغیرہ بحث اجسام۔)

سبع سماوات

کلام اللہ شریف میں تین لفظ آئے ہیں:۔(۱) فلک (۲) سماء (۳) سماوات فلک صرف دو جگہ سماء ایک سو بیس ۱۲۰ اور سماوات ایک سو تیس ۱۳۰ جگہ (ان میں ایک دو کی کمی بیشی ہوسکتی ہے) لفظ فلک جہاں آیا ہے۔ وہاں گھیرے، دائرے کے معنی بنتے ہیں۔ **الفلک مجری الکواکب۔ (المفردات فی لغات القرآن) الفلک مدار النجوم (قاموس)** یعنی کوئی خاص جرم نہیں۔ بلکہ محض فرضی دائرہ جس میں کواکب گردش کرتے ہیں۔ جو نجوم اور تاروں کا مدار ہے۔ قرآن کریم میں اگرچہ فلک دو جگہ آیا ہے۔ مگر دونوں جگہ سورج اور چاند کے متعلق آیا ہے۔ اور الفاظ کی ایک ہی بندش کے ساتھ آیا ہے۔ سورۂ انبیاء میں ہے۔ ''**کل فی فلک یسبحون**'' بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ سورۂ یٰس میں ہے۔ ''**کل فی فلک یسبحون**'' واجب الاحترام تسلیم شدہ مترجم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے سباق کے لحاظ سے ترجمہ یہ کیا ہے۔ ''سب ایک ایک گھیرے میں پھرتے ہیں۔'' (سورۂ انبیاء) ''ہر کوئی ایک ایک گھیرے میں پھیرتے ہیں۔'' (سورۂ یٰسین)

سماء:

اصل معنی ہے بلند حصہ کے **سماء کل شیئی اعلماء** (المفردات) یعنی ہر چیز کے اوپر کے حصہ کو سماء کہا جاتا ہے۔ سقف کل شیئی۔ وکل بیت۔ ورواق۔ **البیت والسحاب والمطر**۔ (القاموس) یعنی ہر چیز کی چھتری کو مکان کی چھت کو۔ اور برآمدے (برانڈے) سراپردے کو ''سماء'' کہتے ہیں۔ اور بادل وبارش کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (قاموس) چونکہ ہر چیز کے بلند حصہ کو ''سماء'' کہا جاتا ہے۔ لہذا وہ فضاء جو اوپر نظر آتی ہے۔ اس کو بھی سماء کہا جاتا ہے۔ اور آسمان کو بھی سماء کہا جاتا ہے۔

''**قال بعضهم کل سماء بالا ضافة الیٰ مادو نها فسماء وبالا ضافة الیٰ ما فوقها ا رض الا السماء العليا فانها سماء بلا ارض**۔ قرآن مجید کی تقریباً ایک سو بیس ۱۲۰ آیتوں میں لفظ سماء انہی مختلف معنوں میں آیا ہے۔ یعنی اوپر کی فضاء۔ بادل۔ بارش۔ اور کہیں آسمان کے معنی میں آیا ہے۔''

سماوات:

بلحاظ لغت سماء کی جمع ہے۔ اور جہاں جہاں سماء کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ یعنی بادل، بارش، چھت، وغیرہ وہاں جمع کے لئے سماوات بھی بولا جاسکتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک سو تیس ۱۳۰ آیتوں میں جو السموات وارد ہے۔ تو ہر جگہ اس طرح کے عام معنی مراد نہیں، بلکہ ایک مخصوص حقیقت ہے۔ جس کو اس لفظ سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں نے جب فلسفہ یونان کو اپنایا اور وہ اس کے استاد اور معلم بنے تو انہوں نے افلاک ہی کو سماوات قرار دیا۔ سبع سماوات سے مراد وہ آسمان لئے جن میں سات سیارے ہیں اور آٹھویں، نویں آسمان کے متعلق کہہ دیا۔ کہ اصطلاح شریعت میں ان کو عرش وکرسی کہا جاتا ہے (تصریح نمبر ۶) مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تاویل ایسی ہی ہے۔ کہ جیسے کچھ جدت پسندوں نے کہہ دیا تھا کہ ترعیسیٰ سے مراد ریلوے ہے اور جن سے مراد دیہات کے گنوار۔

آسمان اور نصوص شریعت:

قرآن حکیم اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات مبارکہ میں جس طرح سماوات (آسمانوں) کا ذکر آیا ہے۔ اس سے آسمانوں کی نوعیت بالکل جداگانہ معلوم ہوتی ہے۔

انسان جس کو بہترین پیکر "احسن تقویم" عطا ہوا ہے۔ فلاسفہ اگرچہ اس کو صرف ایک "حیوان" مانتے ہیں۔ جو صرف قوت فکر وادراک کی بناء پر دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے۔ مگر نصوص شریعت نے اس کے لئے روحانیت بھی تسلیم کی ہے۔ اور اس عالم (جہان) کے ساتھ ایک اور عالم (جہان) بھی تسلیم کیا ہے۔ جس کو ہم عالم بالا "ملاء اعلیٰ" کہتے ہیں۔ اور انسان کا عالم بالا سے بہت گہرا تعلق ظاہر کیا ہے۔ فرشتے عالم بالا ہی کی مخلوق ہیں۔ جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ وہ اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ اس کے ہر عمل کو لکھتے بھی رہتے ہیں۔ موقع بہ موقع اس کی امداد بھی کرتے ہیں۔ انسان اگر اچھے کام کرے تو فرشتے اس کی قدر کرتے ہیں۔ برے کاموں پر اس سے نفرت کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

بادل، ہوا، شجر وحجر ان سب میں ایک ثناء خوان جوہر ہے جو ہر وقت اپنے رب کی تسبیح میں مصروف رہتا ہے۔ فرشتوں کا تعلق ان مادیات سے بھی ہے وہ اللہ کے حکم سے بادلوں کو ہنکاتے ہیں۔ ہواؤں کو چلاتے ہیں۔ وغیرہ۔

جس طرح انسان اور ان مادی چیزوں کا تعلق ملاء اعلیٰ اور فرشتوں سے ہے۔ احادیث اور قرآن پاک کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کا تعلق بھی ملاء اعلیٰ سے ہے اور بہت زیادہ ہے بلکہ حدیث معراج اور اس جیسی احادیث اور قرآن حکیم کی متعدد آیتوں سے تو یہ مترشح ہوتا ہے کہ ساتوں آسمان، عالم بالا ہی کی وجودی حقیقتیں ہیں۔ اور قرآن پاک میں جس قوت کے ساتھ نہ صرف بار بار بلکہ تقریباً سوا سو بار "سماوات" کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے بھی یہ اخذ کیا جا سکتا ہے اور سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ ملائک، عرش وکرسی، روح، اور برزخ وغیرہ کی طرح سماوات بھی الغیب میں داخل ہیں۔ یعنی ان حقائق میں داخل ہیں۔ جو اگرچہ اپنا وجود رکھتی ہیں۔ مگر ہمارے مشاہدہ اور تجربہ کی رسائی ان تک نہیں ہو سکتی۔ لیکن ہماری حقیقی زندگی یعنی حیات اخروی اور اس کی کامیابی سے ان کا خاص تعلق ہے۔ لہٰذا ان کا ماننا ضروری ہے۔ اس کے باوجود کتاب الٰہی کی بہت سی آیتیں ایسی بھی ہیں جن سے آسمانوں کی نوعیت اور ان کی مخصوص ہئیت اور حیثیت کا تصور قائم ہوتا ہے۔ مثلاً۔

(۱) ثم استوی الی السماء وھی دخان (سورہ حم السجدہ نمبر ۴۱ آیت نمبر ۱۰) باز متوجہ شد بسوے آسمان واو دود مانند بود (شاہ ولی اللہؒ) پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا۔ (شاہ عبد القادرؒ)۔

(۲) وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا سحاب مرکوم. (سورہ نمبر ۵۲ الطور آیت ۴۴) اگر دیکھیں ایک تختہ آسمان سے گرتا کہیں یہ بدلی ہے گاڑھی۔ (شاہ عبد القادرؒ)

اگر بینند یک پارہ را از آسمان افتادہ گویند ایں بریست برہم نشستہ۔ (شاہ ولی اللہؒ)

(۳) الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا. (سورہ نمبر ۷۱ نوح آیت ۱۶) کیا تم نے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ پر تہ اور رکھا چاند ان میں اجالا اور رکھا سورج چراغ جلتا۔ (شاہ عبد القادرؒ)

(۴) الذی خلق تاوھو حسیر .(سورہ نمبر ۶۷ الملک آیت ۴) وہ خدا عزیز وغفور جس نے بنائے سات آسمان تہ پرتہ کیا دیکھتا ہے تو رحمان کے بنائے میں کچھ فرق۔ پھر دوہرا کر نگاہ کر۔ کہیں دیکھتا ہے دراڑ۔ پھر دوہرا کر نگاہ کر دو۲دو۲بار الٹی آئے تیرے پاس تیری نگاہ ردھو کر تھک کر۔ (شاہ صاحبؒ)

(۵) انا زینا تا الکواکب . (سورہ نمبر ۳۷ صافات آیت نمبر ۶) ہم نے رونق دی ورے (قریب کے) آسمان کو ایک رونق جو تارے ہیں۔ (شاہ صاحبؒ)

(۶) وزینا تاحفیظاً. (سورہ نمبر ۴۱ حم السجدہ . (آیت نمبر ۱۲) اور رونق دی ہم نے ورے (قریب کے آسمان کو چراغوں سے۔ (ایضاً)

(۷) وجعلنا فی السمآء برو جاً الخ (سورہ نمبر ۱۵ الحجر آیت نمبر ۱۶) اور بنائے ہم نے آسمان میں برج۔

(۸) کیف بنینا ھا تا فرو ج.(سورہ نمبر ۵۰ ق آیت نمبر ۶) کیسا ہم نے اس کو بنایا اور رونق دی اور نہیں اس میں کوئی سوراخ (چھید)

(۹) ابو اب السمآء۔ (آسمان کے دروازے) سورہ نمبر ۷ اعراف آیت نمبر ۴۰)

(۱۰) ھو الذی جعل الشمس تا الحساب (سورہ نمبر ۱۰ یونس آیت نمبر ۵) وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اجالا اور ٹھیرائیں اس کی منزلیں تا کہ پہچانو گنتی برسوں کی اور حساب۔ (شاہ صاحبؒ)

(۱۱) والقمر تا یسبحون (سورۂ نمبر ۳۶ یٰسین آیت ۳۹، ۴۰) اور چاند کی ہم نے باندھ دی ہیں منزلیں یہاں تک کہ پھر آرہے جیسے ٹہنی پرانی۔ نہ سورج کو پہنچے کہ پکڑے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے۔ اور ہر ایک اپنے گھیرے میں پیرتے ہیں۔ (شاہ صاحبؒ)

(۱۲) خلق السموات بغیر عمد (سورۂ نمبر ۳۱ لقمان . آیت نمبر ۱۰) بنائے آسمان بن ٹیکی اسے دیکھتے ہو (شاہ صاحبؒ) یعنی کوئی نظر آنے والا کھمبا نہیں کھڑا کیا۔

(۱۳) یمسک السموات (الایۃ سورہ نمبر ۳۵ فاطر آیت نمبر ۴۱) اور تھام رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو کہ ٹل نہ جائیں۔ اور اگر ٹل جائیں تو کوئی تھام نہ سکے ان کو اس کے سوا۔

(۱۴) سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر ۳۷ کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے الفاظ میں یہ ہے۔ ''اور جب پھٹ جائے آسمان اور ہو جائے جیسے تلچھٹ۔''

محولہ بالا آیات اور احادیث اس بات کی شہادت کے لئے کافی ہیں کہ فلاسفہ کے اختراع کردہ افلاک اور قرآن پاک کے بیان فرمودہ سماوات میں بہت بڑا فرق ہے۔

(۱) فلاسفہ افلاک کو قدیم مانتے ہیں۔ اور قرآن پاک ان کو فانی اور حادث قرار دیتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے نیست سے ہست کیا۔ اور جب وہ دن آئے گا۔ جس کی وحشتنا کی اور ہولنا کی سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے تو یہ آسمان بھی ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو جائیں گے۔ (سورۂ مزمل نمبر ۷۳ آیت ۱۸۔ وآیت مذکورہ نمبر ۱۴ و نمبر ۱۵)

(۲)فلاسفہ ثوابت کو آٹھویں آسمان میں مانتے ہیں۔قرآن حکیم نے صرف سات آسمان بتائے ہیں اور تاروں کو صرف السماء الدنیا سے متعلق قرار دیا ہے۔(سورۂ حم السجدہ ع ۲)

(۳)فلاسفہ سات تاروں (سیارات) کو سات آسمانوں میں گڑا ہوا مانتے ہیں۔قرآن حکیم نے ان تاروں میں سے صرف شمس وقمر کا ذکر فرمایا ہے۔اوران کے متعلق بھی یہ ہے کہ ہرایک اپنے اپنے مدار میں تیرتے رہتے ہیں۔(سورۂ یسین وسورۂ انبیاء)

(۴)فلاسفہ کسی آسمان تک کیا پہنچ سکتے ہیں۔ان کی نگاہوں نے بھی آسمان کو نہیں پایا، یہ صرف ان کی اختراع اور فلسفی قیاس ہے کہ آسمانوں میں کوئی منفذ یا گذرگاہ نہیں۔مگر اللہ نے محض قیاس اور پرداز عقل پر معاملہ نہیں رکھا، بلکہ وہ اپنے ایک بندے کو جو نوع انسان میں سب سے سچا بندہ تھا۔جس کو اس کے دشمن بھی الصادق اور الامین کہا کرتے تھے۔آسمانوں پر لے گیا اور نہ صرف سات آسمانوں کا بلکہ آسمانوں سے بھی بالاتر مقامات کا مشاہدہ کرادیا۔اس صادق مصدوق نے ان تمام مقامات کا پوری حاضر حواسی، ہوش مندی اور کھلی ہوئی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔(سورۂ والنجم)

اس صادق امین نے شہادت دی اور غیر مبہم الفاظ میں بتایا کہ سماوات سات ہیں۔آسمانوں کے پھاٹک اور دروازے ہیں،ان پر پہرے دار مقرر ہیں۔آنحضرت ﷺ جس آسمان پر بھی پہنچے اور دروازہ کھلوانا چاہا تو قلعہ داروں یعنی اس باب کے محافظ فرشتوں نے دریافت کیا۔"کون"؟ سید الانبیاء ﷺ کے رفیق سفر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا:۔"جبرائیل۔دریافت کیا گیا۔آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام:۔محمد رسول اللہ (ﷺ) میرے ساتھ ہیں۔محافظین:۔کیا ان کو دعوت دی گئی ہے۔حضرت جبرائیل علیہ السلام:۔بے شک وہ مدعو کئے گئے ہیں۔

اس تحقیق کے بعد خوش آمدید کہتے ہوئے۔دروازہ کھولا گیا۔تب آنحضرت ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام اندر داخل ہوئے۔اس صادق مصدوق نے پہلے آسمان پر چاند (قمر) کو نہیں دیکھا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا ان سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے فرمایا۔مرحبا۔بالنبی الصالح والابن الصالح۔حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں ان کی تمام ذریت دیکھی، پھر اسی طرح حضرت یحییٰؑ۔حضرت عیسیٰؑ۔حضرت یوسفؑ۔حضرت ادریسؑ۔حضرت ہارونؑ۔حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام سے الگ الگ آسمانوں پر ملاقاتیں ہوئیں۔کیا فلاسفہ قدیم اپنے گھڑے ہوئے افلاک میں اس مقدس نظارہ کی صلاحیت پاتے ہیں۔

سائنس جدید اور آسمان

اس موقع پر ہمیں سابق غلطی کا اعادہ ہرگز نہیں کرنا چاہئے کہ ہم نصوص قرآن کو سائنس جدید کی تھیوریوں یا اس کی تحقیق پر ڈھالنا شروع کردیں۔

قرآن حکیم کی آیات محکم اور تردید و تنسیخ سے بلند و بالا ہیں اس کے مقابلہ میں عقل انسانی تحقیقات کی منزلیں طے کررہی ہے ہر روز نیا انکشاف ہوتا ہے۔اگرچہ اس کی یہ گمراہی بھی بہت پرانی ہے کہ ناکمل ہونے کے

باوجود جب نصوص شریعت پر نظر ڈالتی ہے تو اپنے آپ کو ناقص نہیں سمجھتی بلکہ اپنے آپ کو کامل ومکمل سمجھتی ہے اور اپنے زعم میں نصوص پر یہ احسان کرتی ہے کہ ان کی تکذیب وتردید نہیں کرتی۔ بلکہ حسب منشا تاویل کردیتی ہے۔ یعنی کوئی معنی پہنا دیتی ہے۔ مگر آنے والا دور فیصلہ کرتا ہے۔ کہ وہ ہمدردی خود فریب نظر تھی حقیقت کچھ اور ہے۔ تب ایک حقیقت پسند کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ آیت کلام اللہ بہر حال نا قابل تاویل وترمیم اور واجب الاحترام ہے۔

اس وقت ''آسمان'' زیر بحث ہیں۔ لہذا آسمانوں ہی کے سلسلہ میں ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ جس سے ایک طرف فلسفہ اور سائنس کے ارتقاء کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف عقل انسانی کی درماندگی اور درماندگی کے ساتھ اس کے غرور اور زعم باطل کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

مثال:

قرآن حکیم کی جو آیتیں اوپر بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے پہلی آیت لیجئے۔ جس میں آسمانوں کے متعلق ہے۔ ''وھی دخان'' (وہ دھواں تھے) جب آسمانوں کی اصل دخان فرمائی گئی تو ایک سوال قدرتی طور پر ہوتا ہے کہ ہمیں وہ کیوں نظر نہیں آتے۔ مگر اس سوال کا جواب آیات قرآنی ہی کو سامنے رکھ کر دیا جا سکتا ہے کہ اگر دخان نظر آتا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ جو ''دخان'' سے بنایا گیا ہو وہ بھی نظر آئے۔

قرآن پاک کی واضح آیات کے بموجب جنات اور شیاطین کی پیدائش ''نار'' سے ہوئی ہے۔ (سورہ نمبر ۵۵ رحمٰن آیت نمبر ۱۵ الحجر آیت نمبر ۲۷ وغیرہما) نار ہمیں نظر آتی ہے۔ مگر اس کی مخلوق جنات اور شیاطین نظر نہیں آتے۔ اس کے علاوہ دوسرا سوال فلسفی ہے کہ اس ''دخان'' کی حقیقت کیا ہے۔ اگر ہم کوتاہی عقل کا اعتراف کریں تو آسان اور سیدھا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہمیں بہت سی حقیقتوں کا علم نہیں، حتیٰ کہ خود اپنی حقیقت کا بھی علم نہیں۔ اسی طرح ہمیں اس ''دخان'' کی حقیقت کا بھی علم نہیں، لیکن حضرات فلاسفہ نے اس سادہ اور صاف جواب پر قناعت نہیں کی۔ انہوں نے اس دخان کی حقیقت پر بھی روشنی ڈالی۔ لیکن۔ ''فکر ہر کس بقدر ہمت اوست''

بارہویں صدی عیسوی کے مشہور فیلسوف اسلام امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ نے ''دخان'' کے متعلق بحث کے بعد بطور خلاصہ فرمایا۔ ''لا معنی لدخان الا اجزاء متفرقة غیر متواصلة عدیمة النور۔'' دخان کا مطلب یہی ہے۔ اس کے سواء کوئی مطلب نہیں کہ متفرق اجزاء (سلمات) جو آپس میں جڑے ہوئے اور ملے ہوئے نہیں تھے۔ اور ان میں روشنی نہیں تھی۔ (تفسیر کبیر ص ۳۵۵ ج ۷)

تقریباً آٹھ سو برس میں سائنس نے کافی ترقی کی۔ علامہ طنطاوی جو بیسویں صدی عیسوی میں سائنس جدید کے ماہر ہیں۔ اور قرآن پاک میں سب جگہ ان کو سائنس ہی نظر آتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ '' دخان ای مادة غازية نارية. اشبه بالدخان او بالسحاب او السديم۔ یعنی ایک ترقی پذیر آتش آمیز مادہ جو دھوئیں کے مشابہ تھا یا بادل کے یا کہر (کہاسے) کے۔ پھر فرماتے ہیں اس کا بھی ایک جہان ہے۔ دورہ حاضر کے علم جدید میں اس کو عالم سدیم کہتے ہیں اور سائنس جدید کے ماہرین اس طرح کے ساٹھ ہزار عالموں کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ یہ ایک عرصہ دراز تک حالت سدیمیہ پر رہتے ہیں۔ پھر وہ ''تکوین'' کے مراحل طے کرتے ہیں۔ بہت سے عالم ہیں جو تکوین

''ساخت اور وجود'' کے پہلے مرحلے میں ہیں اور بہت سے ہیں جو تمام وکمال کے قریب ہیں ۔ ابھی مکمل نہیں ہوئے اور جس طرح ہمارا یہ نظام شمسی ہے۔ جس کے اندر ہم موجود ہیں ۔ اس طرح بہت سے نظام شمسی ہیں (علمائے فارس کی اصطلاح ہژدہ ہزار عالم (اٹھارہ ہزار جہان) شاید صحیح ہو۔ محمد میاں) ان میں اسی طرح کے سیارے ہیں آفتاب ہیں زمینیں ہیں ص ٩٠ ج ١٩)۔

مزید تفصیل کے لئے کتاب ملاحظہ فرمائی جائے۔

قرآن پاک کی آیت اپنی جگہ پر ہے عالم اسلام چودہ سو برس سے اس کو اسی طرح تلاوت کر رہا ہے۔ اس کے بعد ایک طرف حضرت رازی کی تحقیق ہے۔ جس پر ان کو یہاں تک ناز ہے کہ فرماتے ہیں ۔''اس کے سواء دخان کے کوئی اور معنی ہو ہی نہیں سکتے۔'' دوسری طرف علامہ جوہری طنطاوی کی سائنس نواز تحقیق ہے۔''اگر چہ آسمان کا ٹھیک پتہ ان کو بھی نہیں معلوم ہوا مگر عالم اور جہان بے شمار بتا دیئے۔ اسی بناء پر دانش مندوں نے'' دانش کی تعریف کی ہے۔''اعتراف نادانی'' ابوالشکور بلخی فرماتے ہیں :۔

تا بدانجا رسید دانش من　　که بدانم همی که نادانم

یقیناً سلف صالحین دانشور تھے۔ انہوں نے ایسے تمام حقائق کے متعلق طے کرلیا تھا۔ کہ یہ'' یہ سوال'' کیف'' کیسے اور کس طرح ؟ غلط ہے۔ سلف صالحین کا مسلک نہایت صحیح اور پختہ تھا۔ کہ قرآن پاک عربی زبان میں ہے۔ اس نے خود بار بار کہا ہے۔''بلسان عربی مبین'' بس قرآن پاک میں جو الفاظ ہیں ۔ ان کا ترجمہ وہی کیا جائے گا جو فصیح اور بلیغ عربی کے لحاظ سے ہونا چاہئے ۔ باقی یہ کہ کیسے اور کیوں کر؟ اس کا علم عالم الحقائق خالق کائنات کے حوالہ۔

''حدیث از مطرب و مے گو و راز دھر کمتر جو کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمہ را''

مگر ہمارا یہ مطلب نہیں کہ غور وفکر ممنوع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غور وفکر پر اعتماد کر لینا اور اسی کو حرف آخر سمجھ لینا غلط ہے۔

سلسلہ کلام ختم کر دینے سے پہلے یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ کتاب الہدیٰ یعنی قرآن حکیم کا طرز استدلال منطقی یا فلسفی نہیں ہے۔ جس سے صرف خاص خاص افراد متاثر ہو سکتے ہیں ۔ بلکہ وہ خطیبانہ انداز میں استدلال کرتا ہے۔ یعنی اس کی نظر ذہنوں پر رہتی ہے ۔ اور جو بات عام ذہنوں میں جمی ہوئی ہے۔ اور ایسی جمی ہوئی ہے۔ گویا وہ اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ اسی کو پیش کر کے قوت فکر کو بیدار کرتا ہے۔

عوام کو ذہنوں میں یہ بات جمی ہوئی ہے اور اس کو وہ مشاہدہ کی طرح یقینی بات سمجھتے ہیں ۔ کہ چاند سورج آسمانوں میں ہیں ۔ سورۂ نوح اور سورۂ ملک کی مذکورہ بالا آیتوں کے اسلوب میں بھی یہی ذہن پیش نظر ہے ورنہ ظاہر ہے جب آسمان نظر ہی نہیں آئے تو یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ تہ بہ تہ ہیں ۔ اور ان میں کوئی سوراخ یا چھید نہیں ہے۔ اور چاند سورج آسمانوں میں ہیں مگر چونکہ عوام کا ذہن یہی ہے ۔ اور وہ اس کو مشاہدہ کی طرح یقینی سمجھتے ہیں ۔ تو قران پاک اس ذہن کو سامنے رکھ کر استدلال فرماتا ہے۔

متبع شریعت ہونے کے باوجود مصائب کیوں؟

(سوال ۹) خدا پاک کے فضل وکرم سے میں نماز پڑھتا ہوں، روزوں کا بھی پابند ہوں، منہیات شرعیہ سے بھی حتی الامکان بچتا ہوں، مگر پھر بھی اسباب رزق مہیا کرنے کے باوجود تکلیف سے گزران ہوتا ہے، اس لئے مناسب ورد بتلا کر ممنون کریں۔

(الجواب) روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کا کفارہ نہ نماز سے ہوتا ہے نہ روزہ سے، نہ حج سے، نہ عمرہ سے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان گناہوں کا کفارہ کس چیز سے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رزق حاصل کرنے میں جو تکالیف اور رنج پہنچتے ہیں ان سے ان کا کفارہ ہوتا ہے، لہذا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، گناہ کے کاموں سے بچتے رہیں، خدا پاک مشکل آسان کرے گا۔ ہوسکے تو روزانہ پانچ سو مرتبہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ پڑھ لیا کریں، انشاء اللہ تمام غموم وہموم سے نجات مل جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نقش ''نعل شریف'' کو دعاء کی قبولیت کے لئے سر پر رکھنا کیسا ہے؟

(سوال ۱۰) دعا کی قبولیت کے لئے نقش نعل شریف کو مئودبانہ سر پر رکھ کر نیازمندانہ خدا پاک سے کہا کرے۔ کہ ''اے خدا! اس نقشہ کی برکت سے میری فلاں حاجت پوری فرمادے۔'' پھر نقش سر سے اتار کر چہرے پر پھرائے اور چومے تو ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بے شک آنحضرت ﷺ کے استعمال شدہ مبارک کپڑے، پیراہن شریف تہبند شریف، جبہ شریف، موئے مبارک، وغیرہ یہ تمام چیزیں بڑی بابرکت اور قابل تعظیم اور لائق زیارت ہیں۔ ان کو عظمت اور محبت اور حسن عقیدت سے چومنا، سر پر رکھنا، بڑی سعادت اور دعاء کی قبولیت کے لئے بہت مؤثر ہے اور تعامل صحابہؓ سے بھی ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ گجراتی ص ۲۵۰۔ ۲۷۸ ج ۲)

اور حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ لکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کی مٹی کا وہ حصہ جو آپ ﷺ کے جسد اطہر اور مبارک اعضاء کے ساتھ ملحق ہے وہ کعبہ شریف اور عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے۔

(التصدیقات ص ٦)

مگر یہ فضیلت اصلی آثار اور سندی تبرکات کی ہیں۔ نقلی نقشے اور تصاویر کا یہ حکم نہیں۔ اور صحابہؓ کے عمل سے بھی ثابت نہیں خانہ کعبہ کا طواف عبادت ہے۔ حجر اسود کو بوسہ دینا عبادت ہے۔ تو کیا اس کے نقشہ اور تصویر کا بھی یہی حکم ہوگا؟ ہرگز نہیں!

مشہور واقعہ ہے:۔ کہ حضرت معاویہؓ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ تو آپؓ نے چاروں گوشوں کو بوسہ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ صرف دو گوشوں یعنی حجر اسود اور اس کے جانب کے دوسرے گوشہ (رکن یمانی) کو آنحضرت ﷺ نے بوسہ دیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت تو جذبہ میں فرمایا۔ ''اس باعظمت بیت کا کوئی حصہ قابل ترک نہیں (گویا ہر طرف بوسہ دینا چاہئے) مگر جب حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پ ۲۱) یعنی تمہارے لئے رسول خدا ﷺ کا عمل بہترین نمونہ ہے۔ تو اب

حضرت معاویہؓ کا سر تسلیم خم تھا۔ حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا۔ ''بے شک آپ کی بات صحیح ہے۔'' یعنی باعث اجرو ثواب اور باعث برکت وہی ہے جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے (مسند امام احمدؒ) اس واقعہ سے بھی نعل شریف کے نقشے اور تصویر کا مسئلہ سمجھا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ایمان وعقائد۔

کوئی شخص خدا کے وجود کا انکار کرنے لگے تو ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۱) ایک مسلمان نے مندرجہ ذیل کلمات کہے ہیں ''میں نے خدا کو ماننا چھوڑ دیا ہے (معاذ اللہ) اس لئے کہ جو لوگ خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے وہ بہت خوشحال ہو گئے ہیں جیسے یورپین قوم خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی تو ہوائی جہاز میں اڑنے لگی اور ہم ابھی تک دین ہی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں'' (معاذ اللہ) وہ اپنی اس بیہودہ بکواس پر اٹل ہے لوگ اسے سمجھاتے ہیں تو مانتا نہیں اور حجت بازی کرتا ہے تو ایسے شخص کے لئے شرع میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ شخص بدعقیدہ، ملحد اور بددین معلوم ہوتا ہے، اس پر توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔[1]
فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسلمانوں نے مندر میں مالی امداد کی اس سے ان کے ایمان میں نقص آیا یا نہیں؟

(سوال ۱۲) سال گذشتہ ہمارے یہاں ایک مندر بنایا گیا ہے اس کا سنگ بنیاد ہماری مسجد کے متوفی صاحب نے رکھا تھا اور دوسرے متوفی نے اس کا افتتاح کیا، ان دونوں متولیوں نے خود ان مندر کے بنانے میں مالی امداد کی اور دیگر مسلمانوں کو بھی مدد کرنے کی اپیل کی اور کہا کہ ان کی مدد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ان دونوں کے اپیل کرنے پر مسلمانوں نے دل کھول کر مالی تعاون لیا اب چند باتیں دریافت طلب ہیں۔
(۱) اس فعل سے ان دونوں متولی صاحبان کا ایمان باقی رہا یا نہیں؟ اور ایمان باقی نہ رہنے کی صورت میں ان کے لئے تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے یا نہیں؟ (۲) مسلمانوں کا مندر میں مالی امداد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳) جن مسلمانوں نے مالی تعاون کیا ان کے ایمان میں نقص آیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مندر بنانے میں مسلمانوں کو حصہ لینا اور مالی مدد کرنا درست نہیں قال اللہ تعالیٰ، **ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** ۔یعنی گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو، (سورۂ مائدہ) معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مروۃ اور لحاظ کی وجہ سے یہ کام کرنا پڑا ہے لہذا ایمان سے نکل جانے اور نکاح ٹوٹ جانے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، البتہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے لہذا اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرنی چاہئے۔
ہر قوم کو چاہئے کہ اپنے خاص مذہبی کاموں اور عبادت گاہوں سے متعلق کاموں میں دوسری قوموں کا تعاون قبول نہ کریں خصوصاً جب کہ ان کی مذہب میں یہ کام دین وثواب کا نہ ہو۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) رجل قال لآخر از خدائی بترس فقال خدائی کجاست یکفر فتاویٰ عالمگیری احکام المرتدین ما یتعلق بذات اللہ الخ ج ۲. ص ۲۶۲.
(۲) وبشرائه یوم النیروز لم یکن یشتریه قبل ذلک تعظیما للنیروز لا للاکل والشرب وباهدائه ذلک الیوم للمشرکین ولو بیضته تعظیما لذلک، فتاویٰ عالمگیری، احکام المرتدین مایتعلق بتلقین الکفر الخ. ج: ۲ ص: ۲۷۷

کنواں کھودنے کے لئے غیر مسلم سے مشورہ کرنا اور اس کی بات پر یقین کرنا

(سوال ۱۳) ہمارے علاقہ سوراشٹر میں جاہل مسلمان کاشتکار جب کھیت میں کنواں کھودنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس بات کی تحقیق کے لئے کہ پانی کہاں زیادہ ہوگا۔ ایک کافر کے پاس جاتے ہیں، جب اس کے پاس جاتے ہیں تو وہ یہ سوال کرتا ہے کہ تم کس کام کے لئے آئے ہو؟ مسلمان جواب دیتا ہے کہ کنواں کھودنا ہے پانی کہاں زیادہ ہوگا مسلمان اتنا کہہ کر خاموش ہوجاتا ہے اس کے بعد وہ کافر اس زمین کا پورا پتہ...... اس کا جائے وقوع اور علامات...... اور کنویں کی جگہ بتاتا ہے مسلمان اس پر عمل کرتے ہوئے کنواں کھودتے ہیں، کیا ان باتوں کو سچ مان کر اس پر عمل کرسکتے ہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) اس قسم کی باتیں غیر مسلموں سے پوچھنا اور اس پر یقین کرنا اور اس کے مطابق عمل کرکے خوش ہونا، کافرانہ عمل اور مشرکانہ عقیدہ ہے اس سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ اس قسم کی باتوں کو بالکل خیال میں نہ لانا چاہئے۔ اور ان کو کمال اور کرامت نہ سمجھنا چاہئے۔ دجال سے تو اس سے بھی زیادہ عجیب عجیب باتیں ظاہر ہوں گی۔ مردوں کو زندہ کرے گا۔ اس کے ساتھ اس کی جنت جہنم ہوگی اپنے ماننے والوں کو جنت میں اور جھٹلانے والوں کو جہنم میں داخل کرے گا، قحط سالی ہوگی کسی کے پاس اناج غلہ نہ ہوگا دانہ دانہ کے محتاج ہوں گے۔ ایسی حالت میں بارش برسائے گا 'اناج پیدا کرے گا۔ اور اپنے اوپر ایمان لانے والوں کو اناج دے گا، مدفون اور مخفی خزانے اس کے حکم کے تابع ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا ان چیزوں کی وجہ سے اس کو برحق مانا جاسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ از روئے حدیث اس وقت جو دجال کی باتوں کو مانے گا وہ کافر ہوجائے گا۔ اور ابدی نار کا مستحق ہوگا۔ لہذا آئندہ اس کے پاس جانے سے توبہ کی جائے اور دوسروں کو بھی روکا جائے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہندوؤں کے تہوار ''ہولی'' میں شریک ہونا حرام ہے

(سوال ۱۴) ہمارے اطراف کے بہت سے گاؤں میں جب ہندوؤں کا ''ہولی'' کا تہوار آتا ہے تو بڑی تعداد میں مسلمان مرد اور عورتیں ہولی سلگانے کے وقت وہاں جاتے ہیں اور اس کے سلگانے میں عملاً حصہ لیتے ہیں اور اس موقعہ کی تمام رسومات ادا کرتے ہیں۔ اس کے ارد گرد چکر لگاتے ہیں حتیٰ کہ بعض لوگ تو سجدہ تک کرتے ہیں جب صحیح العقیدہ مسلمان ان کو روکتے ہیں تو وہ لوگ جواب دیتے ہیں تم کو ہمارے اعمال سے کیا نسبت؟ تم ہمیں کچھ نہ کہو اور نازیبا الفاظ کہتے ہیں، ہمیں ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے ان کو کس طرح سمجھانا چاہئے کیا ہم ان سے بالکل قطع تعلق کرلیں؟ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں، بینواتوجروا۔

(الجواب) جب قبر پرستی اور تعزیہ داری میں شریک ہونا اور حصہ لینا جائز نہیں تو ہولی میں شریک ہونا اور عملاً حصہ لینا کس طرح جائز ہوسکتا ہے، ہولی کے ارد گرد چکر لگانا، سجدہ کرنا ناریل وغیرہ چڑھانا قطعاً حرام اور مشرکانہ افعال ہیں۔ (۲)

(۱) اگر مذکورہ مسلمان اس لئے کافر کے پاس جاتا ہے کہ آثار اور علامت دیکھ کر وہ بتلادیتا ہے کہ اس جگہ پانی ہے اور اسے اس بارے میں تجربہ ہے کہانت وغیرہ کا دخل نہ ہو تو پاس جانے میں کوئی مضائقہ نہیں اس پر عمل کیا جاسکتا ہے جیسے ہدہد پرندے کو اللہ تعالیٰ نے یہ صفت دے رکھی ہے کہ وہ اس جگہ کی نشاندہی کردیتا ہے جہاں پانی زمین میں ہوتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام ہدہد سے یہ کام لیتے تھے

(۲) وبخروجه الى نيروز المجوس لموافقته معهم فيما يفعلون فى ذلك اليوم وبشرائه شيئاً لم يكن يشتريه قبل ذلك [illegible] ز لا للاكل والشرب الخ. فتاوىٰ عا[illegible] [illegible]م المرتدين مايتعلق بتلقين الكفر الخ. ج: ۲ ص: ۲۷۷

یہ لوگ ان پڑھ اور علوم دینیہ سے ناواقف ہیں اسلامی تعلیم انہوں نے حاصل نہیں کی اس بناء پر ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے دینی تعلیم کا بندوبست کرنا علماء حقہ کو وقتاً فوقتاً بلا کر وعظ و نصیحت کرانا نماز کا عادی بنانا یہ دین کی بڑی خدمت ہوگی ۔ اور اس طرح ان کی اصلاح ہو سکتی ہے ۔ ان سے متنفر ہو کر قطع تعلق کر لینے میں ان کے اسلام ہی سے نکل جانے کا خطرہ ہے لہذا حکومت عملی اور نرم کلامی اور حسن اخلاق سے ان کو سمجھانا اور ان کے لئے دینی علوم کے حصول کا بندوبست کرنا آپ لوگوں کا اسلامی فریضہ ہے آپ کی مساعی جمیلہ سے اگر قوم کا ایک شخص راہ راست پر آ گیا تو یہ دین کی بڑی خدمت ہوگی اور دوسروں کا بھی راہ راست پر آنے کا ذریعہ ہوگا اور یہ دینی سعی انشاء اللہ آپ کے لئے ذخیرۂ آخرت ہوگی ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

بزرگوں کے طفیل سے دعا مانگنا جائز ہے مگر مزار پر حاضر ہونا ضروری نہیں ہے

(سوال ۱۵) مزار پر جانا اور مزار کے سامنے بیٹھ کر صاحب مزار کے طفیل اور توسل سے دعا مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا ۔

(الجواب) بزرگوں کے طفیل سے دعا مانگنا جائز ہے مگر اس کے لئے مزار پر حاضری ضروری نہیں ہے ۔ دعا صاحب مزار سے مانگنا نہیں ہے خدا سے مانگنا ہے اور خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور موجود ہے ۔ (۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ ۱۷ ۔ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ۔

(۱) تقلید شرعی یعنی ائمہ کی تقلید:

(۲) تقلید کی ضرورت اور تقلید ائمہ اربعہ کے وجوب پر امت کا اجماع:

(سوال ۱۶) کیا فرماتے ہیں موولا نا مفتی عبدول رحیم صاحب اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر بھروچ میں ایک شخص نے اہل حدیث مذہب قبول کر لیا ہے اور وہ نماز میں ہر رقاعت میں رفع الیدین کرتا ہے اور زہری نماز میں زھر سے آمین کہتا ہے تو ہمارے حنفی بھائی اس کو بدعتی کہتے ہیں تو رفع الیدین کرنا اور آمین کہنا سنت ہے یا بدعت؟ برائے مہربانی سے بقاعدۂ محدثین سے جواب عتا فرمائیے بحوالہ کتاب سے ۔

(۲) اس اہل حدیث بھائی کا کہنا ہے کہ نماز میں رفع الیدین کرنا ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت سے سابت ہے اور یہ مسئلہ حنفی مذہب کی کتاب حدایہ جلد نمبر اص :۳۷۹ میں ہے کہ آنخضرت ﷺ نے آخر وقت تک رفع الدین کیا ہے اور آمین بال زھر کا مسئلہ بھی حدایہ جلد نمبر اص :۳۶۲ میں موجود ہے تو آمین اور رفع الیدین کرنا سنت ہے یا بدعت برائے مہربانی سے بحوالۂ کتاب جواب عتا فرمائیے ۔ از بھروچ ۔

نوٹ :۔ بعد از تحقیق معلوم ہوا ہے کہ سائل خود ہی غیر مقلد بن چکا ہے ۔ اس لئے جواب میں اسی کو مخاطب کیا گیا ہے ۔

---

(۱) قوله لا نه لا حق للخلق على الخالق قد قال انه لا حق لهم وجو با على الله تعالىٰ لكن سبحانه، وتعالىٰ جعل لهم حقاً من فضله او يراد بالحق الحرمة والعظمة فيكون من باب الو سلة وقد قال الله تعالىٰ وابتغوا اليه الو سيلة وقد عد من آداب الدعآء التوسل على ما فى الحصن وحآد فى رواية ، اللهم انى اسألك بحق سائلين عليلك ...... وقال السبكى لحسن التوسل بالنبى الى ربه الى ابى ولم ينكره احد من السلف ولا الخلف الا ابن تيميه ج. ا الخ رد المختار حضر والا باحت ، فصل فى البيع ج. ٦ ص ٣٩٧.

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً وباللہ التوفیق۔ سوالی کی عبارت بعینہ وہی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے۔ سائل تقلید اور مذہب حنفی چھوڑ کر غیر مقلد (لامذہب) بن گیا ہے۔ علم کا حال یہ ہے کہ بارہ تیرہ سطر کے سوال میں بیس ۲۰ ۔ پچیس ۲۵ املاء کی غلطیاں ہیں۔ جب اردو زبان میں اس کا انتہائے علم یہ ہے کہ اردو نہ صحیح لکھنا آتا ہے نہ پڑھنا تو قرآن اور احادیث کی عربی کتابیں کیا سمجھ سکتے ہیں؟

''قیاس کن زگلستان من بہار مرا''

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں:۔ وانما حق العوام ان یومنوا ویسلموا ویشتغلوا بعبادتهم ومعايشهم ويتركوا العلم للعلماء فالعامي لويزني ويسرق كان خيراً له من ان يتكلم في العلم فانه من تكلم في الله وفي دينه من غير اتقان العلم وقع في الكفر من حيث لا يدري كمن يركب لجة البحر وهو لا يعرف السباحة.

یعنی عوام کا فرض ہے کہ ایمان اور اسلام لا کر اپنی عبادتوں اور روزگار میں مشغول رہیں علم کی باتوں میں مداخلت نہ کریں اس کو علماء کے حوالے کر دیں۔ عامی شخص کا علمی سلسلہ میں حجت کرنا زنا اور چوری سے بھی زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے کیونکہ جو شخص دینی علوم میں بصیرت اور پختگی نہیں رکھتا وہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے مسائل میں بحث کرتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ وہ ایسی رائے قائم کرے جو کفر ہو اور اس کو اس کا احساس بھی نہ ہو کہ جو اس نے سمجھا ہے وہ کفر ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو تیرنا نہ جانتا ہو۔ اور سمندر میں کود پڑے۔

(احیاء العلوم ص ۳۵ ج ۳)

عام مسلمانوں کو شرعی حکم معلوم کر کے ان پر عمل کرنا ضروری ہے باریکیوں میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے حدیث میں ہے۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے علمی دقائق بتلایئے۔ آپ ﷺ نے چند سوالات کئے (۱) تو خدا کی معرفت حاصل کر چکا؟ (۲) تو نے اللہ کے کتنے حقوق ادا کئے؟ (۳) تجھے موت کا علم ہے؟ (۴) تو موت کی تیاری کر چکا؟ آخر میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو جا اولاً بنیاد مضبوط کر پھر آ تو میں تجھے علمی دقائق سے باخبر کروں۔

(جامع بیان العلم ص ۱۳۲)

اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی ہے:۔ اتخذ الناس رؤساً جهالاً فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا! (مشکوۃ شریف ص ۳۳ کتاب العلم)

یعنی۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ (ایسا زمانہ آئے گا کہ) لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے اور ان سے مسائل دریافت کریں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ان حالات میں تقلید اور مذاہب حقہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) چھوڑ کر غیر مقلد (لامذہب) بن جانا اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا اور مجتہدین کی تقلید کو باطل اور شرک سمجھنا اور مذہب حقہ کو ناحق کہنا اور ائمہ دین کو قرآن و احادیث کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرنے والا بتلانا حرام اور موجب گمراہی ہے۔ ایسے لوگوں کو تو ''اہل حدیث'' کہنا بھی نازیبا ہے۔ جس طرح فرقۂ ضالہ منکرین حدیث کو ''اہل قرآن'' کا نام دینا مناسب اور جائز نہیں اسی طرح

سائل کا اپنے کو اہل حدیث کہنا اور کہلوانا اپنی ذات اور قوم کو دھوکا دینا اور گمراہ کرنا ہے غیر مقلدین کے پیشوا مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ '' اشاعت السنہ جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۱۰ کے ص ۲۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں، غیر مجتہد مطلق کے لئے مجتہدین سے فرار وانکار کی گنجائش نہیں، اور اسی اشاعت السنہ کے جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۱۱ کے ص ۵۳ میں وضاحت فرماتے ہیں:۔

'' پچیس ۲۵ برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں سے بعض عیسائی ہوجاتے ہیں اور بعض لا مذہب، جو کسی دین ومذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو اس آزادی (غیر مقلدیت) کا ادنیٰ کرشمہ ہے، ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت اور نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سود شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی کے باعث فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔ کفر وارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہوجانے کا بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ کم علمی کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں (بحوالہ سبیل الرشاد ص ۱۰ اور کلمۃ الفصل ص ۱۰ اور تقلید ائمہ ص ۱۶۔ ۱۷ مولانا اسماعیل ؒ سنبھلی۔

اسی طرح فرقۂ اہل حدیث کے مجدد جناب نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی اپنی جماعت اہل حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ **فقد نبت فی ھذہ الزمان فرقۃ ذات سمعۃ ورياء تدعی انفسھا علم الحدیث والقران والعمل والعرفان.** (الحطہ فی ذکر صحاح الستہ ص ۶۷. ۶۸)

یعنی اس زمانہ میں ایک فرقہ شہرت پسند ریا کار ظہور پذیر ہوا ہے جو باوجود ہر طرح کی خامی کے اپنے لئے قرآن وحدیث پر علم وعمل کا مدعی ہے حالانکہ اس کو علم وعمل اور معرفت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ آگے اسی مضمون کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ **فیا للعجب این یسمون انفسھم الموحدین المخلصین وغیرھم بالمشرکین وھم اشد الناس تعصباً وغلواً فی الدین.** یعنی بڑے تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین کیونکر خود کو خالص موحد کہتے ہیں اور مقلدین کو (تقلید ائمہ کی وجہ سے) مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ غیر مقلدین خود تو تمام لوگوں میں سخت متعصب اور غالی ہیں۔ پھر اسی مضمون کے ختم پر لکھتے ہیں۔ **فما ھذا دین الا فتنۃ فی الارض وفساد کبیر** یعنی یہ طریقہ (جو غیر مقلدین کا ہے) کوئی دین نہیں یہ تو زمین میں فتنہ اور فساد عظیم ہے (بحوالہ تقلید ائمہ ص ۱۷۔ ۱۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ عقد الجید میں تحریر فرماتے ہیں۔

"باب تاکید الاخذ بمذاھب الاربعة والتشدید فی ترکھا والخروج عنھا :. اعلم ان فی الاخذ بھذہ المذاھب الاربعة مصلحةً عظیمةً وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدة کبیرة .

ترجمہ:۔ باب سوم، ان چار مذہبوں کے اختیار کرنے کی تاکید اور ان کو چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی ممانعت شدیدہ کے بیان میں۔ اعلم۔ جاننا چاہئے کہ ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے میں ایک بڑی مصلحت ہے اور ان سب سے اعراض وروگردانی میں بڑا مفسدہ ہے۔ (عقد الجید مع سلک مروارید ص ۳۱)

اور اسی کتاب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔ **وثانیاً قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا**

السواد الا عظم ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الا ربعة كان اتباعها اتبا عاً للسواد الا عظم .
ترجمہ:۔ اور مذہب کی پابندی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ سواد اعظم یعنی بڑے معظم جتھے کی پیروی کرو اور چونکہ مذاہب حقہ سوائے ان چاروں مذہب کے باقی نہیں رہے تو ان کی پیروی کرنا بڑے گروہ کی پیروی کرنا ہے اور ان سے باہر نکلنا بڑی معظم جماعت سے باہر نکلنا ہے۔ (جس میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور تاکیدی ارشاد کی خلاف ورزی لازم آتی ہے) (عقد الجید مع سلک مروارید ص ۳۳)

ملاحظہ فرمائیے! حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ مذاہب اربعہ کے مقلدین کو سواد اعظم فرما رہے ہیں اور عامی غیر مقلد کو سواد اعظم سے خارج بتلا رہے ہیں اس لئے جو لوگ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید نہیں کرتے وہ شتر بے مہار کی طرح ہیں اور درحقیقت وہ خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان مبارک ہے۔ اتبعوا السواد الا عظم . (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) باب مجمع بحار الانوار ص ۱۴۳ ج ۳)

دوسری حدیث میں ہے۔ عليكم بالجماعة تم پر ضروری ہے کہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱)

تیسری حدیث:۔ ان الله لا يجمع امتی علی ضلالة. اللہ تعالیٰ میری امت کو ضلالت اور گمراہی پر جمع (متفق) نہیں کرے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۰)

چوتھی حدیث:۔ لن تجتمع امتی علی الضلالة.[1] ترجمہ۔ میری امت (کے علماء وصلحاء) کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہوں گے۔

پانچویں حدیث:۔ ويد الله على الجماعة ومن شذ شذ فی النار ،یعنی (جس مسئلہ میں مسلمانوں میں اختلاف ہو جائے تو جس طرف علماء وصلحاء کی اکثریت ہو ان کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ اس لئے کہ) جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے یعنی اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور جو ان سے الگ رہا (اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنائی) وہ جہنم میں تنہا ڈالا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ ایضاً)

چھٹی حدیث:۔ ان الشيطان ذئب الا نسان كذئب الغنم يا خذ الشاذة والقاصية والناحية واياكم والشعاب وعليكم بالجماعة والعامة. شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے جس طرح کہ بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے (اور وہ) ایسی بکریوں کو پھاڑ کھاتا ہے جو ریوڑ سے نکل کر الگ پڑ گئی ہو یا چرتے چرتے دور نکل گئی ہو یا جو غفلت کی وجہ سے ایک کنارے رہ گئی ہو...... (اسی طرح تم بھی اپنے کو جماعت سے الگ ہونے سے بچاؤ) اور جماعت عامہ (سواد اعظم) میں اپنے آپ کو شامل رکھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱ ایضاً)

ساتویں حدیث:۔ من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الا سلام عن عنقه . جس نے ایک بالشت کے برابر بھی جماعت سے علیحدگی اختیار کی (یعنی چند مسائل میں قلیل مدت کے لئے بھی ان سے علیحدگی اختیار کی) تو بے شک اس نے اپنی گردن میں سے اسلام کی رسی نکال ڈالی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۱ ایضاً)

آٹھویں حدیث:۔ اثنان خير من واحد وثلا ثة خير من اثنين واربعة خير من ثلاثة فعليكم بالجماعة . الخ . یعنی دو ایک سے بہتر ہیں۔ تین دو سے بہتر ہیں۔ اور چار تین سے (جب یہ فضیلت ہے) تو

---

[1] قال السخاوی: وبالجملة فهوحديث مشهور المتن ذو اسانيد كثيرة وشواهد متعددة فى الرنوع وغيره المقاصد الحسنة ص ۴۶۰

جماعت کو لازم پکڑے رہو (یعنی ان میں شامل ہوجاؤ) اس لئے کہ خدا تعالیٰ میری امت کو ہدایت پر ہی متفق کرتا ہے۔ (موائد العوائد ص ۱۲۲)

نویں حدیث:۔من خرج من الطاعة وفارق الجماعة مات ميتةً جاهلية (نسائی عن ابی ہریرة)

دسویں حدیث:۔مارآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن ، (احمد فی کتاب السنة بحواله المقاصد الحسنة ص ۳۶۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ جو اپنے دور کے بلند پایہ محدث بے مثال فقیہہ زبردست اصولی جامع المعقول والمنقول اور مجتہد تھے۔ جن کو غیر مقلدین کے پیشوا مولانا صدیق حسن خان صاحبؒ بھی رئیس المجتہدین اور سردار تسلیم کرتے تھے اور آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔"اگر وجوداو درصدر اول درزمانۂ ماضی بود امام الائمہ وتاج المجتہدین شمردہ می شود۔

ترجمہ:۔اگر شاہ صاحب کا وجود صدر اول (پہلے زمانہ) میں ہوتا تو اماموں کے امام اور مجتہدین کے سردار شمار ہوتے۔ اتنے بڑے درجہ کے عالم تقلید کے متعلق کیا فرماتے ہیں وہ ملاحظہ کیجئے۔ لان الناس لم يزالوا من زمن الصحابة الىٰ ان ظهرت المذاهب الاربعة يقلدون من اتفق من العلماء من غير نكير من احد يعتبر انكاره، ولو كان ذلك باطلاً لانكره'.

ترجمہ:۔کیونکہ صحابہ کے وقت سے مذاہب اربعہ کے ظہور تک لوگوں کا یہی دستور رہا کہ جو عالم مجتہد مل جاتا اس کی تقلید کر لیتے اس پر کسی بھی معتمد علیہ شخصیت نے نکیر نہیں کی اور اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ حضرات (صحابہ و تابعین) ضرور نکیر فرماتے:۔ (عقد الجید مع سلک مروارید ص ۲۹)

نیز آپ امام بغویؒ کا قول بطور تائید نقل فرماتے ہیں:۔

ويجب علىٰ من لم يجمع هذه الشرائط تقليده، فيما يعن له، من الحوادث.

ترجمہ:۔اور اس شخص پر جو ان شرائط (یعنی اجتہاد کی شرائط) کا جامع نہیں اس پر کسی مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے ان حوادث (مسائل) میں جو اس کو پیش آویں (عقد الجید ص ۹)

اور فرماتے ہیں:۔ وفى ذلك (اى التقليد) من المصالح مالا يخفى لا سيما فى هذه الايام التى قصرت فيها الهمم جداً واشربت النفوس الهوىٰ واعجب كل ذى رأى برأيه.

ترجمہ:۔اور اس میں (یعنی مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے میں) بہت سی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں ہیں خاص کر اس زمانہ میں جب کہ ہمتیں بہت پست ہوگئی ہیں اور نفوس میں خواہشات نفسانی سرایت کرگئی ہیں اور ہر رائے والا اپنی رائے پر ناز کرنے لگا ہے۔ (حجة الله البالغة مترجم ص ۳۶۱ ج ۱ باب الفرق بين اهل الحديث واصحاب الرائ۔

اور فرماتے ہیں:۔وبعد المأتين ظهرت فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد علىٰ مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب فى ذلك الزمان.

ترجمہ:۔اور دوسری صدی کے بعد لوگوں میں متعین مجتہد کی پیروی (یعنی تقلید شخصی) کا رواج ہوا اور بہت کم

لوگ ایسے تھے جو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ رکھتے ہوں (یعنی عموماً تقلید شخصی کا رواج ہو گیا) اور یہی طریقہ اس وقت رائج تھا۔ (انصاف مع ترجمہ کشاف ص ۵۹)

اور فرماتے ہیں:۔ وھذہ المذاھب الا ربعة المدو نة المحررة قد اجتمعت الا مة او من یعتد بھا منھا علیٰ جواز تقلید ھا الیٰ یو منا ھذا۔ اور یہ مذاہب اربعہ جو مدون و مرتب ہو گئے ہیں پوری امت نے یا امت کے معتمد حضرات نے ان مذاہب اربعہ مشہورہ کی تقلید کے جواز پر اجماع کر لیا ہے (اور یہ اجماع) آج تک باقی ہے (اس کی مخالفت جائز نہیں بلکہ موجب گمراہی ہے) (حجة الله البالغة ج ۱ ص ۳۶۱ فصل فی مسائل ضلت فیھاالا قدام)۔

اور فرماتے ہیں:۔ وبالجملة فالتمذھب للمجتھدین سراً الھمه الله تعالیٰ العلماء جمعھم علیه من حیث یشعرون اولا یشعرون۔

ترجمہ:۔ الحاصل ان مجتہدین (امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) کے مذہب کی پابندی (یعنی تقلید شخصی) ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں الہام کیا ہے اور اس پر ان کو متفق کیا جائے وہ تقلید کرنے کی مصلحت اور راز کو جانیں یا نہ جانیں (یعنی تقلید کی حکمت اور خوبی ان کو معلوم ہو یا نہ ہو) (انصاف عربی ص ۴۷، انصاف مع کشاف ص ۶۳)

اور فرماتے ہیں۔ انسان جاھل فی بلاد الھند و بلاد ما وراء النھر ولیس ھناک عالم شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتاب من کتب ھذہ المذاھب وجب علیه ان یقلد لمذھب ابی حنیفة ویحرم علیه ان یخرج من مذھبه لانه حینئذ یخلع من عنقه ربقة الشریعة ویبقی سدیً مھملاً۔

ترجمہ:۔ کوئی جاہل عامی انسان ہندوستان اور ماوراءالنہر کے شہروں میں ہو (کہ جہاں مذہب حنفی پر ہی زیادہ تر عمل ہوتا ہے) اور وہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کوئی کتاب ہو تو اس وقت اس پر واجب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ہی کے مذہب کے تقلید کرے اور اس پر حرام ہے کہ حنفی مذہب کو ترک کر دے اس لئے کہ اس صورت میں شریعت کی رسی اپنے گردن سے نکال پھینکنا ہے اور مہمل و بیکار بن جانا ہے (انصاف عربی ص ۵۳ مع ترجمہ کشاف ص ۷۰۔۷۱)

حضرت شاہ صاحبؒ کو باوجود مجتہد ہونے کے آنحضرت ﷺ کی جانب سے تقلید کرنے پر مامور کیا گیا اور دائرۂ تقلید سے خروج کی ممانعت کی گئی۔ چنانچہ آپ فیوض الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں:۔ واستفدت منه صلی الله علیه وسلم ثلثة امور خلاف ما کان عندی وما کانت طبعی تمیل الیه اشد میل فصارت ھذہ الاستفادة من براھین الحق تعالیٰ علی ۔ الی قوله ۔ وثا نیھما الو صاة بالتقلید بھذہ المذاھب الا ربعة لا اخرج منھا ۔الخ۔

ترجمہ:۔ مجھے آنحضور ﷺ کی جانب سے ایسی تین باتیں حاصل ہوئیں کہ میرا خیال پہلے ان کے موافق نہ تھا اور اس طرف قلبی میلان بالکل نہ تھا یہ استفادہ میرے اوپر برہان حق بن گیا۔ ان تین امور میں سے دوسری بات یہ تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں مذاہب اربعہ کی تقلید کروں اور ان سے باہر نہ جاؤں (فیوض الحرمین ص

۶۴-۶۵)(مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

اورفرماتے ہیں:۔وعرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذہب الحنفی طریقۃً انیقۃً ھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابہ ، حضور اقدس ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریقہ ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی (فیوض الحرمین ص ۴۸)

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے مذکورہ فرامین عالیہ کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) صحابہؓ اور تابعینؒ کے مبارک زمانہ میں نفس تقلید کا رواج ودستور بلا خلاف جاری وساری تھا۔

(۲) مذاہب اربعہ (حنفی ، مالکی ، شافعی ، حنبلی) کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے (جواز روئے حدیث واجب ہے) اور مذاہب اربعہ کے دائرہ سے خروج سواد اعظم سے خروج ہے (جو گمراہ کن ہے)

(۳) دوسری صدی کے بعد تقلید شخصی (مذاہب اربعہ میں سے صرف ایک کی تقلید) کی ابتدا ہو چکی تھی۔

(۴) مذاہب اربعہ میں سے ایک مذہب کی تقلید یعنی تقلید شخصی منجانب اللہ ایک الہامی راز ہے۔

(۵) مذاہب اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع ہے۔

(۶) غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے۔

(۷) تقلید شخصی میں دینی مصالح وفوائد ہیں۔

(۸) مجھے مذاہب اربعہ کے دائرہ میں رہنے کی آنحضرت ﷺ نے وصیت فرمائی ہے۔

(۹) مذہب حنفی مطابق سنت ہے اس کی شہادت خود آنحضرت ﷺ نے دی ہے۔

(۱۰) عوام (یعنی غیر مجتہد) کے لئے تقلید چھوڑنا حرام ہے، بلکہ دائرۂ اسلام سے نکل جانے کا پیش خیمہ ہے (جس کا اعتراف انہیں کے جماعت کے پیشوا مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے کیا ہے جسے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔تلک عشرۃ کاملۃ.

غیر مقلدین کی دھوکہ دہی سے عوام الناس اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ محدثین انہیں کے طبقۂ خاص سے تعلق رکھتے تھے (یعنی غیر مقلد تھے) اور یہ حضرات مذاہب اربعہ میں سے کسی کے پابند نہ تھے۔حالانکہ یہ بات سرتا سر غلط ہے، تمام محدثین عظام سوائے معدودے چند کے سب مقلد تھے۔مثلاً ملاحظہ کیجئے۔

امام بخاریؒ، باوجود مجتہد ہونے کے صحیح قول کے مطابق مقلد تھے اور شافعی تھے۔غیر مقلدین کے پیشوا جناب نواب صدیق حسن خان صاحبؒ بھوپالی نے اپنی کتاب ''الحطۃ فی ذکر صحاح الستۃ'' میں تحریر کیا ہے کہ امام بخاریؒ کو امام ابو عاصمؒ نے جماعت شافعیہ میں ذکر کیا ہے۔ وقد ذکرہ ابو عاصمؒ فی طبقات اصحابنا الشافعیۃ نقلاً عن السبکی ، اور اسی کتاب کے ص ۱۲۷ فصل نمبر ۶ میں امام نسائی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔ کان احدا علام الدین وارکان الحدیث امام اھل عصرہ ومقدمھم بین اصحاب الحدیث وجرحہ وتعدیلہ معتبر بین العلماء وکان شافعی المذھب. یعنی: امام نسائی دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ،

حدیث کے ارکانوں میں سے ایک رکن، اپنے زمانہ کے امام اور محدثین کے پیشوا تھے ان کی جرح وتعدیل علماء کے یہاں معتبر ہے اور آپ شافعی المذہب تھے (حطہ ص ۱۲۷)

امام ابوداؤد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ فقیل حنبلی وقیل شافعی امام ابوداؤد حدیث اور علل حدیث کے حافظ، تقویٰ وپرہیزگاری، علم وفقہ صلاح واتقان میں عالی مقام رکھتے تھے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ آپ شافعی تھے یا حنبلی، بعض حنبلی کہتے ہیں۔ اور بعض شافعی (۱۳۵ حطہ فی ذکر صحاح الستۃ) اس کے علاوہ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام بیہقیؒ، امام دارقطنیؒ، امام ابن ماجہؒ یہ سب مقلد تھے اور صحیح قول کے مطابق شافعی تھے۔ امام یحییٰ بن معین، محدث یحییٰ بن سعید القطان محدث یحییٰ بن ابی زائدہ، محدث وکیع بن جراح۔ امام طحاوی، امام زیلعی یہ سب مقلد تھے اور حنفی تھے۔ علامہ ذہبی۔ ابن تیمیہ، ابن قیم ابن جوزی، شیخ عبدالقادر جیلانی یہ حنبلی تھے۔

کیا ان محدثین عظام وعلمائے کبار کو یہ معلوم نہ تھا کہ تقلید شرک بدعت اور حرام ہے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی بننا ناجائز اور بدعت ہے غرض سوائے معدودے چند (داؤد ظاہری ابن حزم وغیرہ) کے تمام محدثین، علماء، مشائخ، عارفین ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کرتے چلے آئے ہیں۔ ہندوستان ہی میں دیکھ لیجئے کہ جس قدر علماء کبار، مشائخ عظام اور اولیاء اللہ گذرے ہیں وہ سب کے سب تقلید کے پابند تھے اور تقریباً سب ہی امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے مثلاً۔ شیخ علی متقی صاحب کنزالعمال المتوفی ۹۷۵ھ شیخ عبدالاول جونپوری صاحب، فیض الباری شرح بخاری، شیخ عبدالوہاب برہانپوری متوفی ۱۰۰۱ء شیخ محمد طاہر پٹنی گجراتی صاحب مجمع بحار متوفی ۹۸۷ھ محدث ملاجیون صدیقی متوفی ۱۱۳۰ھ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات متوفی ۱۰۵۲ھ پھر ان کی اولاد میں محدث شیخ نورالحق صاحب تیسیر القاری فارسی شرح بخاری متوفی ۱۰۷۳ھ، محدث شیخ فخرالدین شارح بخاری وشارح حصن حصین۔ شیخ الاسلام محدث شیخ سلام اللہ شارح مؤطا مسمیٰ بہ محلی متوفی ۱۲۲۹ھ شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ شاہ عبدالقادر محدث ومفسر قرآن دہلوی المتوفی ۱۲۳۲ھ شاہ عبدالغنی محدث دہلوی متوفی ۱۲۹۶ھ شاہ اسحاق محدث دہلوی متوفی ۱۲۶۲ھ شاہ اسماعیل شہید متوفی ۱۲۴۶ھ شاہ قطب الدین صاحب مظاہر حق متوفی ۱۲۸۹ھ شاہ رفیع الدین

محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۳ھ شاہ محمد یعقوب محدث دہلوی متوفی ۱۲۸۲ھ قاضی محب اللہ بہاری متوفی ۱۱۱۹ھ جنہوں نے ۱۱۰۹ھ میں اصول فقہ کی مشہور کتاب مسلم الثبوت تصنیف فرمائی۔ محدث کبیر قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ، الشیخ الامام العلامہ نورالدین احمد آبادی گجراتی حنفی صاحب نورالقاری شرح بخاری متوفی ۱۱۵۵ھ، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی حنفی متوفی ۹۹۸ھ محدث مفتی عبدالکریم نہروانی گجراتی صاحب نہرالجاری شرح بخاری متوفی ۱۰۱۴ھ الشیخ المحدث محی الدین عبدالقادر احمد آبادی گجراتی متوفی ۱۰۳۸ھ الشیخ المحدث خیرالدین بن محمد زاہد السورتی متوفی ۱۲۰۶ھ بحرالعلوم علامہ عبدالعلی لکھنوی صاحب شرح مسلم الثبوت وغیرہ متوفی ۱۲۲۵ھ۔ جامع معقول ومنقول ابوالحسنات علامہ عبدالحئی لکھنوی صاحب تصانیف کثیرہ متوفی ۱۳۰۴ھ محدث مولانا احمد علی سہارنپوری محشی بخاری متوفی ۱۲۹۷ھ متکلم اسلام مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند متوفی ۱۲۹۸ھ، فقیہ لاثانی، محدث کبیر عارف باللہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ متوفی ۱۳۲۳ھ مولانا محمد یعقوب نانوتوی مجددی متوفی ۱۳۰۲ھ محدث مولانا فخرالحسن گنگوہی متوفی ۱۳۱۷ھ شیخ

الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ المحدث الکبیر امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ محدث مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی صاحب بذل المجہود شرح ابو داؤد متوفی ۱۳۴۶ھ محدث مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب فتح الملہم شرح صحیح مسلم متوفی ۱۳۶۹ھ وغیرہ وغیرہ۔

علماء سندھ:۔

محدث شیخ ابوالحسن سندھی متوفی ۱۱۸۷ھ شیخ ہاشم سندی، ابوالطیب سندھی م ۱۱۴۰ھ، شیخ محمد معین سندھی م ۱۱۸۰ھ شیخ محمد عابد سندھی م ۱۲۵۷ھ شیخ حیات سندھی م ۱۱۶۳ھ رحمہم اللہ وغیرہ۔ جنہوں نے صحاح ستہ اور کتب حدیث پر حواشی لکھے۔ اور مدینہ منورہ جا کر حدیث کا درس دیا۔

اولیاء ہند:۔

امام ربانی شیخ سید احمد مجدد الف ثانی نقشبندیؒ م ۱۰۳۴ھ عارف باللہ محدث ...... مرزا مظہر جان جاناںؒ م ۱۱۹۵ھ، اولیاء ہند کے سرتاج خواجہ معین الدین چشتیؒ (سن وفات میں چند اقوال ہیں ۶۳۲ھ ۶۳۳ھ، ۶۳۶ھ ۶۳۷ھ) خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ م ۶۳۳ھ یا ۶۳۴ھ خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ م ۶۶۴ھ یا ۶۶۸ھ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ متوفی ۷۲۵ھ خواجہ علاؤ الدین صابر کلیریؒ م ۶۹۰ھ وغیرہ وغیرہ ہزار ہا محدثین۔ ومفسرین، فقہاء، مشائخ مقلدین گذرے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر، حدائق حنفیہ، انوار الباری کے مقدمہ کا حصہ دوم، تذکرۂ محدثین۔

ائمۂ اربعہ کی تقلید اور تقلید کا ائمۂ اربعہ میں منحصر ہو جانا اور جمہور اہل سنت والجماعت کا مذاہب اربعہ میں مجتمع ہونا خدا کی نعمت عظمیٰ ہے۔ ہر زمانہ میں محدثین اور علماء حقہ اس کی تصریح کرتے رہے ہیں کہ جو تقلید کا منکر ہو اور غیر مقلد بن کر شتر بے مہار کی طرح زندگی بسر کرتا ہو اور اپنی خواہشات پر عمل پیرا ہو وہ اہل بدعت میں سے ہے۔ اہل سنت میں سے نہیں شیعہ تقلید ائمۂ اربعہ کے منکر ہیں اور مذاہب اربعہ کو بدعت کہتے ہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین بھی ان کے نقش قدم پر چل کر تقلید کو بدعت وشرک کہتے ہیں (یہ غیر مقلدین اور بھی دیگر مسائل میں شیعہ وروافض کے ہم مشرب ہیں مثلاً روافض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو معیار حق تسلیم نہیں کرتے اسی طرح غیر مقلدین بھی صحابہ کے معیار حق ہونے کے منکر ہیں، روافض ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع کو تسلیم نہیں کرتے اسی طرح غیر مقلدین بھی ایک مجلس میں طلاق ثلثہ کے وقوع کے منکر ہیں، روافض نے بیس ۲۰ رکعت تراویح کو بدعت کہا تو غیر مقلدین بھی بیس ۲۰ رکعت تراویح کو بدعت عمری کہتے ہیں، روافض جمعہ کے دن اذان اول کو جو منارہ پر دی جاتی ہے۔ بدعت کہتے ہیں اسی طرح غیر مقلدین بھی اس اذان کو بدعت عثمانی قرار دیتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے خلافت کے زمانہ میں عورتوں کی آزادی وبے احتیاطی دیکھی تو صحابہ کے مشورے سے عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر حضور اکرم ﷺ عورتوں کی یہ حالت دیکھتے تو وہ خود بھی روک دیتے۔ اس فیصلہ کو شیعہ وروافض نے قبول نہیں کیا اسی طرح غیر مقلدین نے بھی منظور نہیں کیا۔ واللہ اعلم)

غرض سوائے شیعہ اور چند علماء غیر مقلدین کے تقریباً تمام ہی علماء نے تقلید کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور اپنی

اپنی تصانیف میں اس پر بحث کی ہے۔ چنانچہ شرح مسلم الثبوت میں ہے۔ **بل يجب عليهم اتباع الذين سبروا اي تعمقوا وبوبوا اى او ردوا ابواباً لكل مسئلة علىحدة فهذبوا مسئلة كل باب ونقحوا كل مسئلة عن غيرها وجمعوا بينهما بجامع وفرقوا بفارق وعللوا اى اوردوا لكل مسئلة علته وفصلوا تفصيلاً وعليه بنى ابن الصلاح منع تقليد . غير الائمة الاربعة الامام الهمام امام الائمة امامنا الكوفى رحمه الله والامام مالك رحمه الله ، والامام الشافعى رحمه الله ، والامام احمد رحمهم الله تعالىٰ وجزاهم عنا احسن الجزاء لان ذالك المذكور لم يدر فى غيرهم .**

ترجمہ:۔ بلکہ ان عوام پر ان حضرات کی پیروی اور اتباع واجب ہے۔ جنہوں نے نظر عمیق سے کام لیا اور ابواب قائم کر کے ہر مسئلہ کو اس کے مناسب باب میں درج کیا، اور ہر مسئلہ کی تنقیح اور چھان بین کی اور جمع کیا اور تفریق کی (یعنی ہر مسئلہ کو جمع کیا اور ہر مسئلہ کو دوسرے مسئلہ سے جدا کیا)۔ اور ہر مسئلہ کی علت بیان کی اور پوری پوری تفصیل کی (یہ بات تفصیلی طور پر صحابہ کی اقوال میں نہیں ہے۔ اس لئے عوام کے لئے عمل کرنا مشکل ہوتا ہے اور وہ مغالطہ میں پڑ جائیں گے بناء علیہ اصول حدیث کے واضع محدث یگانہ علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ نے ائمۂ اربعہ کے سوا دوسروں کی تقلید کی ممانعت فرمائی کہ امور مذکورہ مذاہب اربعہ کے سوا اور کسی مذہب میں موجود نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ان ائمہ اربعہ کو ہم سب کی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت للعلامہ بحر العلومؒ متوفی ۱۲۲۵ھ ص ۶۲۹)

علامہ ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ "الاشباہ والنظائر" میں ارقام فرماتے ہیں۔ **وما خالف الائمة الاربعة فهو مخالف للاجماع .** یعنی (کسی شخص کا) کوئی فیصلہ ائمہ اربعہ کے خلاف ہو تو وہ اجماع کے خلاف ہے (اس لئے قابل قبول نہیں ہوسکتا) (ص ۱۳۱)

حافظ حدیث علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ متوفی ۸۶۱ھ نے "**التحرير فى اصول الفقه**" میں تصریح فرمائی ہے۔ **وعلى هذا ما ذكر بعض المتأخرين منع تقليد غير الاربعة لانضباط مذاهبهم وتقليد مسائلهم وتخصيص عمومها ولم يدر مثله فى غيرهم الآن لانقراض اتباعهم وهو صحيح.**

یعنی: اور اسی بنیاد پر بعض متاخرین نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ ہی کی تقلید متعین ہے نہ کہ دوسرے ائمہ کی، اس لئے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مکمل منضبط ہو گئے ہیں اور ان مذاہب میں مسائل تحریر میں آچکے ہیں اور دوسرے ائمہ کے مذاہب میں یہ چیز نہیں ہے اور ان کے متبعین بھی ختم ہو چکے ہیں اور تقلید کا ان ہی چار اماموں میں منحصر ہو جانا صحیح ہے۔ (التحریر ص ۵۵۲)

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے استاذ علامہ، زبردست فقیہ، اصولی، جامع المعقول والمنقول شیخ احمد المعروف بہ ملاجیون صدیقی (متوفی ۱۱۳۰ھ "تفسیرات احمدیہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔ **قد وقع الاجماع على ان الاتباع انما يجوز للاربع. الىٰ قوله وكذا لا يجوز الاتباع لمن حدث مجتهداً مخالفاً لهم .** یعنی اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے کہ اتباع (تقلید) صرف ائمہ اربعہ ہی کی جائز ہے، اسی بنا پر جو مجتہد (اس زمانہ میں) نیا پیدا ہوا اور اس کا قول ان ائمہ اربعہ کے خلاف ہو تو اس کی اتباع بھی جائز نہیں۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۴۶ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

چند سطروں کے بعد مزید توضیح فرماتے ہیں:۔ والا نصاف ان انحصار المذاهب فی الا ربعة و اتباعهم فضل الهی وقبولية من عند الله لا مجال فيه للتو جيهات والا دلة ۔ یعنی:۔انصاف کی بات یہ ہے کہ مذاہب کا چار میں منحصر ہوجانا اور ان ہی چار مذاہب کی اتباع کرنا فضل الٰہی ہے اور منجانب اللہ قبولیت ہے اس میں دلائل اور توجیہات کی حاجت نہیں ہے (تفسیرات احمدیه ص ۳۴۶، وداؤ دو سلیمان اذ یحکمان فی الحرث آیت کے ماتحت ، سورئه انبیاء پ ۱۷)

اور مشہور محدث ومفسر وفقیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ،متوفی ۱۲۲۵ھ ''تفسیر مظہری'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔ فـان اهـل السنة و الجماعة قد افترق بعد القرن الثلثة او الا ربعة علیٰ اربعة المذاهب ولم يبق فی فرو ع الـمسـائل سویٰ هذه المذاهب الا ربعة فقد انعقد الا جماع المركب علی بطلان قول من يخالف كلهم وقد قال الله تعالیٰ ومن يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولیٰ ونصله جهنم.

یعنی تیسری یا چوتھی صدی کے بعد فروعی مسائل میں اہل سنت والجماعۃ کے چار مذہب رہ گئے کوئی پانچواں مذہب باقی نہیں رہا پس گویا اس امر پر اجماع ہوگیا کہ جو قول ان چاروں کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔اور خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔اور جو شخص مؤمنین (یعنی اہل سنت والجماعت) کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر ہولے گا تو ہم اس کو وہ جو کچھ کرتا ہے کرنے دیں گے۔اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔(تفسیر مظهری ص ۶۴ ج ۲، سورئه آل عمران پ ۳ تحت الاية ولا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله)

امام ابراہیم سرخسی مالکی مرعی'' الفتوحات الو هبيه شرح اربعين نوويه ''میں تحریر فرماتے ہیں:۔اما فيـمـا بـعـد ذالک كـما قال ابن الصلاح فلا يجوز تقليد غير الا ئمة الا ربعة مالکؒ وابی حنيفة والشافعی واحمد لان هو لاء عرفت قواعد مذاهبهم واستقرت احكا مها وخد مها تا بعوهم وحرّرو ها فرعاً فرعاً وحكماً حكماً.

یعنی:۔اس زمانہ کے بعد (صحابہ کے دور کے بعد) جس طرح کہ ابن صلاحؒ نے بھی فرمایا ہے ائمۂ اربعہ امام مالکؒ ،امام ابوحنیفہؒ ،امام شافعیؒ ،امام احمد بن حنبلؒ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں اس لئے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے قواعد معروف ہیں اور ان کے احکام مستقر ہو چکے ہیں اور ان حضرات کے خدام نے ان کے بعد ان مذاہب کی خدمت کی ہے (اور چار چاند لگائے ہیں) اور تمام احکام کو فرعاً فرعاً لکھ دیا ہے اور ہر ایک کا حکم بھی بیان کردیا ہے۔

(الفتوحات الوہبیہ ص ۱۹۹)

محدث ابن حجر مکیؒ (متوفی ۸۵۲ھ فتح المبین فی شرح الاربعین'' میں فرماتے ہیں اما فی زمـانـنـا فقال ائـمـتـنـا لا يجوز تقليد غير الائمة الا ربعة الشافعی وما لک وابی حنيفة واحمد رضوان الله عليهم اجـمـعـيـن ۔ یعنی ہمارے زمانہ میں ائمہ مشائخ کا یہی قول ہے کہ ائمہ اربعہ شافعیؒ ،امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کی تقلید جائز ہے ان کے علاوہ کسی اور امام کی جائز نہیں (ص ۱۹۶)

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمہ اللہ کتاب'' راحة القلوب ''میں تحریر فرماتے

ہیں کہ:۔ حضرت خواجہ سید العابدین زبدۃ العارفین ۔فرید الحق والشرع شکر گنج رحمہ اللہ علیہ نے بتاریخ ۱۱۔ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ فرمایا کہ ہر چار مذہب برحق ہیں ۔لیکن بالیقین جاننا چاہئے کہ مذہب امام اعظم کا سب سے فاضل تر ہے اور دوسرے مذہب ان کے پس روٗ ہیں اور امام ابو حنیفہ افضل المتقد میں ہیں اور الحمد للہ کہ ہم انؒ کے مذہب میں ہیں (بحوالۂ حدائق حنفیہ ص ۱۰۴)

علامہ جلال الدین محلی ''شرح جمع الجوامع'' تحریر فرماتے ہیں:۔ **یجب علی العامی وغیرہ ممن لم یبلغ مرتبۃ الاجتہاد التزام مذہب معین من مذاہب المجتہدین** . یعنی واجب ہے عامی اور غیر عامی پر جو کہ درجۂ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو مجتہدین کے مذاہب میں سے ایک مذہب معین کو عمل کے لئے اپنے او پر لازم کر لینا۔''

(بحوالہ نور الہدایہ ترجمہ شرح الوقایہ ص ۱۰) مقدمہ۔

شارح مسلم شیخ محی الدین نوویؒ'' **روضۃ الطالبین** ''میں تحریر فرماتے ہیں:۔'' **اما الاجتہاد المطلق فقالوا اختتم بالأئمۃ الاربعۃ حتیٰ اوجبوا تقلید واحد من ہولاء علی امتہ ونقل امام الحرمین الاجماع علیہ** ''یعنی اجتہاد مطلق کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ پر ختم ہو گیا۔ حتی کہ ان تمام مقتدر محققین علماء نے ان چار اماموں میں سے ایک ہی امام کی تقلید کو امت پر واجب فرمایا ہے اور امام الحرمین نے اس پر (ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کے واجب ہونے پر) اجماع نقل کیا ہے (بحوالہ نور الہدایہ ص ۱۰)

''**نہایۃ المراد شرح مقدمہ ابن عماد** ''میں ہے ۔**وفی زماننا ہذا قد انحصرت صحۃ التقلید فی ہذہ المذاہب الاربعۃ (الیٰ قولہ) ولا یجوز الیوم تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ فی قضاء والافتاء** . یعنی ہمارے اس زمانہ میں تقلید ان مذاہب اربعہ میں منحصر ہو گئی ہے۔ اور آج ائمہ اربعہ کے سواء کسی اور امام کی تقلید جائز نہیں ہے نہ تو قاضی کو اختیار ہے کہ مذاہب اربعہ سے ہٹ کر فیصلہ کرے اور نہ مفتی مجاز ہے کہ مذاہب اربعہ کے خلاف فتویٰ دے۔

(بحوالہ نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ ص ۱۵)

امام عبد الوہاب شعرانی'' **میزان الشریعۃ الکبریٰ** ''میں تحریر فرماتے ہیں:۔ **وکان سیدی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ اذا سألہ انسان عن التقلید بمذہب معین الان ہل ہو واجب ام لا یقول لہ' یجب علیک التقلید بمذہب ما دامت لم تصل الیٰ شہود علی الشریعۃ الاولیٰ من الوقوع فی الضلال وعلیہ عمل الناس الیوم.**

یعنی: میرے سردار علی خواص رحمہ اللہ سے جب پوچھا جاتا کہ اس وقت مذہب معین کی تقلید واجب ہے یا نہیں؟ تو فرماتے کہ تجھ پر مذہب معین کی تقلید واجب ہے جب تک تجھے کمال ولایت ونظر کشف وشہود سے مرتبۂ اجتہاد حاصل نہ ہو اس وقت تک معین امام کی دائرۂ تقلید سے قدم باہر نہ نکالنا (کہ یہ موجب گمراہی ہے) اور اسی پر آج لوگوں کا عمل ہے۔ (میزان کبریٰ)

مشہور فقیہہ قرآن وحدیث کے ماہر سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۳ھ فرماتے ہیں:۔ **فعلیکم یا معشر المؤمنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باہل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ فی موافقتہم وخذ**

لانہ وسخطه، ومقته فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی المذاهب الاربعة هم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجاً من هذه المذاهب الاربعة فی ذلك الزمان فهو من اهل البدعةوالنار.

یعنی! اے گروہ مسلمانان! تم پر نجات پانے والے فرقہ کی جو اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم ہے پیروی کرنا واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اہل سنت والجماعت کے ساتھ موافقت کرنے میں ہے اور اہل سنت و الجماعت کی مخالفت کرنے میں اپنی ذات کو خدا تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا مورد بنانا ہے۔ (اللہ اپنی پناہ میں رکھے) اور یہ نجات پانے والا گروہ (یعنی اہل سنت والجماعت) آج مجتمع ہو گیا ہے۔ چار مذاہب میں ہے۔ اور وہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں۔ اور جو شخص اس زمانہ میں ان چار مذاہب سے خارج ہے وہ اہل بدعت اور اہل نار سے ہے (اہل سنت میں داخل نہیں) (طحطاوی علی الدر المختار ج۴ ص۱۵۳) کتاب الذبائح)

حضرت شاہ اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

(سوال) ''شصت ویکم۔ مذاہب اربعہ بدعت حسنہ اند یا سیئہ، کدام سیئہ۔

(الجواب) اتباع مسائل مذاہب اربعہ بدعت نیست نہ سیئہ نہ حسنہ بلکہ اتباع آنہا سنت است...... الخ (مائۃ مسائل ص۹۲_۹۳)

ترجمہ:۔ (سوال) اکسٹھواں ۶۱:۔ مذاہب اربعہ بدعت حسنہ میں داخل ہیں یا بدعت سیئہ میں اگر بدعت سیئہ ہے تو کس قسم کی بدعت سیئہ ہے؟

(جواب) مذاہب اربعہ کے مسائل کی اتباع کرنا نہ بدعت حسنہ ہے نہ بدعت سیئہ بلکہ مذاہب اربعہ کے مسائل کا اتباع سنت ہے۔ اس لئے مذاہب اربعہ میں جو اختلاف ہے، وہ اختلافات یا تو خود صحابہؓ میں موجود تھے (اور ائمہ اربعہ ان کے خوشہ چیں ہیں اس لئے ان میں بھی اختلافات ہوئے) اور صحابہ کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

أصحابی کالنجوم فبأ یهم اقتدیتم اهتدیتم . یعنی میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں تم جس کی بھی اقتداء (پیروی کرو گے ہدایت پالو گے اور مذاہب اربعہ میں خلاف، قیاس وجحت کے اختلاف سے واقع ہوا (اور یہ مسلّم ہے کہ) قیاس نص سے ثابت ہے (تو قیاس پر عمل کرنا بعینہ) اتباع نص ہوا۔ اور نیز مذاہب اربعہ میں اختلاف حدیث کے ظاہری الفاظ اور استنباط حدیث پر بھی ہے اور ظاہر حدیث کو قابل عمل سمجھتے ہے اور بعض استنباط حدیث پر عمل کرتے ہیں چنانچہ بخاری اور مسلم وغیرہ میں ایک حدیث آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس وقت بنی قریظہ کی طرف صحابہ کو روانہ فرمایا تو یہ حکم فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز سوائے بنی قریظہ کے نہ پڑھے۔ بعض صحابہ نے راستہ میں اس بناء پر نماز عصر ادا کی کہ آنحضرت ﷺ کا مقصد اس تاکید سے یہ تھا کہ وہاں پہنچنے میں دیر نہ کریں نہ کہ نماز کو وقت سے ٹلا دینا مقصود تھا اور بعض صحابہ نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اور راستہ میں نماز نہ پڑھی۔ لیکن جب آنحضور ﷺ کو یہ قصہ معلوم ہوا تو اس پر کچھ ناگواری ظاہر نہ فرمائی (تو معلوم ہو گیا کہ) دونوں طرح عمل جائز ہے۔

مذاہب اربعہ کے اختلاف کی صورت ایسی ہے تو بدعت کس طرح ہو جائے گی:۔

(امداد المسائل ترجمہ مائۃ مسائل ص۱۰۱_۱۰۲)

اور ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

(سوال ۶۲) مقلد ایشاں را بدعتی گویند یا نہ؟

(الجواب) ہرگز مقلد ایشاں را بدعتی نخواہند گفت زیرا کہ تقلید ایشاں تقلید حدیث شریف است باعتبار الظاہر و الباطن پس متبع حدیث را بدعتی گفتن ضلال وموجب نکال است (مأتہ مسائل ص ۹۳)

ترجمہ:۔(سوال) مذاہب اربعہ کے مقلدین کو بدعتی کہیں گے یا نہیں؟

(الجواب) مذاہب اربعہ کے مقلد کو بدعتی نہیں کہیں گے اس لئے مذاہب اربعہ کی تقلید بعینہ حدیث کے ظاہر و باطن کی تقلید ہے اور متبع حدیث کو بدعتی کہنا گمراہی اور بدبختی ہے۔ (امداد المسائل ترجمہ مأتہ مسائل ص ۱۰۲)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بے شائبہ تکلف وتعصب گفتہ میشود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی دُرنگ دریاے عظیم می نماید و سائر مذہب ورنگ حیاض وجدال بنظری درآیند و بظاہر ہم کو ملاحظہ نمودہ می آید سواد اعظیم از اہل السلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان وایں مذہب باوجود کثرت متابعان دراصول وفروع از سائر مذاہب متمیز است ودر استنباط طریق علیحدہ دارد وایں معنی مبنی از حقیقت است عجب معاملہ است امام ابوحنیفہؒ درتقلید سنت از ہمہ پیش قدم است واحادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند شایان متابعت میداند و برارائی خود مقدم میدارد وہچنیں قول صحابہ رابواسطہ شرف صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بر رائ خود مقدم میدارد و دیگراں نہ چنیں اند مع ذلک مخالفان اور اصحاب رائے میدانند و الفاظ کہ مبنی از سوئے ادب اند باومنتسب می سازند باوجود آنکہ ہمہ بکمال علم و وفور ورع وتقویٰ او معترف اند حضرت حق سبحانہ، وتعالیٰ ایشان را توفیق دہاد کہ از راس دین ورئیس اسلام از کار نہ نمایند وسواد اعظم اسلام را ایذا نکند یریدون ان یطفؤ ا نور اللہ با فواھھم. جماعۃ کہ این اکابر دین را اصحاب رائے میدانند اگر ایں اعتقاد دارند کہ ایشاناں برائے خود حکم می کردند ومتابعت کتاب وسنت نمی نمودند پس سواد اعظم از اہل اسلام بزعم فاسد ایشاں ضال ومتبدع باشند بلکہ از جرگہ اہل اسلام بیرون بودند ایں اعتقاد نکند مگر جاہلے کہ از جہل خود بے خبر است یا زندیقی کہ مقصودش ابطال شطر دین است ناقصی چند احادیث چندرا یاد گرفتہ اند واحکام شریعت را منحصر دراں ساختہ ما درائ معلوم خود رانفی می نمایند وآنچہ نزد ایشاں ثابت نہ شدہ منتفی می سازند۔ چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است زمین وآسمان او ہماں است، وای ہزار وای از تعصبہائے بارد ایشاں واز نظرہائے فاسد ایشاں۔ (مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۱۰۷۔۱۰۸ مکتوب ۵۵ فارسی)

بلا تکلف وتعصب کہا جاسکتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذاہب حوضوں اور نہروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ اور ظاہر میں بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہل اسلام کا سواد اعظم یعنی بہت سے لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعدار ہیں ۔ یہ مذہب باوجود بہت سے تابعداروں کے اصول وفروع میں تمام مذہبوں سے الگ ہے اور استنباط میں اس کا طریقہ علیحدہ ہے، اور یہ معنی حقیقت کا پتہ بتاتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں۔ حتی کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے ہیں اور اپنی رائے پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اور ایسے ہی صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں دوسروں کا ایسا حال

نہیں ۔ پھر بھی مخالف ان کو صاحب رائے کہتے ہیں ۔ اور بہت بے ادبی کے الفاظ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ حالانکہ سب لوگ ان کے کمال علم وورع وتقویٰ کا اقرار کرتے ہیں ۔ حق تعالیٰ شانہٗ ان کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اسلام کے رئیس سے انکار نہ کریں اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذاء نہ دیں یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم (یہ لوگ اللہ کی نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں) وہ لوگ (غیر مقلدین) جو دین کے ان بزرگوں (امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) کو صاحب رائے جانتے ہیں اگر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار صرف اپنی رائے پر ہی عمل کرتے تھے اور کتاب وسنت کی متابعت چھوڑ دیتے تھے تو ان کے فاسد خیال کے مطابق اسلام کا ایک سواد اعظم گمراہ اور بدعتی بلکہ گروہ اسلام سے باہر ہے اس قسم کا اعتقاد وہ بے قوف جاہل کرتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے ۔ یا وہ زندیق جس کا مقصود یہ ہے کہ اسلام کا نصف حصہ باطل ہو جائے ان چند ناقصوں نے چند حدیثوں کو یاد کر لیا ہے اور شریعت کے احکام کو انہی پر موقوف رکھا ہے اور اپنی معلومات کے سوا سب کی نفی کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہوا (یعنی جو ان کے علم سے باہر ہے) اس کا انکار کرتے ہیں ۔ بیت ؎ وہ کیڑا جو پتھر میں پنہاں ہے وہی اس کا زمین وآسمان ہے ۔ یعنی جو کیڑا پتھر میں چھپا ہوا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہی جگہ میری زمین وآسمان ہے (اور خیال کرتا ہے کہ بس اتنی ہی بڑی دنیا ہے) حالانکہ اصل زمین وآسمان تو اس نے دیکھا تک نہیں ۔ اسی قسم کے لوگ بیہودہ تعصب اور فاسد خیالوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ (ترجمہ مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۱۷۸ اص ۱۷۹ مکتوب نمبر ۵۵)

حضرت شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی حنفی جیپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :۔

'' تقلید ائمہ شریعت اس پر واجب نہیں جو علم تفسیر، فقہ وحدیث میں کامل ہو اور مرتبہ اجتہاد واستنباط مسائل پر قادر ہو ناسخ ومنسوخ ومحاورۂ عرب سے واقف ہو، اگر اس قدر استعداد نہیں رکھتا ہے تو تقلید ائمہ اس پر واجب ہے ۔ اور یہ سب (علوم) اس میں موجود ہوں اور پھر بھی ائمہ کی تقلید کرے تو احسن ہے ۔ لیکن اس وقت میں دیکھا جاتا ہے کہ علم تفسیر حدیث فقہ اصول تو کیا قرآن شریف یا حدیث شریف بلا اعراب (زبر، زیر، پیش) کے صحیح نہیں پڑھ سکتے ۔ استنباط مسائل کی عقل (اور سمجھ) تو بہت بلند ہے ۔ لیکن ائمہ شریعت کی تقلید نہیں کرتے اور تقلید کو شرک کہتے ہیں ان کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے ۔ یہ نہیں جانتے کہ ہندوستان میں علم تفسیر، حدیث، فقہ واصول کے پیشرو شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ، شاہ ولی اللہ صاحبؒ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ وغیرہ باوجود مخزن علوم کے سب حنفی ہیں ۔ تو کیا زمانہ موجودہ کہ علماء علم فہمید واتقیٰ میں زیادہ ہیں ؟ (نہیں) ہرگز نہیں جو ائمہ کے مقلد کو مشرک کہتے ہیں لیکن جاہلوں کو اپنا مقلد بنا لیتے ہیں اکثر لوگ جو اردو بھی نہیں جانتے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں ۔ یعنی غیر مقلد ۔ ان سے اگر یہ سوال کیا جائے کیا تم جو اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہو تم نے یہ مسائل قرآن وحدیث سے اخذ کئے ہیں یا کسی مولوی صاحب سے سن کر عمل کیا ہے ؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ فلاں مولوی صاحب سے سن کر عمل کیا ہے تو پھر یہ تقلید نہ ہوئی تو اور کیا ہوا ؟ الخ (درلا ثانی ج ۲ ص ۶۱ ۔ ۶۲)

نیز آپ '' احسن التقویم '' میں تحریر فرماتے ہیں :۔ '' اور ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے تقلید جو علم عربی، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، استنباط مسائل ومحاورۂ عرب، علم ناسخ ومنسوخ سے پورا واقف نہ ہو اور تبحر علمی نہ رکھتا ہو واجب ہے اسی واسطے حکم حق تعالیٰ ہے ۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ، اور جو شخص ان علوم مذکورہ صدر

سے ناواقف ہے یا ان میں کامل نہیں ہے اس پر تقلید ائمہ دین واجب ہے۔اور باوجود ان علوم میں کمال رکھنے کے پھر بھی کوئی تقلید کرے تو احسن ہے۔زمانۂ اخیر میں جمیع علوم دین میں کامل ذات حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، وحضرت شاہ ولی اللہ صاحب وحضرت شاہ عبدالعزیز صاب وحضرت مجدد الف ثانی وحضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید وحضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہوئے فی زماننا ان کے مقابلہ میں کوئی عالم تبحر علمی میں عشر عشیر بھی نہیں ہے اور نہ کوئی عالم خواہ وہ کسی گردہ کا ہو ان کے مقابل تو کیا بیان کر سکتا ہے اپنے کو نصف یا ثلث حصہ میں بھی نہیں کہہ سکتا۔اگر کوئی کہے تو مسلمان اس کو دیوانہ یا ''انا خیر منہ'' (یہ ابلیس لعین کا مقولہ ہے) کہنے والے کا برادر ضرور جانیں گے۔لیکن یہ سب بزرگوار حنفی ہوئے ہیں جن کی کتابوں سے ان کا حنفی ہونا ثابت ہے۔یہ ہماری شامت اعمال ہے کہ مسلمانوں میں بعض بعض ان علوم میں منتہی تو کیا مبتدی بھی نہیں لیکن ائمہ مجتہدین کی تقلید کو برا کہتے ہیں لیکن وہ جو اپنی تحقیقات اتمام میں ناتمام باتیں سمجھ چکے ہیں ان باتوں میں اور مسلمانوں کو اپنا مقلد بنانے کو تیار ہیں۔بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا'' (احسن التقویم ص ۱۳۷، ۱۳۸)

حضرت علامہ عبدالحق حقانی (صاحب تفسیر حقانی) رحمہ اللہ اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''عقائد الاسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں۔'' دوم:۔اگر ہر شخص ان مسائل میں اپنی اپنی رائے کو دخل دیا کرے تو ایک فساد عظیم دین میں پیدا ہو جائے۔صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ سے پوچھ لیا کرتے تھے پھر جب بعد میں نئے نئے واقعات پیش آئے اور قرون ثلثہ ہو چکے اور فتنہ وفساد دین میں شروع ہوا۔تب ان بزرگان دین نے قرآن وحدیث میں تتبع کر کے فقہ کو مرتب کیا اور مسائل جزئیہ کو اپنے موقع پر لکھ دیا سو اس زمانہ سے اب تک تمام امت مسائل جزئیہ میں انہیں چاروں کی مقلد ہے۔پھر اب جو کوئی نئی راہ نکالے تو وہ سواد اعظم کو چھوڑتا ہے۔افسوس کہ بعض احباب آج کل عوام کو فتنہ میں ڈال رہے ہیں اور مجتہدین خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر طعن کرتے ہیں کہ ان کے اقوال احادیث کے مخالف اور بے سند ہیں حالانکہ یہ طعن بالکل غلط ہے۔کس لئے کہ ان کی کوئی بات اور کوئی قول مخالف اور بے سند نہیں ہاں اور وہ سند تمہیں نہ ملے تو تمہارا قصور ہے ان کے اجتہاد کے قبولیت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار برس سے زیادہ سے آج تک مسلمانوں میں اس کو جاری رکھا۔اگر یہ تقلید گمراہی ہوتی تو نعوذ باللہ امت گمراہ شمار کی جاتی پھر اس امت کا خیر ہونا اور جس قدر فضائل قرآن واحادیث میں وارد ہیں سب غلط ہو جاتے۔'' (عقائد الاسلام ص ۱۱۲، ص ۱۱۳)

اور آپ ''شرح سفر السعادت'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔'' خانۂ دین چہار است ہر کہ راہے از یں راہ ہائی ودرے از یں درہائے اختیار نمودہ برا ہے دیگر رفتن ودرے دیگر گرفتن عبث دیا وہ باشد وکارخانۂ عمل را از ضبط وربط بیرون افگندن واز راہ مصلحت بیرون افتادن است'' یعنی۔دین کے گھر چار ہیں جس شخص نے کوئی راہ ان راہوں میں سے اور کوئی دروازہ ان دروازوں میں سے اختیار کیا تو اس کا دوسری راہ اور دوسرا دروازہ اختیار کرنا بیہودہ اور عبث ہے اور کارخانۂ عمل کو مضبوطی اور استقامت سے دور کرنا ہے اور مصلحت سے باہر جانا ہے۔(شرح سفر السعادت ص ۲۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ ' نرے اہل حدیث حضرات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔فاما هذه الطبقة الذين هم اهل الحديث والا ثرفان الا كثرين منهم ان ما كدهم الروايات وجمع الطرق وطلب الغريب والشاذ من الحديث الذى اكثره موضوع "اومقلوب لا يرا عون المتون ولا

یتفھمون المعانی ولا یستنبطون سرھا ولا یستخرجون رکازھا وفقھھا وربما عابوا الفقھاء وتنا ولوھم بالطعن وادعوا علیھم مخالفۃ السنن ولا یعلمون انھم عن مبلغ ما اوتوہ من العلم قاصرون وبسوء القول فیھم الآثمون.

ترجمہ:۔ طبقۂ اہل حدیث واثر کا حال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کی کوشش (صرف) روایتوں کا بیان کرنا ہے اور سندوں کا اکٹھا کرنا اور ان احادیث سے غریب اور شاذ کو تلاش کرنا ہے۔ جن کا اکثر حصہ موضوع یا مقلوب ہے یہ لوگ نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کرتے ہیں۔ اور نہ معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور نہ اس کے دفینے اور فقہ کو نکالتے ہیں۔ اور بسا اوقات فقہاء پر عیب لگاتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور ان پر سنن واحادیث کی مخالفت کا دعویٰ کرتے ہیں (اور الزام لگاتے ہیں) حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم فقہاء کو دیا گیا ہے وہ خود اس کے حصول سے قاصر ہیں۔ اور فقہاء کو برا بھلا کہنے سے گنہگار ہوتے ہیں۔ (انصاف مع ترجمہ کشاف ص ۵۳)

مسائل شرعیہ کی فہم کے لئے نری حدیث دانی کافی نہیں:

مسائل شرعیہ اور احکام فقہیہ سمجھنے کے لئے نری حدیث دانی (احادیث کا یاد کر لینا) اور جمود علی الظاہر کافی نہیں، فقہ اور اصول فقہ سے واقفیت اور تفقہ فی الدین کا حصول بھی نہایت ضروری ہے اس کے حصول کے بغیر اصل حقیقت تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ جن لوگوں نے قرآن وحدیث کے ظاہر پر جمود کیا تو باوجود عالم اور محدث ہونے کے ان سے احکام شرعیہ میں اس قسم کے فتاویٰ ومسائل منقول ہوئے جو ظاہر البطلان ہیں۔ اس کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حدیث کی مشہور کتاب کنز العمال میں ایک روایت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے" حضرت مجاہد فرماتے ہیں ایک روز میں، عطاء، طاؤس اور عکرمہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص نے آ کر مسئلہ دریافت کیا کہ جب میں پیشاب کرتا ہوں تو ماء دافق (یعنی منی) نکلتا ہے کیا اس سے غسل واجب ہوگا؟ ہم نے کہا وہی ماء دافق نکلتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے کہا ہاں۔ ہم نے کہا جب تو غسل واجب ہے، وہ شخص انا اللہ پڑھتا ہوا چلا گیا۔ حضرت ابن عباس جلدی جلدی نماز سے فارغ ہوئے۔ اور عکرمہ سے کہا اس شخص کو بلاؤ جب وہ آیا تو پہلے ہم سے پوچھا کیا تم نے قرآن سے فتویٰ دیا ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا حدیث سے دیا؟ ہم نے کہا نہیں فرمایا صحابہ کے اقوال سے؟ ہم نے کہا نہیں پھر فرمایا آخر کس کے قول پر فتویٰ دیا؟ ہم نے کہا اپنی رائے سے یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ ولذلک یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد، یعنی اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ پھر اس سائل سے پوچھا کہ پیشاب کے بعد جو چیز نکلتی ہے اس کے نکلنے کے وقت تمہارے دل میں شہوت یعنی عورت کی خواہش ہوتی ہے؟ کہا نہیں پھر فرمایا عضو تناسل میں استرخاء یعنی ڈھیلا پن ہوتا ہے کہا نہیں۔ فرمایا اس صورت میں تمہارے لئے وضو کافی ہے۔ انتہیٰ (کنز العمال ج ۵ ص ۱۱۸)

علماء محققین نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے جب دیکھا کہ ماء دافق کے لفظ سے ان محدثین کو دھوکا ہوا اور صرف ظاہری معنی کا اعتبار کر کے انہوں نے فتویٰ دے دیا اور علت غسل پر غور نہیں کیا تو سمجھ گئے کہ ان میں کوئی فقیہ نہیں

اگر فقیہ ہوتے تو علت غسل کی تشخیص ضرور کرتے پھر جب دیکھا کہ علت غسل یعنی خروج منی کے لوازم نہیں پائے جاتے اس لئے فتویٰ دیا کہ وہ منی نہیں ہے لہذا غسل بھی واجب نہیں اس سے ظاہر ہے کہ فقیہ کی جو تعریف و مدح حدیث میں وارد ہے اس کو اعلیٰ درجہ کی سمجھ اور موشگافیاں درکار ہیں اور مجاہد اور عطاء اور طاؤس اور عکرمہ جیسے اکابر محدثین کو (جو تقریباً کل محدثین کے اساتذہ اور سلسلۂ شیوخ میں ہیں) فقیہ نہیں سمجھا اس وجہ سے کہ انہوں نے علت کی تشخیص نہیں کی۔ اور کمال افسوس سے فرمایا کہ اسی بناء پر (کہ فقیہ اور سمجھ دار لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور فتویٰ کے لئے ظاہری نصوص کو کافی سمجھتے ہیں) حضور اکرم ﷺ نے فقیہ کی تعریف کی کہ شیطان کے مقابلہ میں ایک فقیہ ہزار عابد سے بڑھ کر ہے۔ اسلئے کہ شیطان کا مقصود اصلی یہی ہے کہ لوگوں سے خلاف شرع کام کرائے اور بچارے عابد کو عبادت میں اتنی فرصت کہاں کہ معانی نصوص اور مواقع اجتہاد میں غور خوض کر کے خود ایسا حکم دے کہ خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ہو۔ جیسے محدثین کو ضبط اسانید اور تحقیق رجال وغیرہ فنون حدیث کے اشتغال میں اس کی نوبت ہی نہیں آتی۔ یہ تو خاص فقیہ کا کام ہے کہ ہر مسئلہ میں تمام آیات واحادیث متعلقہ کو پیش نظر رکھ کر اپنی طبیعت وقار سے کام لیتا رہے اور ان میں موشگافیاں کر کے کوشش کرتا ہے کہ شارع کی غرض کیا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ ''ہر مردے وہر کارے''

(حقیقۃ الفقہ ج ۱ ص ۹ مطبوعہ حیدر آباد)

(۲) علامہ ابن جوزی تلبیس ابلیس میں فرماتے ہیں: روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی ان یسقی الرجل ماء ہ زرع غیرہ فقال جماعة ممن حضر قد کنا اذا فضل ماء فی بسا تیننا سرحناہ الی جیراننا ونحن نستغفر الله فما فهم القاری ولا السامع ولا شعر وان المراد وطی الحبالیٰ من السبایا. یعنی! بعض محدثین نے یہ روایت بیان کی کہ منع فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے کہ آدمی اپنے پانی سے دوسرے کے کھیت کو سیراب کرے حاضرین مجلس میں سے ایک جماعت نے کہا کہ بارہا کو ایسا اتفاق ہوا ہے کہ جب ہمارے باغ میں پانی زیادہ ہوگیا تو ہم نے اپنے پڑوسی کے باغ میں وہ پانی چھوڑ دیا اب ہم اپنے اس فعل سے استغفار کرتے ہیں...... حالانکہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ حاملہ لونڈیوں سے وطی نہ کی جائے مگر اس کو نہ شیخ نے سمجھا اور نہ حاضرین مجلس کی نظر اس طرف گئی۔ یہ ہے عدم تفقہ کا ثمرہ (تلبیس ابلیس ص ۱۶۶)

(۳) علامہ ابن جوزی اپنی کتاب میں علامہ خطابی کا قول نقل کرتے ہیں۔ قال الخطابی وکان بعض مشائخنا یروی الحدیث عن النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن الحلق قبل الصلوٰة یوم الجمعة باسکان اللام قال واخبرنی انه بقی اربعین سنة لا یحلق رأسه قبل الصلوٰة قال فقلت له انما هو الحلق جمع حلقة وانما کرہ الاجتماع قبل الصلوٰة للعلم والمذاکرة وامر ان یشتغل بالصلوٰة وینصت للخطبة فقال قد فرجت عنی. یعنی! ایک شیخ نے یہ حدیث بیان کی حضور اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ جمعہ کے روز نماز سے پہلے حجامت بنوائی جائے اور اس کے بعد کہا کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے میں نے چالیس ۴۰ سال سے کبھی جمعہ سے پہلے سر نہیں منڈایا ہے۔ علامہ خطابی کہتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت حلق بسکون لام نہیں بلکہ حلق بفتح لام وکسر حا ہے جو حلقۃ کی جمع ہے۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ سے پہلے علم اور مذاکرہ کے حلقے درست نہیں اس لئے کہ یہ نماز پڑھنے اور خطبہ سننے کا وقت ہے یہ سن کر وہ شیخ بہت خوش

ہوئے اور کہا کہ تم نے مجھ پر بہت آسان کردی۔ (تلبیس ابلیس ص ۱۶۶)

(۴) ایک نرے محدث صاحب نے حدیث بیان کی۔ **نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتخذ الروح عرضا** اور حدیث کی یہ تشریح کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ہوا کے لئے دریچہ (کھڑکی) کو عرضاً بنایا جائے۔ حالانکہ حدیث کا یہ مطلب ومقصد نہیں ہے۔ حدیث میں لفظ **روح بضم الراء** ہے اور محدث صاحب نے بفتح الراء سمجھا۔ اور غرضاً کو عرضاً بعین مہملہ پڑھا اور مندرجہ بالا نتیجہ اخذ کیا۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کسی جاندار (کو باندھ کر) تیر (وبندوق وغیرہ) کا نشانہ بنایا جائے۔ یہ ہے فقہ فی الدین حاصل نہ ہونے کا ثمرہ۔ (مقدمہ مسلم شریف ص ۱۸ ج ۱ نیز ج ۲ ص ۱۵۳)

(۵) کشف بزدوی مین لکھا ہے کہ ایک محدث کی عادت تھی کہ استنجاء کے بعد وتر پڑھا کرتے تھے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو دلیل پیش فرمائی کہ حدیث شریف میں ہے **من استجمر فلیو تر** کہ جو شخص استنجاء کرے وہ اس کے بعد وتر پڑھے۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ استنجاء کے لئے جو ڈھیلے استعمال کئے جائیں وہ وتر (طاق عدد) ہوں۔ یعنی تین یا پانچ یا سات۔

اسی بناء پر حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی ہے۔ **نصر اللہ عبداً سمع مقالتی وحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه الیٰ من ھو افقه منه** . الخ اللہ تروتازہ رکھے اس بندے کو جو میری حدیث سنے پھر اس کو یاد رہے اور اس کی حفاظت کرے پھر دوسروں تک اس کو پہنچاوے اس لئے کہ بسا اوقات جس کو حدیث پہنچائی جاتی ہے وہ اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۵)

(۶) غیر مقلدوں کے پیشوا علامہ داؤد ظاہری نے **لا یبولن احدکم فی الماء الدائم** (تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے) کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کہ ماء راکد میں پیشاب کرنا تو منع ہے اور پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہوجائے گا۔ لیکن اگر کسی الگ برتن میں پیشاب کرکے وہ برتن پانی میں الٹ دیا گیا۔ تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص پانی کے کنارے پیشاب کرے اور پیشاب بہہ کر پانی میں چلا جائے تب بھی پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں صرف ماء راکد میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان تینوں صورتوں میں ماء راکد میں پیشاب نہیں کیا لہذا پانی ناپاک نہ ہوگا۔ امام نوویؒ شارح مسلم شریف نے شرح مسلم میں علامہ داؤد ظاہری کے اس فتویٰ کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے۔ **ھذہ من اقبح ما نقل عنه فی الجمود علی الظاھر** یہ فتویٰ داؤد ظاہری کے "جمود علی الظاہر" کے غلط مسائل میں سے (ایک مسئلہ) ہے۔

(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۸) (فضل الباری شرح البخاری ج ۲ ص ۲۷) مطبوعہ پاکستان)

(۷) غیر مقلدین کے دوسرے پیشوا حافظ ابن حزم (جو بڑے محدث، مفسر اور متکلم ہیں) نے قرآن کی آیت **واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ** (اور جب تم زمین میں سفر کرو تو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز میں قصر کرو۔ (سورۂ نساء پ ۴) کے ظاہر کو دیکھ کر کہہ دیا کہ مدت سفر کوئی چیز نہیں اپنے گھر سے صرف ایک میل کے ارادے سے بھی جائے تو قصر کرے محلی میں اس مسئلہ پر بہت زور دیا ہے ان کو یہ خیال نہ ہوا کہ پھر جتنے لوگ مسجد میں جا کر نماز پڑھیں وہ سب ہی قصر کیا کریں کیونکہ صرف فی الارض صادق آ گیا،

آیت میں تو ایک میل آدھ میل کی بھی کوئی تحدید نہیں۔(فضل الباری شرح بخاری ج ۲ص ۳۲ مطبوعہ پاکستان)

(۸) زمانۂ حال کے غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اور محدث مولانا عبدالجلیل سامرودی صاحب اپنے ایک رسالہ'' اظہار حقیقت از آئینۂ حقیقت'' میں درمختار وشامی کا حوالہ دے کر رقم طراز ہیں واحناف کے نزدیک چوپایہ سی روزہ کی حالت میں وطی (صحبت) کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، انزال ہو یا نہ ہو، بلکہ غسل بھی نہیں آتا۔ درمختار میں ہے۔ اذا ادخل ذکرہ' فی بھیمۃ او میتۃ من غیر انزال ج۲ ص ۲۰۳ مصری قدیم، نقل فی البحر و کذا الزیلعی وغیرہ الا جماع علیٰ عدم الفساد مع انزال (ص ۱۶)

درمختار وشامی کی عبارت کا مفہوم سمجھے بغیر ہی لکھ دیا گیا۔(۱) روزہ نہیں ٹوٹتا (۲) انزال ہو یا نہ ہو (۳) بلکہ غسل بھی نہیں آتا۔ حالانکہ مذکورہ تینوں دعویٰ بالکل غلط اور جہالت وکج فہمی کا واضح ثبوت ہیں۔ درمختار وشامی کی عبارت کا سرے سے یہ مطلب ہے ہی نہیں۔ اس لئے مسئلہ کی مکمل تفصیل اور وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۷ ص ۲۴۲) اردو غیر مقلدوں کے شیخ الاسلام جب درمختار وشامی کی آسان عبارت سمجھنے سے قاصر ہیں تو قرآن وحدیث وتفسیر کیا سمجھیں گے؟ ان کے شیخ الاسلام، علامہ اور محدث کی یہ حالت ہے تو دوسروں کی کیا حالت ہوگی؟

سامرودی صاحب نے عبارت لکھنے میں خیانت سے کام لیا ہے وہ اس طرح کہ چوپایہ کے ساتھ وطی کرنے میں انزال ہو جائے تو بالاتفاق روزہ ٹوٹ جاتا ہے غسل بھی لازم ہو جاتا ہے شامی اور درمختار دونوں کی عبارت یہ ہے **او دخل ذکرہ فی بھیمۃ او میتۃ من غیر انزال قال فی الشامیۃ تحت قولہ من غیر انزال امابہ فعلیہ القضاء کماسیأتی (شامی باب مایفسدالصوم ومالا یفسدہ صفحہ ۳۹۹ ج ۲** ایچ۔ایم سعید)

دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی شرم گاہ کو استعمال نہ کیا بلکہ جانور کی شرمگاہ کو ہاتھ سے چھوایا جانور کو بوسہ دیا اور انزال ہو گیا تو اس صورت میں روزہ نہ ٹوٹے گا سامرودی نے دوسری صورت کے حکم کو پہلے سے جوڑ دیا اسی طریقہ سے ایک اور خیانت بھی کی ہے جس کی تفصیل مفسدات صوم میں دیکھ لی جائے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ ایک نیم فارسی داں نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو دشمن کے ہاتھ پٹتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر اپنے دوست کو دونوں ہاتھ پکڑ لئے جس کی وجہ سے وہ اپنا بچاؤ نہ کر سکا اور دشمن نے موقع غنیمت سمجھ کر اتنا مارا کہ حالت خراب ہو گئی ایک شخص نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا ارے تو نے یہ کیا بیہودہ حرکت کی کہ دوست کے ہاتھ پکڑ کر اس کو خوب پٹوایا۔ اس نیم فارسی خاں نے کہا کیا آپ نے گلستان میں شیخ سعدی کی نصیحت نہیں پڑھی۔

دوست آنست کہ گیر دوست دوست در پریشاں حالی ودرماندگی!

کہ سچا دوست وہ ہے جو دوست کو تکلیف اور پریشانی میں دیکھے تو اس کے ہاتھ پکڑ لے اس لئے اس وقت میں نے دوست کے ہاتھ پکڑ لئے، اس شخص نے کہا (خدا تجھ پر رحم کرے) اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جب دوست کو تکلیف اور پیشانی میں دیکھے تو اس کی مدد کرے اور اس کو تکلیف سے نجات دلائے نہ کہ اس کے ہاتھ پکڑ کر خوب پٹوائے۔ اور جیسے کہ مرزا مظہر جان جاناںؒ نے اپنے خادم کو حکم فرمایا کہ پانی کی صراحی اٹھالاؤ مگر پیٹ پکڑ کر (ان کی مراد تو یہ تھی کہ صراحی کی پیٹ پکڑ کر لانا، گردن پکڑ کر نہ لانا۔ اس میں احتمال ہے کہ گردن علیحدہ ہو جائے اور ٹوٹ جائے) مگر ناسمجھ خادم نے یہ کیا کہ ایک ہاتھ سے تو صراحی کی گردن پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے اپنا پیٹ پکڑا۔ مرزا صاحبؒ نے اس نامعقول حرکت کو دیکھا تو ان کے سر میں درد ہو گیا کیونکہ بہت ہی لطیف الطبع اور نازک مزاج تھے۔ یہ ہے کلام کی ظاہری سطح پر عمل کرنے اور فہم ورائے سے کام نہ لینے کی آفت، یہی حالت اس زمانہ کے اہل حدیث (غیر مقلدین) کی ہے علم میں ناقص، فہم دین سے کورے، اور تفقہ فی الدین کی نعمت عظمیٰ سے محروم، ان نقائص کے ہوتے ہوئے الٹی سیدھی چند حدیثیں یاد کر کے'' ہمہ داری اور مجتہد'' ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر سلف صالحین، ائمہ دین اور حضرات مجتہدین امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کو قرآن و حدیث سے ناواقف، قرآن و حدیث

کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرنے والا کہتے ہیں ۔ اور مطلقاً رائے اور اجتہاد کی مذمت کرتے ہیں ۔ حالانکہ رائے کی دو قسمیں ہیں ایک وہ رائے ہے جو نص کے مقابلہ میں ہو ۔ جیسا کہ ابلیس کی رائے تھی ۔ خلقتنی من نار و خلقته من طین (اعراف پ ۸ آیت نمبر ۱۲) آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس (یعنی آدمؑ) کو مٹی سے آگ افضل ہے اور اس کا اٹھاؤ طبعاً علو یعنی بلندی کی طرف ہوتا ہے ! اور مٹی مفضول ہے اور اس کا جھکاؤ طبعاً بجانب سفل (نیچے) ہے تو افضل و عالی مفضول و سافل کو کیوں سجدہ کرے گا ۔ یہ ابلیس کی رائے تھی جو اللہ کے حکم کے مقابلہ میں تھی یہ تو بلاشک وشبہ مذموم اور خام ہے ۔ اور ایک رائے وہ ہی جو نص کے مقابلہ میں نہیں بلکہ نص کا مطلب وہ مراد واضح کرنے کے لئے استعمال کی جائے یہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے چنانچہ بنی قریظہ کے واقعہ میں ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ۔ لا یصلین احد کم العصر الا فی بنی قریظة تم میں سے کوئی شخص نماز عصر بنی قریظہ کے علاوہ کہیں نہ پڑھے ۔ راستہ میں جب صحابہؓ نے دیکھا کہ وہاں جاتے جاتے عصر کا وقت نکل جائے گا ۔ تو صحابہ میں دو جماعتیں ہو گئیں ۔ ایک جماعت نے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے راستہ میں عصر کی نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور وہیں پہنچ کر نماز عصر ادا کی ۔ اور دوسری جماعت نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کا اصلی مقصود یہ ہی کہ جہاں تک ہو سکے اس قدر عجلت سے جاؤ کہ عصر کی نماز ادا کرنے کی نوبت منزل مقصود پر پہنچ کر آئے ۔ یہ مقصد نہیں کہ بہر صورت نماز وہیں پہنچ کر پڑھو چاہے نماز قضاء ہو جائے ۔ یہ اجتہاد کیا اور راستہ ہی میں نماز پڑھ لی ۔ بعد میں حضور اکرم کی خدمت اقدس میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ، تو حضور ﷺ نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جماعت نے اپنی رائے پر عمل کیا یہ رائے نص کے خلاف اور مقابلہ میں نہیں تھی ۔ بلکہ نص کے مطلب و مراد کو واضح کرنے کے لئے استعمال ہوئی تھی ۔ اس لئے مذموم قرار نہیں پائی اور حضور ﷺ نے بھی اس پر نکیر نہیں فرمائی اور بقول------ علامہ ابن قیمؒ یہ جماعت فقہاء کی تھی ۔

دین کا مدار دو چیزوں پر ہے:

دین کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک نقل صحیح (روایت) اور ایک فہم صحیح (درایت) لہذا ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو شریعت (یعنی کتاب و سنت) کے الفاظ کی محافظ ہو اور پھر وہ الفاظ حضرات فقہاء کو پہنچا وے ۔ یہ جماعت محدثین کی ہے اور ایک ایسی جماعت کا ہونا بھی ضروری ہے جو شریعت کے اصول و فروع کلمات و جزئیات غرض و مقاصد کی توضیح و تشریح کرے اور خدا اور سول ﷺ کے کلام کی صحیح صحیح مراد امت کو سمجھا دے ۔ یہ جماعت فقہاء اور مجتہدین کی ہے (دور صحابہ میں بھی یہ دو جماعتیں تھیں غیر مقلدین کے محقق علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :-

تبلیغ کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک تبلیغ الفاظ کی ۔ اور ایک تبلیغ معنی و مراد کی ، اسی وجہ سے علماء امت دو قسموں میں منقسم ہو گئے ۔ ایک قسم حفاظ حدیث کی کہ جنہوں نے الفاظ حدیث کو یاد کیا اور ان کو پرکھا صحیح اور موضوع الگ الگ کر کے بتلایا یہ حضرات امت کے امام اور مقتدا ہیں اور اسلام کی سواری ہیں ان بزرگوں نے دین کی یادگاروں اور اسلام کے قلعوں کی حفاظت کی اور شریعت کی نہر کو خراب و برباد ہونے سے محفوظ رکھا ۔ دوسری قسم فقہاء اسلام اور اصحاب فتاوی

کی ہے۔(ان ہی کی فتاویٰ پر امت کا دارومدار ہے) یہی جماعت اجتہاد اور استنباط، حلال وحرام کے قواعد ضبط کرنے کے لئے مخصوص ہے۔ حضرات فقہاء زمین میں ایسے ہیں جیسے کہ آسمان میں روشن ستارے، انہی کے ذریعہ تاریک رات میں بھٹکے ہوؤں کو راستہ ملتا ہے اور انہی کے ذریعہ الجھے ہوئے مسائل سلجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے لوگوں کو ان حضرات کی اپنی ضروریات زندگی سے زیادہ ضرورت ہے۔ اور لوگوں پر فقہاء کی فرمانبرداری والدین کی فرمانبرداری سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد خداوندی ہے۔ **یآایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم.** اے ایمان والوں خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولوالامر (فقہاء کرام وغیرہ) کی اطاعت کرو یعنی قرآن وسنت کا جو مطلب ومراد وہ حضرات بیان کریں اس پر عمل کرو۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۹)

تفقہ فی الدین اللہ عزوجل کی نعمت عظمیٰ ہے اللہ تعالیٰ اس نعمت سے اپنے مخصوص محبوب بندوں ہی کو نوازتا ہے حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے۔ **من یرد اللہ بہ خیر ایفقھہ فی الدین.** خدا تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص ۳۲) فرمان خداوندی ہے۔ **یؤت الحکمۃ من یشآء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیراً** دین کا فہم (یعنی علم فقہ وتفقہ فی الدین) جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کو دین کا فہم مل جاوے۔ اس کو بڑے خیر کی چیز مل گئی۔

(ترجمۂ بیان القرآن پ ۳ سورۂ آل عمران) تفسیرات احمدیہ ص ۱۱۸)۔

جس کو یہ نعمت (دین کا فہم وتفقہ فی الدین) حاصل ہوتی ہے وہ صحیح طریقہ پر لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے اور لوگوں کے الجھے ہوئے مسائل سلجھاتا ہے۔ اور امت کو شیطانی پھندوں اور چالبازیوں سے بچا کر راہ راست پر لے چلتا ہے اسی بنا پر شیطان فقیہ سے بہت گھبراتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ **فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد** ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم عن ابن عباس ص ۳۴) غیر مقلدین جو کہ تفقہ فی الدین کی نعمت سے محروم ہیں وہ بھی فقیہ سے خوف کرتے ہیں اور اس کو اپنا دشمن تصور کرتے ہیں اور فقہ وفقیہ کو نیست و نابود کرنے کی تمنا کرتے ہیں۔ غیر مقلدوں کے شیخ الاسلام مولانا عبدالجلیل سامرودی صاحب ''بوئے غلین'' میں لکھتے ہیں ''اگر دنیا میں اصول فقہ اور فقہ کا وجود نہ ہوتا تو آج کے دن کسی آریہ سماج ودیگر مذاہب نکلنے سے پیشتر کبھی فرقہ بندی نہیں ہوتی'' اور لکھتے ہیں ''اگر آپ لوگوں کو خدا کی طرف داری کرنا ہے تو تمامی کتب مذاہب سے دست بردار ہو جاؤ'' اور لکھتے ہیں ''کوئی بادشاہ ہو عادل وعامل کتاب وسنت پر پھر وہ تمامی کتب فقہ ودیگر مذاہب کی کتابیں حضرت عمر فاروقؓ کی طرح ایک خندق کھود کر دفن کر دے یا جلا دے تب تو اشاعت کتاب وسنت کی خوب ہی ہو سکتی ہے'' یہ دشمنی کا سبب علم فقہ کی قدر وقیمت سے ناواقفیت ہے مشہور ہے۔ **والجاھل لا ھل العلم اعداء** جہلاء علماء کے دشمن ہوتے ہیں۔

حالانکہ فقہ اور فقیہ کی حدیث میں بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ حدیث (۱) **لکل شیئی عماد و عماد ھذا الدین الفقہ،** ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔ (بیہقی، دار قطنی) فتاویٰ سراجیہ ص ۱۵۸) کتاب الفوائد)

(۲) **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ الناس معادن کمعا دن الذھب والفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الا سلام اذا فقھوا رواہ مسلم** (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص ۳۲) لوگ سونے چاندی کے کان کی طرح ہیں۔ جو لوگ زمانۂ جاہلیت میں کریم الاخلاق ہونے کی وجہ سے مقتدا، پیشوا اور اچھے تھے وہ اسلام میں

بھی اچھے ہیں جب کہ فقہ فی الدین حاصل کریں۔ (یعنی احکام کو علیٰ وجہ البصیرت جانتے ہوں اور فروعات کے استنباط کی قوت رکھتے ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے عن معاویة قال قال رسول الله صلی الله من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین متفق علیه. حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ جس کے ساتھ خدائے پاک خیر کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں فقاہت نصیب کرتا ہے۔ یعنی اس کو فقیہ فی الدین بناتا ہے۔ روایت کی اس کو بخاری و مسلم نے (بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۲) کتاب العلم۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے۔ انما مثل الفقهاء کمثل الاکف. بے شک فقہاء کی مثال ہتھیلی کے مانند ہے۔ یعنی جس طرح انسان ہتھیلی کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح لوگ فقہ اور فقیہ کے محتاج ہیں۔
(مفید المفتی ص ۹)

اور ایک حدیث میں ہے۔ مجلس فقه خیر من عبادة ستین سنةً، فقہ کی ایک مجلس (یا فقہ کے درس میں شریک ہونا) ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر،

فقیہ فی الدین کی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ایک خاص موقع پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا فرمائی۔ اللهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل، اے اللہ ابن عباس کو دین کی سمجھ اور علم تفسیر عطا فرما۔ (ترجمان السنۃ ص ۲۵۸)

فہم حدیث فقہاء کا حصہ ہے یہ نرے محدث کا کام نہیں بلکہ بسا اوقات تفقہ کے حصول کے بغیر نری حدیث دانی فتنہ اور بڑی سے بڑی غلطی میں واقع ہونے کا سبب ہو جاتا ہے جس کی چند مثالیں اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ امام مسلمؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ماانت بمحدث قوماً حدیثاً لا تبلغه عقولهم الا کان لبعضهم فتنة. جب تم لوگوں سے ایسی حدیث بیان کرو گے کہ جس کی مراد تک ان کے عقل وفہم کی رسائی نہ ہو سکے تو یہ حدیث بعض لوگوں کے لئے ضرر و فتنہ کا سبب بنے گی۔
(مسلم شریف ص ۹ ج ۱ مقدمہ کتاب المسلم)

امام ترمذی رحمہ اللہ ترمذی شریف میں فیصلہ فرماتے ہیں وکذالک قال الفقهاء وهم اعلم بمعانی الحدیث، اسی طرح فقہاء رحمہم اللہ نے فرمایا ہے اور وہی حضرات حدیث کی مراد اور مقصد سب سے بہتر سمجھنے والے ہیں۔
(ترمذی شریف ص ۱۱۸ ج ۱)

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاذ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں۔ الحدیث مضلة الا للفقهاء (تفقہ فی الدین کے بغیر) حدیث گمراہ کرنے والی ہے سوائے فقہاء کے یعنی جس کو فقہ فی الدین حاصل نہیں۔ وہ حدیث کی صحیح مراد تک نہ پہنچ سکے گا۔ اور اپنی ناقص رائے سے الٹا سیدھا مطلب اخذ کرے گا اور گمراہ ہوگا۔ دیکھئے شیعہ، روافض، خوارج، معتزلہ، قادیانی اور دیگر فرق باطلہ قرآن وحدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں مگر گمراہ ہوتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا اگر کوئی حادثہ پیش

آ جائے اوراس کا صریح حکم نہ ملے تو میں کیا کروں؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ شاوروا الفقهاء العابدين ولا تمضوا فيه رأى خاصة رواه الطبرانی فی معجمه الاوسط . ورجاله موثقون من اهل الصحيح معارف السنن شرح ترمذی للشيخ محمد يوسف بنوریؒ (ج ۳ ص ۲۶۵) یعنی! جماعت فقہاء اور جماعت عابدین (جن کو کمال ولایت اور نظر کشف وشہود سے اجتہاد کا مرتبہ حاصل ہوا سے مشورہ کرو۔

حاصل کلام یہ کہ فقہاء کی رہبری کے بغیر اوران کے مسلک کے خلاف جو قدم اٹھے گا وہ غلط ہی ہوگا اسی بناء پر غیر مقلدین تراویح کی بیس ۲۰ رکعت اور طلاق ثلثہ کے سلسلہ میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

قرآن پاک میں بھی تفقہ فی الدین کے حصول کا امر ہے۔ فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين. سوایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت۔ (جہاد میں) جایا کرے تا کہ (یہ) باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں (سورۂ توبہ پ ۱۱)

اورحدیث میں ہے۔ عن ابی سعيد الخدریؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الناس لكم تبع وان رجالا ياتونكم من اقطار الارض يتفقهون فی الدين فاذا اتوهم فاستوصوابهم خيرا . (رواه الترمذی) ۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (اے میرے صحابہ!) لوگ تمہارے تابع ہیں۔ دور دراز سے تمہارے پاس تفقه فی الدين حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ نرمی، محبت اور بھلائی کے ساتھ پیش آنا۔ یہ میری تم کو وصیت ہے۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۴ کتاب العلم، فصل ثانی)

بہت ہی سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ نبی کریم ﷺ ان لوگوں کے نرمی، بھلائی اور محبت کا معاملہ کرنے کی صحابہ کو وصیت فرما رہے ہیں۔ جو فقہ فی الدین کے حصول کے لئے آئیں اور غیر مقلدین فقہ اور فقیہہ سے اظہار نفرت کرتے ہیں اور کتب فقہ کو جلا دینے اور دفن کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ حالانکہ جو حقیقی محدث ہوگا۔ اس کی شان یہ ہوگی کہ وہ فقیہہ کا احترام اور اس کی قدر کرے گا۔ اوراس کے ساتھ محبت رکھے گا۔ اس کے بھی ایک دو نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) امام اعمش رحمہ اللہ جو مشہور محدث ہیں۔ اور جلیل القدر محدثین جیسے امام شعبہ امام سفیان ثوری، امام سفیان بن عیینہ۔ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے استاذ اور شیخ ہیں۔ اتفاق سے امام اعمشؒ کی خدمت میں کوئی اہم مسئلہ پیش کیا گیا۔ آپ نے بلا کسی خفت اور جھجک کے فرمایا۔ انما يحسن جواب هذا النعمان بن ثابت واظنه، انه، بورک فی العلم . اس مسئلہ کا جواب امام ابوحنیفہؒ اچھی طرح دے سکتے ہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ ان کے علم میں خدا داد برکت ہے (الخیرات الحسان ص ۳۱)

(۲) امام اعمشؒ کا ایک اور واقعہ ہے: عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ میں امام اعمش کی مجلس میں تھا، اس مجلس میں امام ابوحنیفہ بھی تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے امام اعمش سے مسئلہ دریافت کیا آپ ساکت وخاموش رہے۔ پھر امام ابوحنیفہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا اس مسئلہ کا کیا جواب ہے؟ آپ نے اس کا تسلی بخش جواب دیا۔ امام اعمشؒ نے تعجب سے پوچھا آپ نے یہ مسئلہ کس حدیث سے مستنبط کیا؟ جواب میں ارشاد فرمایا اس حدیث سے جو آپ نے مجھے اپنی سند سے بیان کی تھی، اس حدیث سے یہ مسئلہ اس طرح مستنبط ہوتا ہے۔ امام اعمشؒ یہ سن کر بے ساختہ بول

اٹھے۔ نحن الصیاد لة وانتم الا طباء ، ہم (محدثین کی جماعت) عطار یعنی دوافروش ہیں اور تم (یعنی) طبیب ہو۔ ہم صرف حدیث یاد کر لیتے ہیں۔ صحیح وضعیف کو پہنچانتے ہیں۔ لیکن ان احادیث سے احکام مستنبط کرنا تو یہ تمہارا (یعنی فقہاء کا) کام ہے۔ جس طرح عطار ہر قسم کی دوائیں اور جڑی بوٹیاں جمع کرتا ہے۔ اصلی ونقلی کو پہچانتا ہے۔ لیکن دواؤں کی کیا خاصیت ہے ان کے کیا کیا فائدے ہیں۔ طریقۂ استعمال کیا ہے یہ سب باتیں اطباء جانتے ہیں نہ کہ عطار، اسی طرح محدثین احادیث یاد کر لیتے ہیں لیکن استنباط احکام فقہاء کرتے ہیں۔ پس جو فرق اطباء اور عطار میں ہے وہی فرق محدثین اور فقہاء میں ہے۔ (کتاب جامع بیان العلم وفضلہ ج ا ص ۱۳۱) (الخیرات الحسان ص ۶۱)

(۳) ایسا ہی ایک اور واقعہ ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام اعمش نے تنہائی میں مجھ سے ایک مسئلہ دریافت فرمایا۔ میں نے جواب دے دیا۔ خوش ہو کر کہنے لگے من این قلت ھذا یا یعقوب؟ اے یعقوب (یہ امام ابو یوسف کا نام ہے) یہ مسئلہ تمہیں کس طرح معلوم ہوا؟ میں نے کہا بالحدیث الذی حدثتنی انت ثم حدثتہ۔ اس حدیث سے جو آپ نے مجھے بیان کی تھی پھر میں نے وہ حدیث ان کو سنائی فقال لی یا یعقوب انی لا حفظ ھذا الحدیث من قبل ان یجمع ابواک ما عرفت تاویلہ الی الا ن کہنے لگے۔ اے یعقوب! یہ حدیث مجھے اس وقت سے یاد ہے جب کہ تمہارے والدین یکجا جمع بھی نہ ہوئے تھے۔ لیکن آج ہی اس حدیث کی مراد معلوم ہوئی۔

(کتاب جامع بیان العلم وفضلہ ص ۱۳۱) (العلم وا　ص ۲۲۵)

امام اعمش سے بھی بلند درجہ کے محدث امام عامر شعبیؒ (جو جلیل القدر تابعی ہیں اور جنہیں پانچ سو صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے) فرماتے ہیں۔ انا لسنا بالفقھاء و لکننا سمعنا الحدیث فروینا ہ للفقھاء. ہم (یعنی محدثین کی جماعت) فقیہ ومجتہد نہیں ہیں ہم تو احادیث سنتے ہیں (اور یاد کر لیتے ہیں) پھر فقہاء سے بیان کر دیتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ) آپ نے غور فرمایا۔ محدثین کی یہ شان ہوتی ہے وہ فقہاء کے فضل کا بے تکلف اعتراف کرتے ہیں اور بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے ''اہل حدیث'' جو عربی سے نابلد، فہم و بصیرت سے کوسوں دور، مشکوٰۃ شریف مؤطا امام مالکؒ وغیرہ کتب احادیث کا اردو ترجمہ دیکھ کر حدیث دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ائمۂ ھدیٰ کو قرآن وحدیث کے خلاف عمل کرنے والا کہتے ہیں اپنے آپ کو ان سے افضل اور بڑا محدث سمجھتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون. اسی موقع کے لئے شاعر نے خوب کہا ہے۔ شعر

انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل
آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل
بوحنیفہ کو کہے طفل دبستان جاہل
مہ تاباں کو دکھانے لگی مشعل قندیل
حسن یوسف میں بتانے لگا آبرص سو عیب
لگ گئے چیونٹی کو پر کہنے لگی ہیچ ہے فیل
شرک ، توحید کو کہنے لگے اہل تثلیث
لوح محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل

سادی موسیٰ عمران کو کہے جادوگر
شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجہیل
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں!
طوق زریں ہے گدھے کے لئے عزت کی دلیل

غیر مقلدین کے اس تعصب وجہالت کا اعتراف ان کے مقتدا بھی کرتے ہیں چنانچہ ان کے ایک پیشوا قاضی عبدالوہاب خانپوری اپنی کتاب "التوحید والسنة فی رد اهل الالحاد والبدعة" ص ۲۶۲ پرتحریر فرماتے ہیں:۔ "پس اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث، مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء به الرسول سے جاہل ہیں وہ مفت میں شیعہ وروافض کے وارث وخلیفہ بنے ہوئے ہیں، جس طرح شیعہ، ملحد وزنادقہ نیز منافقین کی حمایت کے لئے باب ودہلیز اور مدخل رہے ان کا (غیر مقلدین کا) حال بھی بالکل اہل تشیع جیسا ہے" (بحوالہ تقلید ائمہ ص ۱۸)

اسی طرح مشہور اہل حدیث مولانا وحیدالزماں تحریر فرماتے ہیں:۔ اہل حدیث کو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید کو حرام کہتے ہیں۔ لیکن ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی، نواب صدیق صاحب کی اندھادھند تقلید کرے ہیں (اسرار اللغۃ ص ۲۴ پارہ ہشتم)

اس صورت حال میں ہمارے غیر مقلدین بھائیوں کے لئے مناسب یہی ہے کہ خواہشات نفسانی پر عمل ترک کر کے ائمۂ مجتہدین کی تقلید کریں، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔ خانۂ دین ایں چہار ست دہر کہ راہے ازیں راہہائے ودرے ازیں درہائے اختیار نمودہ براہ دیگر رفتن ودردیگر گرفتن عبث ویاوہ باشد" یعنی: دین کے گھر چار ہیں (یعنی مذاہب اربعہ) جو شخص ان راستوں کے علاوہ کسی اور راستہ کو اور ان دروازوں کے سوا کسی اور دروازے کو اختیار کرے گا تو وہ بے کار اور عبث کام ہوگا۔ (شرح سفر السعادت ص ۲۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔ "بالجملہ ایں چہار امام اند کہ عالم را علم ایشاں احاطہ کردہ است امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد" یعنی یہ چار امام ایسے ہیں کہ ان کا علم سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور وہ امام ابوحنیفہ، امام مالکؒ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ ہیں۔ (شرح مؤطا ص ۶)

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ائمۂ اربعہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

آں امامان کہ کردند اجتہاد
رحمت حق بر روان جملہ باد،
بوحنیفہؒ بد امام با صفا
آں سراج امتان مصطفےٰ
باد فضل حق قرین جان او
شاد باد ارواح شاگردان او
صاحبش بو یوسفؒ قاضی شدہ
وز محمدؒ ذوالمنن راضی شدہ

شافعی ، ادریسؒ ، مالک ؒ با زفرؒ
یافت ذیشان دین احمد زیب و فر
احمد حنبلؒ کہ بود او مرد حق،
درہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
روح شاہ در صدر جنت شاد باد،
قصری دین از علم شاں آباد باد''

مندرجہ بالا فاری اشعار کا کسی شاعر نے مندرجہ ذیل اشعار میں ترجمہ کیا ہے۔

مجتہد دین کے جو گذرے ہیں امام
روح پر سب کے ہو رحمت صبح و شام
بوحنیفہؒ تھے امام با صفا
شمع جملہ امتان مصطفےٰ
جان پر اس کی خدا کا فضل ہو
خوش کرلے حق اس کے ہر شاگرد کو،
یوسفؒ اس کا ہمنشین قاضی ہوا،
اور محمدؒ سے خدا راضی ہوا ،
تھے زفرؒ ، مالکؒ ، امام شافعیؒ
جن سے زینت دین احمد ﷺ کو ملی!
احمد حنبلؒ کہ تھے وہ مرد حق
لے گئے ہر علم میں سب سے سبق
روح ان سب کی جناں میں شاد ہو
علم سے ان کے ، دین کا محل آباد ہو
(پندنامہ)

(۱) تقلید کی حیثیت اور اس کا ثبوت۔
(۲) تقلید کا تقلید شخصی میں منحصر ہونا۔
(۳) تقلید پر اعتراضات کے جوابات۔

دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ کی اطاعت کی جائے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی اس لئے واجب ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے قول وفعل سے حکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے کہ کون سی چیز حلال ہے اور کون سی حرام، کیا جائز ہے اور کیا ناجائز۔ ان تمام معاملات میں اطاعت تو صرف خدا کی کرتا ہے مگر چونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ السلام ان معاملات کے مبلغ اور پہنچانے والے ہیں۔ اس لئے آنحضور ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے

ہیں، اور حضور کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ لہذا شریعت کے تمام معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے اور جو شخص خدا اور رسول کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنے کا قائل ہو اور اس کو مستقل بالذات مطاع سمجھتا ہو۔ یہ یقیناً مذموم ہے لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کے احکام کی پاس داری اور اطاعت کرے۔

قران وحدیث (سنت) میں بعض احکام ایسے ہیں جو آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے صراحۃً ثابت ہیں جن میں بظاہر کوئی تعارض نہیں ہے اس قسم کے احکام ومسائل ''منصوصہ'' کہلاتے ہیں۔ لیکن بعض احکام ایسے ہیں جن میں کسی قدر ابہام واجمال اور بعض آیات واحادیث ایسی ہیں جو چند معانی کا احتمال رکھتی ہیں، بعض محکم ہیں۔ اور بعض متشابہ، کوئی مشترک ہے تو کوئی مؤدل، اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ بظاہر قرآن کی کسی دوسری آیت...... یا کسی دوسری حدیث سے متعارض معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً قران میں ہے۔ والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہے وہ تین قروء گذارنے تک انتظار کریں۔

لفظ'' قروء'' عربی زبان میں حیض اور طہر دونوں میں استعمال کیا جاتا ہے ایسے موقع پر یہ الجھن ہوتی ہے کہ مطلقہ عورت کی عدت تین حیض آجانے پر ختم ہوگی یا تین طہر (پاکی کا زمانہ) ختم ہونے پر پوری ہوگی۔ اسی طرح۔

حدیث میں ہے۔ من کان له امام فقراء ة الا مام له قراء ة (ابن ماجہ) یعنی جس کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کے لئے کافی ہے۔ دوسری حدیث میں بھی اسی طرح ہے انما جعل الا مام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرء فانصتوا (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۴) یعنی امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قراءت کرے تو خاموش رہو۔ اس کے بالمقابل دوسری حدیث میں ہے لا صلوٰة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۴) جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن میں بظاہر ایک حدیث دوسری حدیث کے معارض معلوم ہوتی ہے۔ اور ان کے علاوہ بے شمار مسائل ایسے ہیں جو قرآن وحدیث سے صراحۃً ثابت نہیں وہاں اجتہاد اور استنباط سے کام لینا ہی پڑتا ہے۔ ایسے موقع پر عمل کرنے والے کے لئے الجھن اور یہ دشواری پیدا ہوتی ہے کہ وہ کس پر عمل کرے اور کون سا راستہ اختیار کرے، اس الجھن کو دور کرنے اور صحیح مسئلہ سمجھنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ انسان اپنی فہم وبصیرت پر اعتماد کر کے اس کا خود ہی کوئی فیصلہ کرلے اور پھر اس پر عمل پیرا ہو جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس قسم کے معاملات میں از خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے یہ دیکھے کہ قرآن وسنت کے ان ارشادات سے ہمارے جلیل القدر اسلاف (صحابہ تابعین تبع تابعین) نے (جو حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں یا آپ کے قریب زمانہ میں تھے جس کے متعلق لسان نبوت کا یہ فیصلہ ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلو نهم ثم الذین یلو نهم اور جو علوم قرآن وحدیث کے ہم سے زیادہ ماہر، فہم وبصیرت میں اعلیٰ تقویٰ وطہارت میں فائق، حافظہ وذکاوت میں ارفع تھے) کیا سمجھا ہے اسپر عمل کرلے ایسی الجھن، کے موقع پر عمدہ بات یہی ہے کہ جس طرح ہم اپنے دنیوی معاملات میں ماہرین فن کے مشوروں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں، کورٹ میں کوئی مقدمہ دائر ہو جائے تو وکیل کرتے ہیں۔ مکان بنانا ہوتا ہے تو انجینئر کی خدمات حاصل کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور جو وہ کہتے ہیں اس کے سامنے سر تسلیم خم کر

دیتے ہیں۔ اس سے حجت بازی نہیں کرتے اسی طرح دینی معاملات میں ان مقدس ترین حضرات کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ان ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے قول پر عمل کریں اس عمل کرنے کو اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔ تقلید کی حیثیت صرف یہ ہے کہ تقلید کرنے والا اپنے امام کی تقلید یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ دراصل قرآن وسنت پر عمل کررہا ہے اور صاحب شریعت ہی کی پیروی کررہا ہے اور گویا یہ تصور کرتا ہے کہ ''امام'' اس کی اور صاحب شریعت کے درمیان واسطہ ہے۔ مثال کے طور پر جس طرح جماعت کی نماز میں جب کہ جماعت بڑی ہو امام کی آواز دور کے مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتی ہو تو اس وقت مکبر مقرر کئے جاتے ہیں وہ مکبر امام کی اقتداء کرتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہہ کر امام کی نقل وحرکت، رکوع وسجدہ کی اطلاع پچھلی صف والوں کو دیتا ہے اور پچھلی صف والے یہ تصور کرتے ہیں کہ ہم امام ہی کی اقتداء اور اتباع کررہے ہیں اور اسی کے پیچھے نماز ادا کررہے ہیں۔ اگرچہ رکوع سجدہ مکبر کی آواز پر کر رہے ہیں اور خود مکبر بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں خود امام نہیں ہوں بلکہ میرا اور پوری جماعت کا امام صرف ایک ہی ہے۔ سب اسی کی اقتداء کررہے ہیں میں تو صرف امام کے نقل وحرکت کی اطلاع دے رہا ہوں۔ بالکل یہی صورت یہاں ہے کہ مقلد کا تصور یہی ہے کہ میں خدا اور رسول ہی کی اطاعت اور اتباع کررہا ہوں ''امام'' کو درمیان میں بمنزلہ مکبر تصور کرتا ہے اس کو مستقل بالذات مطاع نہیں سمجھتا۔ مستقل بالذات مطاع تو صاحب شریعت ہی کو خیال کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ الجھن کے موقع پر ایک صورت تو یہ ہے کہ انسان اسلاف کے عقل وفہم وبصیرت پر اعتماد کرے اور ان کی اتباع کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان حضرات مجتہدین میں سے کسی پر اعتماد نہ کرتے ہوئے اپنی فہم ناقص پر اعتماد کرکے از خود فیصلہ کرکے اس پر عمل کرے مگر اس وقت صاحب شریعت کی اتباع نہ ہوگی بلکہ اپنی خواہش کی ہوگی اور وہ اس طریقے پر کہ خود تو مجتہد نہیں کہ فیصلہ کرے کہ ناسخ کون سی آیت وحدیث ہے اور منسوخ کیا ہے راجح کیا ہے اور مرجوح کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے وہ اپنی خواہش سے دل لگتی چیز پر عمل کرے گا۔ لہٰذا اتباع خواہش نفسانی کی ہوئی شریعت کی نہ ہوگی، اور انسان کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان کا یہ کامیاب حربہ ہے کہ انسان خواہشات نفسانی کا بندہ ہو جائے۔ اور اس پر عمل کرنے لگے۔ اس کے ذریعہ شیطان انسان کے قلب پر قابو پا لیتا ہے اور پھر بدن انسانی میں اس طرح سرایت کرجاتا ہے جیسے زہر اور یہ انسان کے دین کے لئے بہت ہی خطرناک ہے قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے خواہشات نفسانی پر چلنے والوں کی بہت ہی مذمت فرمائی ہے اور ایک جگہ ان کو خسیس ترین جانور ''کتے'' سے تشبیہ دی ہے۔ ارشاد ہے۔ ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ فمثلہ کمثل الکلب. یعنی وہ دنیا کی طرف مائل ہوگیا۔ اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی۔ (سورۂ اعراف پ ۹) اور ایک موقع پر خواہش پرست کو بت پرست کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ۔ سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کردیا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے (سورۂ جاثیہ پ ۲۵) خواہش نفسانی پر عمل کرنے کی وجہ سے خدا اس کو گمراہ کردیتا ہے اور کان اور دل پر مہر لگادی جاتی ہے۔ پھر اس کے قلب میں صحیح بات نہیں اترتی اور نہ راہ راست کی طرف اس کا دل مائل ہوتا ہے اور پھر وہ گمراہی کے گڑھے میں گرتا

ہی چلا جاتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔ افمن کان علیٰ بینۃٍ من ربہ کمن زین لہ' سوء عملہ واتبعوا اھواء ھم .تو جولوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہواور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں (سورۂ محمد پ ۲۶) ایک گروہ جو اپنے پرودگار کے واضح راستہ پر چل رہا ہواور دوسرا گروہ اپنی نفسانی خواہشات پر عمل پیرا ہو یہ دونوں گروہ ایک درجہ کے نہیں ہوسکتے پہلا گروہ کامیاب ہے۔ اوردوسرا ناکام۔

نفسانی خواہش کی مذمت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو بھی متنبہ کیا گیا کہ آپ ان لوگوں کی تابعداری نہ کریں جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتے ہیں۔ ارشاد ہے۔ ولا تطع من اغفلنا قلبہ' عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ' فرطاً یعنی۔ اور ایسے شخص کا کہا مت مانیے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا یہ حال حد سے گذر گیا ہے (سورۂ کہف پ ۱۵)

نیز ارشاد ہے:۔ ولئن اتبعت اھوائھم من بعد ما جاء ک من العلم انک اذا لمن الظالمین، اور اگر آپ ان کے نفسانی خیالات کو اختیار کرلیں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (یعنی وحی) آنے کے بعد تو یقیناً آپ (معاذ اللہ) ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔ (سورۂ بقرہ پ ۲)

نیز ارشاد ہے ولا تتبع اھواء ھم عما جائک من الحق . اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشات پر عمل درآمد نہ کیجئے (سورۂ مائدہ پ ۶)

نیز ارشاد ہے۔ وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک. ترجمہ:۔ اور ہم (مکرر) حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے اور ان سے (یعنی ان کی بات سے) احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا کے بھیجے ہوئے حکم سے بچلا دیں (سورۂ مائدہ پ ۶)

نیز ارشاد ہے۔ ثم جعلناک علیٰ شریعۃ من الامر فاتبعھا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون . پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقے پر کردیا ہے آپ اس طریقے پر چلے جائیے اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلئے۔ (سورۂ جاثیہ پ ۲۵)

ایک موقع پر حضور ﷺ کو مخاطب فرما کر پوری امت کو یہ پیغام سنایا گیا کہ خواہشات نفسانی کی پیروی سے بچتے رہنا ورنہ وہ اللہ کے راستہ سے تم کو ہٹادے گی، ارشاد ہے۔ ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ. اور خواہشات نفسانی کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کروگے تو) وہ تم کو خدا کے رستہ سے بھٹکا دے گی۔
(سورۂ ص پ ۲۳)

ایک جگہ ارشاد ہے۔ فان لم یستجیبو لک فاعلم انما یتبعون اھواء ھم اگر وہ آپ کی اطاعت سے انکار کردیں تو یقین کیجئے کہ وہ محض اپنی خواہشات ہی کی اتباع کرتے ہیں۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ جولوگ وحی کے موافق عمل نہ کریں تو وہ ''اتباع ھویٰ'' (خواہشات کے بندے) ہیں اور جو من مانی کرتا ہے وہ سب سے زیادہ

گمراہ ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ومن اضل ممن اتبع هواه بغير هدىً من الله اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا۔ جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بدون اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اس کے پاس) ہو (سورۂ قصص پ۲۰) الحمد للہ مقلدین اتباع وحی ہیں اور غیر مقلدین اتباع ھویٰ (خواہشات کی تابعداری کرنے والے) ہیں کہ مقلدین مذکورہ الجھن کے موقع پر صحابہ واسلاف عظام کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہیں اور انہی کی اتباع کرتے ہیں اور غیر مقلدین باوجود اس کے کہ وہ عالم ومجتہد نہیں، ناسخ منسوخ وغیرہ وغیرہ امور سے ناواقف ہیں۔ پھر بھی وہ ان حضرات کی فہم وبصیرت پر اعتماد نہیں کرتے اور اپنی خواہشات کے مطابق فیصلہ کر کے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ لا يومن احد كم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به . یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی تمام خواہشات میری آوردہ شریعت کے تابع نہ ہوجائے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۲)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ وانه سيخرج في امتي اقوام تتجارى بهم تلك الا هواء كما يتجارى الكلب لصاحبه لا يبقى منه عرق ولا مفصل الا دخله' یعنی میری امت میں آئندہ کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جن میں اہواء اور خواہشات اس طرح رچی بسی ہوئی ہوں گی۔ جیسا کہ ہڑکا ہوا کتا (باولا کتا) کسی کو کاٹ لے۔ اس شخص کے جسم میں کوئی رگ اور کوئی جوڑ ایسا باقی نہیں رہتا کہ جس میں کتے کے کاٹنے کی وجہ سے زہر پیوست نہ ہوگیا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰)

اس حدیث میں اگر غور کیا جائے تو دو باتیں معلوم ہوں گی ایک یہ کہ کتا جس کو کاٹ لے اس کے جسم کے رگ وپے میں زہر پیوست ہوجاتا ہے جو اس کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ مریض اگر تندرست انسان کو کاٹ کھائے تو اس کی بھی یہی حالت ہوجاتی ہے۔ نفسانی خواہشات پر چلنے والے کا بھی یہی حال ہے کہ پہلے خود اس کا ایمان معرض خطرے میں آجاتا ہے اور جو شخص اس کی صحبت اختیار کرتا ہے اس کا بھی دینی نقصان ہوتا ہے۔

نفسانی خواہشات دوزخ کی چہار دیواری ہے اس پر عمل کرنا اس دیوار کو پار کر کے گویا دوزخ میں داخل ہونا ہے چنانچہ صحیحین کی روایت ہے۔ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات ، جنت کے اردگرد مصائب وتکالیف کی اور جہنم کے گرد شہوات کی چہار دیواری کردی گئی ہے۔ لہٰذا اپنی خواہشات پر عمل کرنا اس دیوار کو توڑ کر جہنم میں داخل ہونا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ انتم اليوم فى زمان الهوىٰ فيه تابع للعلم وسياتي عليكم زمان يكون العلم فيه تابعاً للهوىٰ. (احياء العلوم ج ۱ ص ۸۶)

یعنی آج تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جس میں خواہش نفس علم کے تابع ہے اور تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں علم خواہش نفس کے تابع ہوگا۔ (مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین ص۹۳ ج۱)

مشہور بزرگ شیخ ابوعمر زجاجی (شاگرد حضرت جنید بغدادیؒ) فرماتے ہیں۔ كان الناس فى الجاهلية يتبعون ما تستحسنه عقو لهم وطبا ئعهم فجاء النبى صلى الله عليه وسلم فردهم الى الشريعة و

الاتباع فالعقل الصحیح الذی یستحسن ما یستحسنه الشرع ویستقبح ما یستقبحه ،اسلام سے پہلے لوگ ایسی باتوں پر عمل کیا کرتے تھے جن کو ان کی عقلیں اور طبعیتیں اچھا سمجھتی تھیں رسول اللہ ﷺ نے آ کر ان کو شریعت اور اتباع کی طرف موڑ دیا اب عقل صحیح اور فہم سلیم وہ ہے جو ایسی چیزوں کو اچھا سمجھے جسے شریعت اچھا سمجھتی ہے اور ایسی چیزوں کو برا سمجھے جسے شریعت برا سمجھتی ہے۔ (کتاب الاعتصام ص ۶۷ ج ۱)

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:۔ الشریعة موضوعة لا خراج المکلف عن داعیة ہواہ شریعت کی وضع اور غرض وغایت ہی یہ ہے کہ مکلّف (یعنی انسان) کو اس کے خواہشات پر عمل کرنے کے داعیہ سے نکال دے۔ یعنی خواہشات کا بندہ بننے کے بجائے خدا کا بندہ بنادے۔ (الاعتصام)

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:۔ لیس الشرک عبادة الا صنام فحسب بل هو تابعتک لهواک. شرک صرف بت پرستی کا نام نہیں ہے بلکہ شرک یہ بھی ہے کہ تم اپنی خواہش نفس کی پیروی کرو۔ شیخ نے اپنے اس ملفوظ میں افرأیت من اتخذ الهه هو اه کی تفسیر فرمائی ہے۔ (فتوح الغیب ص ۲۱ مقالہ نمبر ۷)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ اعلم ان النفس مجبولة علیٰ اتباع الشهوات لا تزال علیٰ ذلک الا ان یبهرها نور الا یمان ۔ یعنی جان لو کہ نفس کی جبلی بات یہ ہے کہ وہ خواہشات کی پیروی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ نور ایمان اس میں داخل ہو۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۳۰۶)

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں:۔ انما دخل الفساد علی الخلق من ستة اشیاء، ضعف النیة بعمل الا خرة والثانی صارت ابدانهم مهیئة لشهواتهم والثالث غلبهم طول الا مل مع قصر الا جل والرابع اثر وارضاء المخلوقین علیٰ رضاء الله والخامس اتبعوا اهواء هم ونبذو اسنة نبیهم صلی الله علیه وسلم والسادس جعلوا زلات السلف حجة لا نفسهم ود فنوا اکثر منا قبهم.

یعنی: چھ چیزوں کی وجہ سے مخلوق میں فساد آیا ہے (۱) آخرت کے متعلق اعمال میں ان کی نیت میں ضعف آ گیا (۲) ان کے بدن شہوتوں کے پورا کرنے کے آلے بن گئے (۳) طول امل (بڑی بڑی امیدیں) ان پر غالب آ گیا۔ حالانکہ زندگی بہت مختصر ہے (۴) مخلوق کی رضامندی کو اللہ کی رضامندی پر ترجیح دینے لگے (۵) اپنی خواہشات کی اتباع کرنے لگے اور اپنے نبی ﷺ کی سنتوں کو پس پشت ڈال دیا (۶) اسلاف کی لغزشوں کو اپنے (اعمال بد کے لئے) حجت بنالیا اور ان کے مناقب کو (جو قابل عمل ہیں) چھوڑ دیا۔ (کتاب الاعتصام ج ۱ ص ۶۴۔۶۵)

حاصل کلام یہ کہ خواہشات نفسانی پر عمل کرنے کی مذمت میں قرآن وحدیث لبریز ہیں علماء کرام نے بھی اس کی بہت مذمت کی ہے اس لئے انسان کے لئے بہترین اور نجات کا راستہ یہی ہے کہ بجائے از خود فیصلہ کرنے کے ائمہ ھدیٰ کے تقویٰ وطہارت، ان کی خداداد فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ائمۂ اربعہ میں سے (جن کی تقلید پر امت کا اجماع ہو چکا ہے) کسی کی تقلید کرے اس میں دینی مصلحت اور نجات مضمر ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ارشاد عالی پر پھر غور کیجئے فرماتے ہیں۔ اعلم ان فی الاخذ بهذه المذ اهب الا ربعة مصلحة عظیمة وفی الإعراض کلها مفسدة کبیرة ۔ جاننا چاہئے کہ ان مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سب سے اعراض کرنے میں بڑا مفسدہ ہے۔ (عقد الجید ص ۳۱)

اورفرماتے ہیں:۔ وثانیا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الا ربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الا عظم ۔ مذہب کی پابندی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اتبعوا السواد الا عظم ، سواد اعظم کی اتباع کرواور چونکہ مذاہب حقہ سوائے ان چار مذہبوں کے باقی نہ رہے اس لئے ان کی اتباع کرنا سواد اعظم (بڑے گروہ) کی اتباع کرنا ہے اوران سے باہر نکلنا سواد اعظم سے باہر نکلنا ہے۔ (عقدالجید ص ۳۱)

حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔ دراعمال اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج درتمام اہل اسلام است خوب است، اعمال کے سلسلہ مذاہب اربعہ کی پیروی جو تمام مسلمانوں میں رائج ہے نہایت عمدہ اور پسندیدہ ہے۔ (صراط مستقیم ص ۶۹ فارسی)

لہذا صحیح طور پر اگر شریعت کی اتباع کرنا ہے اور خواہشات نفسانی کی لعنت سے محفوظ رہنا ہے تو مذاہب اربعہ میں سے کسی کی اتباع کی جائے خصوصاً اس پر آشوب و پرفتن زمانہ میں کہ جس کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ثم یفشوا الکذب یعنی خیر القرون کے بعد کذب پھیل جائے گا۔

اورٹھنڈے دل سے اگر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ تقلید ایک امر فطری ہے اور ایک قدرتی ناگزیر ضرورت ہے جو انسان کے ساتھ مثل سائے کے لگی ہوئی ہے ہمارے غیر مقلدین بھائی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہیں ان کے گھروں میں چھوٹے بچے گھر کے بڑوں کو ہی دیکھ کر نماز پڑھتے ہیں اور دوسرے اعمال کرتے ہیں اوران کے گھر کی مستورات محدثہ عالمہ اور فاضلہ نہیں ہوتیں مردوں ہی سے پوچھ، پوچھ کر عمل کرتی ہیں۔ اس پوچھ پوچھ کر عمل کرنے کو مذموم نہیں سمجھا جاتا، اس کو شرک، بدعت اور گناہ نہیں کہا جاتا اور معمولی صنعت وحرفت میں بھی بغیر تقلید کے کام نہیں چلتا طب اور ڈاکٹری کا مطالعہ کر کے انسان حکیم اور ڈاکٹر نہیں بن جاتا ایسا شخص اگر مطلب کھول کر بیٹھ جائے تو اسے مجرم کہا جاتا ہے اور جو اس سے علاج کرائے وہ اس سے بڑا نادان سمجھا جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ نیم حکیم خطرہ جان و نیم ملا خطرۂ ایمان، بہر حال دنیا کے ہر کام میں تقلید کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن دین کے معاملہ میں چند حدیث کی کتابوں کا ترجمہ دیکھ کر اپنے آپ کو علوم قرآن وحدیث کا ماہر سمجھنے لگنا۔ اور ائمہ ھدیٰ واسلاف عظام کے ساتھ بدگمانی کرنا ان کی شان میں بدزبانی اور گستاخی کرنا اور ان کی تقلید کو شرک و بدعت کہنا اور اپنی ناقص فہم وعقل پر اعتماد کرنا اور ہوائے نفسانی کی اتباع کو عین توحید سمجھنا یہ کہاں کا انصاف ہے ”بریں عقل و دانش بباید گریست“ اگر ہمارے غیر مقلدین بھائی، ہٹ دھرمی کٹھ حجتی اور ضد کو چھوڑ کر دیانتداری، سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے غور کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ عدم تقلید کے عقیدے پر جمے رہیں۔

نفس تقلید قرآن وحدیث سے ثابت ہے:

اور نفس تقلید کا جواز بلکہ وجوب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ ہم یہاں چند آیات واحادیث پیش کرتے ہیں۔

قرآن میں ہے۔ فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے

دریافت کرلو۔

(۲) اولئک الذین ھدٰھم اللہ فبھداھم اقتد ہ. یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی انہی کے طریقے پر چلیئے۔ (سورۂ انعام پ ۷)

اس آیت میں اگلے انبیاء کی اتباع کا حکم فرمایا گیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ و اتبع ملة ابراھیم حنیفاً. ملت ابراہیمی کا اتباع کیجئے۔ جس میں کجی نہیں ہے۔

(۳) یآیھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعو االرسول واولی الا مر منکم. اے ایمان والوں اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولوالامر کی۔ اولوالامر میں ائمۂ مجتہدین خصوصاً ائمۂ اربعہ داخل ہیں۔

(۴) ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الا مر منھم لعلمه الذی یستنبطونه' منھم. اگر یہ لوگ اس امر کو رسول کے اور اولی الامر کے حوالہ کرتے تو جو لوگ اہل فقہ اور اہل استنباط ہیں وہ سمجھ کر ان کو بتلا دیتے کہ کون سی چیز قابل عمل ہے۔ اور کون سی نا قابل عمل۔ اس آیت سے بھی صراحۃً ائمۂ مجتہدین کی اتباع کا ثبوت ملتا ہے۔

(۵) فلو لانفر من کل فرقة منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون ۔یعنی کیوں نہ نکلے ہر فرقہ میں سے ایک جماعت تاکہ فقہ فی الدین حاصل کرے اور جب واپس آئے تو اپنی قوم کو ہوشیار اور بیدار کرے تاکہ وہ دین کی باتوں کو سنکر اللہ کی نافرمانی سے بچیں (سورۂ توبہ پ ۱۱)

(۶) وجعلنا ھم ائمةً یھدون با مر نا لما صبروا وکانوا بایا تنا یوقنون. اور ہم نے ان میں پیشوا بنائے جو لوگوں کو ہماری راہ چلاتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے

(سورۂ الم سجدہ پ ۲۱)

(۷) اتبع سبیل من اناب الی ،اس شخص کے راستہ کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کئے ہوئے ہے۔

(۸) یآیھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کو نوا مع الصادقین. اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔ (سورۂ توبہ پ ۱۱)

ان تمام آیات میں اتباع اور تقلید کی تاکید فرمائی گئی ہے اور ان سے تقلید مطلق کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ اب اس سلسلہ کی چند احادیث ملاحظہ کیجئے۔

(۱) عن حذیفة رضی اللہ عنه قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انی لا ادری مابقائی فیکم فاقتدو ابالذین من بعدی ابی بکر وعمر ،حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم نہیں میں کب تک تم لوگوں میں زندہ رہوگا۔ لہذا میرے بعد ان دو شخصوں یعنی ابوبکرؓ وعمرؓ کی اقتداء کرنا (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۰ باب مناقب ابی بکر وعمر)

(۲) علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین الخ تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہو (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ الاعتصام بالکتاب والسنة)

(۳) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لما بعثه الی الیمن

قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال بسنة رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم . قال فان لم تجد فی سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتھد برائی ولا آلو فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسولَ رسولِ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لما یرضیٰ بہ رسول اللہ.

یعنی ۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ کیا تو یہ دریافت فرمایا کہ اگر کوئی قضیہ پیش آ جائے تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا۔ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو ؟ عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملے تو ؟ عرض کیا پھر اجتہاد اور استنباط کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور اس مسئلہ کا حکم تلاش کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں آپ نے میرے اس جواب پر (فرط مسرت سے) اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی اور خوش رہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب العمل فی القضاء والخوف منہ ص ۳۲۴) (ابوداؤد شریف اجتہاد الرائی القضاء ص ۱۴۹)

حضرت معاذؓ کی اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ قرآن وحدیث میں ان کا حکم منصوص نہیں ہے یعنی صراحۃً مذکور نہیں ہے۔

(۲) غیر منصوص مسائل میں اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرنا مستحسن ہے اور یہ اللہ اور اس کے رسول کی عین مرضی کے مطابق ہے۔

(۳) رائے اور اجتہاد حق تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ جس پر آنحضور ﷺ نے الحمد للہ فرمایا اور فرط مسرت سے حضرت معاذؓ کے سینے پر ہاتھ مارا۔ اس سے اس طرف اشارہ تھا کہ علوم نبوت کے فیوض و برکات فقیہ و مجتہد کے ساتھ ہیں۔

(۴) حضرت معاذؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ مسائل کے حل کرنے اور معاملات کو سلجھانے کی تعلیم فرمائی جا رہی ہے وجہ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ جانتے ہیں کہ اہل یمن اپنے پیش آمدہ مسائل و معاملات میں حضرت معاذؓ ہی کی طرف رجوع کریں گے اور آپ ہی کی اتباع اور تقلید کریں گے۔ اس حدیث میں صحیح طور پر غور کیا جائے تو تقلید کی حقیقت اور اس کا ثبوت اور جواز واضح اور بین طور پر ثابت ہوتا ہے۔

(۵) العلماء ورثة الانبیاء. رواہ احمد وابو دا ودو الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۴ کتاب العلم)

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ پس جس طرح انبیاء کی اتباع فرض اور لازم ہے۔ اسی طرح وارثین انبیاء (یعنی علماء) کی اتباع بھی لازم اور ضروری ہے۔ انبیاء کی میراث علم ہے علماء کی اتباع واقتداء اسی لئے فرض ہے کہ وہ علم شریعت کے وارث اور حامل ہیں۔

(۶) کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلم ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون (مسلم باب وجوب الوفاءبیعة الخلیفة الاول فالاول ج۲ ص ۱۲۶)

بنی اسرائیل کی سیاست وحکومت ان کے انبیاء کرتے تھے۔ ایک نبی فوت ہوجاتا تو دوسرا نبی آجاتا تھا اور خبردار رہو

میرے بعد کوئی نبی نہیں ہاں میرے بعد خلیفہ ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ (یعنی میری زندگی میں تم پر میری اتباع ضروری تھی اور میرے بعد میرے خلفاء کی اتباع لازم ہوگی۔

(از معارف القرآن حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ ج۱ص ۱۸۵)

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے تقلید مطلق کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر اس تقلید کی دوصورتیں ہیں ایک تو یہ کہ تقلید کے لئے کسی خاص امام ومجتہد کو متعین نہ کیا جائے کبھی ایک امام کے مسلک کو اختیار کرلیا تو کبھی دوسرے امام کے قول پر عمل کرلیا اسے تقلید مطلق کہا جاتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ تقلید کے لئے کسی ایک مجتہد کو متعین کرلیا جائے۔ ہر مسئلہ میں اسی کی اتباع کی جائے اسے تقلید شخصی کہا جاتا ہے۔ عہد صحابہ وتابعین میں تقلید کی ان دونوں صورتوں پر عمل درآمد رہا ہے اور بکثرت اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ اس عہد مبارک میں یہ بات بالکل عام تھی کہ جو حضرات فقیہہ نہ تھے وہ فقہاء صحابہ وتابعین سے پوچھ پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے۔ اور سائل کے جواب میں مجیب جو حکم بتلاتا **مع دلیل یا بلا دلیل** سائل ، اس پر عمل پیرا ہوتا اور عدم دلیل کی صورت میں سائل دلائل کا مطالبہ نہ کرتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

”صحابہ کرام سے لے کر مذاہب اربعہ کے ظہور تک یہی دستور اور رواج رہا کہ کوئی عالم مجتہد مل جاتا تو اسی کی تقلید کرلیتے تھے، کسی بھی معتبر اور مستند شخصیت نے اس پر نکیر نہیں کی اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ حضرات اس پر ضرور نکیر فرماتے (عقد الجید ص ۲۹ مترجم)

حضرت شاہ صاحب کے اس فرمان سے عہد صحابہ وتابعین میں تقلید مطلق کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے۔ جس طرح ان حضرات کے یہاں تقلید مطلق کا رواج تھا اسی طرح بعض حضرات تقلید شخصی پر بھی عمل پیرا تھے چنانچہ اہل مکہ مسائل خلافیہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو ترجیح دیتے تھے اور انہی کے قول پر عمل کرتے تھے اور اہل مدینہ حضرت زید بن ثابتؓ کے قول پر عمل کرتے تھے اور اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کو ترجیح دیتے اور اسی کی اتباع کرتے تھے۔

(۱) بخاری، مسلم اور ابوداؤد میں ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا پھر وہی مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا جواب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے جواب کے خلاف تھا۔ جب ابوموسیٰ اشعریؓ کو اس کا علم ہوا تو سمجھ گئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی کا جواب اور فتویٰ صحیح ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا” **لا تسئلونی مادام ھذا الحبر فیکم**“ جب تک یہ متبحر عالم (یعنی ابن مسعودؓ) تم میں موجود رہیں تمام مسائل انہیں سے دریافت کیا کرو اور وہ جو فتویٰ دیں اسی پر عمل کرو مجھ سے دریافت نہ کرو، اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔ جس کا ثبوت اس روایت سے واضح طور پر ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۴)(۱)

---

(۱) سوال: ابوموسیٰ اشعریؓ سے کسی نے پوچھا اگر کوئی مرجائے اور ورثاء میں ایک بیٹی ایک نواسی اور ایک بہن ہو تو میراث کیسے تقسیم ہوگی۔
جواب: دیا بیٹی کو آدھا اور بہن کو آدھا نواسی محروم رہے گی، سائل نے یہی مسئلہ ابن مسعودؓ سے پوچھا اور یہ بھی بتایا کہ ابوموسیٰ اشعری نے اس طرح جواب دیا ہے ابن مسعودؓ نے جواب دیا کہ میں تو وہی بتاؤں گا جو اللہ کے رسول نے فیصلہ کیا ہے بیٹی کو آدھا پوتی کو **چھٹا** اور باقی بہن کو ملے گا۔ سائل ابوموسیٰ کے پاس آئے اور ابن مسعود کا جواب بتایا تو ابوموسیٰ نے فرمایا **لا تسئلونی ما دام ھذا الحبر فیکم** ، بخاری باب میراث ابنتہ ابن مع ابنتہ ج۲ ص ۹۹۷)

(۲) صحیح بخاری شریف میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان اھل المدینۃ سألوا ابن عباس عن امرأۃ طافت ثم حاضت قال لھم تنفر قالوا لانأخذ بقولک وندع قول زید (باب اذا حاضت المرأۃ بعد ما افاضت صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۷ کتاب الحج)

اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس عورت کے متعلق سوال کیا جو طواف فرض کے بعد حائضہ ہوگئی ہو (تو اب وہ طواف وداع کئے بغیر واپس جاسکتی ہے یا نہیں؟) ابن عباسؓ نے فرمایا وہ طواف وداع کئے بغیر واپس جاسکتی ہے۔ اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کے قول پر (فتویٰ پر) عمل کرکے زید بن ثابت کے قول (فتویٰ) کو ترک نہیں کریں گے۔ (بخاری شریف)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ زید بن ثابتؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے اس روایت کے اس جملہ پر "لا ناخذ بقولک وندع قول زید" پر غور کیجئے کہ جب اہل مدینہ نے ابن عباسؓ سے یہ بات کہی تو ابن عباسؓ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی کہ تم اتباع اور اقتداء کے لئے (یعنی تقلید کے لئے) ایک معین شخص کو لازم کرکے شرک، بدعت اور گناہ کے مرتکب ہورہے ہو۔ اگر تقلید شخصی ناجائز اور حرام ہوتی تو ابن عباسؓ ضرور نکیر فرماتے۔

(۳) حضرت ابن عباسؓ مجتہد تھے تاہم فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فتویٰ موجود ہو تو پھر کسی اور کے فتویٰ کی ضرورت نہیں (کلمۃ الفصل ص ۱۹)

(۴) جب تک سالم بن عبداللہ زندہ رہے امام نافع نے فتویٰ نہیں دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۸) معلوم ہوتا ہے کہ امام نافع کے زمانہ میں لوگ سالم بن عبداللہ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔

(۵) حضرت معاذؓ کو قاضی بناکر یمن بھیجنے کی روایت گذشتہ اوراق میں مفصل آچکی ہے وہ روایت تقلید شخصی واجتہاد کے ثبوت میں واضح وبین دلیل ہے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے اس روایت کے ایک پہلو پر توجہ مبذول کیجئے۔ وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے اہل یمن کے لئے اپنے فقہاء صحابہ میں سے صرف معاذؓ کو یمن بھیجا اور انہیں حاکم، قاضی اور معلم بناکر اہل یمن کے لئے یہ لازم کردیا کہ وہ انہیں کی تابعداری کریں اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو صرف قرآن وسنت ہی نہیں بلکہ موقع پڑنے پر قیاس واجتہاد کے مطابق فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی اس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اہل یمن کو ان کی تقلید شخصی کی اجازت دے دی بلکہ اس کو ان کے لئے لازم کردیا۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ تابعین کے دور میں فقہاء سبعہ کے فتووں پر عمل ہوتا تھا۔ ان روایات کو ملحوظ رکھ کر اس کا فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ عہد صحابہ وتابعین میں تقلید مطلق وتقلید شخصی دونوں کا رواج تھا مگر یہ بات ملحوظ رہے کہ وہ زمانہ خیر القرون کا تھا۔ لوگوں میں تدین اور خدا ترسی غالب تھی۔ ان کا متعدد حضرات سے پوچھنا یا تو اتفاقی طور پر ہوتا یا یہ مقصد ہوتا کہ جس کے قول میں زیادہ احتیاط ہوگی اس پر عمل کریں گے۔ اس لئے اس زمانہ میں تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں پر عمل ہوتا تھا پھر جوں جوں حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک سے بعد ہوتا گیا اور خوف خدا اور احکام شریعت کی عظمت دلوں سے کم ہونے لگی اور اغراض پرستی لوگوں پر غالب آنے لگی تو امت کے نباض علماء نے دکھتی رگ کو پکڑ کر تقلید کو "تقلید شخصی" میں منحصر کردیا اور بتدریج اسی طرف علماء کا میلان ہونے لگا اور ہوتے ہوئے تقلید شخصی کے وجوب پر

امت کا اجماع ہو گیا اگر ایسا نہ کیا جاتا تو احکام شریعت کھلونا بن جاتے اور ہر ایک اپنے اپنے مطلب اور خواہش کے موافق عمل کرتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **وبعد المأتین ظھر فیھم التمذھب للمجتھدین اعیانھم و قل من کان لا یعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ و کان ھو الواجب فی ذالک الزمان** یعنی دوسری صدی ہجری کے بعد لوگوں میں متعین مجتہد کی پیروی کا رواج ہو گیا اور بہت کم لوگ ایسے تھے جو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس زمانہ میں یہی ضروری تھا۔ (انصاف ص ۴۴)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ العزیز تقلید شخصی کے ضروری اور لابدی ہونے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

''گو فی نفسہ یہ بھی جائز ہے کہ مختلف لوگوں کا اتباع ہو مثلاً کسی شیخ سے کوئی شغل پوچھ لیا اور کسی دوسرے سے اور کوئی شغل پوچھ لیا تو اس طرح متعدد کا اتباع بھی فی نفسہ جائز ہے۔ اور سلف کی یہی حالت تھی کہ کبھی امام ابوحنیفہؒ سے پوچھ لیا، کبھی اوزاعی سے، اور سلف کی اسی عادت کو دیکھ کر آج بھی لوگوں کو یہ لالچ ہوتا ہے۔ سو فی نفسہ تو یہ جائز ہے مگر ایک عارض کی وجہ سے ممنوع ہو گیا اس کے سمجھنے کے لئے ایک مقدمہ سن لیجئے وہ یہ کہ حالت غلبہٗ کا اعتبار ہوتا ہے سو حالت غلبہ کے اعتبار سے آج میں اور اس وقت میں یہ فرق ہے کہ اس وقت کے لوگوں میں تدین غالب تھا۔ ان کا مختلف لوگوں سے پوچھنا یا تو اتفاقی طور پر ہوتا تھا اور یا اس لئے کہ جس کے قول میں زیادہ احتیاط ہوگی اس پر عمل کریں گے پس اگر تدین کی اب بھی وہی حالت ہوتی تو ایک کو خاص کرنے اور اس کی تقلید کرنے کی ضرورت نہ ہوتی مگر اب تو وہ حالت ہی نہیں رہی اور کیسے رہتی؟ حدیث میں ہے **ثم یفشو الکذب** کہ خیر القرون کے بعد کذب پھیل جائے گا اور لوگوں کی حالت بدل جائے گی سو جتنا خیر القرون سے بعد ہوتا گیا۔ اتنی ہی لوگوں کی حالت ابتر ہوتی گئی۔ اب تو وہ حالت ہے کہ عام طور پر غرض پرستی غالب ہے اب مختلف لوگوں سے اس لئے پوچھا جاتا ہے کہ جس میں اپنی غرض نکلتی ہو اس پر عمل کریں گے۔ **الیٰ قولہ**۔ علامہ شامیؒ نے یہاں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک فقیہہ نے ایک محدث کے یہاں اس کی لڑکی کے لئے پیام بھیجا اس نے کہا اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تم رفع یدین اور آمین بالجہر کرو فقیہہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور نکاح ہو گیا۔ اس واقعہ کو ایک بزرگ کے پاس ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس کو سن کر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا مجھے اس شخص کے ایمان جاتے رہنے کا خوف ہے اس واسطے کہ وہ جس بات کو سنت سمجھ کر کرتا تھا بدون اس کے کہ اس کی رائے کسی دلیل شرعی سے بدلی ہو صرف دنیا کے لئے اسے چھوڑ دیا لوگوں کی یہ حالت دنیا طلبی کی ہو گئی ہے ایسے وقت میں اگر تقلید شخصی نہ ہو تو یہ ہوگا کہ ہر مذہب میں سے جو صورت اپنے مطلب کی پاویں گے اسے اختیار کریں گے۔ مثلاً اگر وضو کرنے کے بعد اس کے خون نکل آیا تو اب امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر تو وضو ٹوٹ گیا اور امام شافعیؒ کے مذہب پر نہیں ٹوٹا سو یہاں تو یہ شخص امام شافعیؒ کا مذہب اختیار کرے گا اور پھر اس نے بیوی کو بھی ہاتھ لگایا تو اب امام شافعیؒ کے مذہب پر تو وضو ٹوٹ گیا اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر نہیں ٹوٹا تو یہاں ابوحنیفہؒ کا مذہب لے لے گا۔ حالانکہ اس صورت میں کسی امام کے نزدیک اس کا وضو نہیں رہا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو خون نکلنے کی وجہ سے ٹوٹ گیا اور امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کو چھونے کی وجہ سے۔ مگر اس شخص کو ذرا بھی پرواہ نہ ہوگی۔ وہ تو ہر امام کے مذہب میں اپنے مطلب ہی کی ڈھونڈ لے گا اور جو اس کے مطلب کے خلاف ہے اس کو نہ مانے گا۔ سو دین تو رہے گا

نہیں غرض اور نفس پرستی رہ جائے گی۔ پس یہ فرق ہے ہم میں اور سلف میں ان کو تقلید شخصی کی ضرورت نہ تھی کیونکہ تدین غالب تھا اور سہولت وغرض کے طالب نہ تھے بخلاف ہمارے کہ ہم میں غرض پرستی غالب ہے ہم سہولت اور غرض کے بندے ہیں اس لئے ہم کو اس کی ضرورت ہے کہ کسی ایک خاص شخص کی تقلید کریں ہم تقلید شخصی کو فی نفسہ واجب یا فرض نہیں کہتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ تقلید شخصی میں دین کا انتظام ہوتا ہے اور ترک تقلید میں بے انتظامی ہوتی ہے۔ پس تقلید شخصی میں راحت بھی ہے اور نفس کی حفاظت بھی۔

(اشرف الجواب حصہ دوم ص ۸۹ تا ص ۹۶ ملخص)

علامہ ابن تیمیہ بھی تقلید شخصی کو ضروری تحریر فرماتے ہیں۔ **فی وقت یقلدون من یفسد النکاح وفی وقت، یقلدون من یصححه، بحسب الغرض والهوی و مثل هذا لا یجوز.**

یعنی یہ لوگ کبھی اس امام کی تقلید کرتے ہیں جو نکاح کو فاسد قرار دیتا ہے اور کبھی اس امام کی جو اسے درست قرار دیتا ہے اپنی غرض اور خواہش کے مطابق۔ اور اس طرح عمل کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۴۰)

غیر مقلدین شیخ عبدالوہاب نجدی کے ہم مسلک وہم عقیدہ سمجھے جاتے ہیں لیکن یہ نام نہاد اہل حدیث ان سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ شیخ ائمہ اربعہ کی تقلید کے جواز کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم حنبلی المذہب ہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"فنحن ولله الحمد متبعون لا مبتدعون علی مذهب الامام احمد بن حنبل" ہم لوگ الحمدللہ ائمہ سلف کے متبع ہیں کوئی نیا طریقہ اور بدعت ایجاد کرنے والے نہیں ہیں اور ہم امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں (محمد بن عبدالوہاب للعلامہ احمد عبدالغفور عطار، طبع بیروت ص ۱۷۴، ۱۷۵) ایک دوسرے مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔ انی ...... ولله الحمد متبع ولست بمبتدع عقیدتی ودینی الذی ادین الله به الخ، میں...... الحمدللہ ائمہ سلف کا متبع ہوں، مبتدع (دین میں نئی بات نکالنے والا) نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ اور میرا دین جو میں اللہ کے دین کی حیثیت سے اختیار کئے ہوئے ہوں وہ اہل سنت والجماعت کا وہی مسلک اور طریقہ ہے جو امت کے ائمہ اربعہ وران کی متبعین کا مسلک اور طریقہ ہے (محمد بن عبدالوہاب ص ۱۷۴ اص ۱۷۵)

ان کے صاحبزادے شیخ عبداللہ اپنے ایک رسالے میں اپنے اور اپنے والد کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ اصول دین (یعنی ایمانیات واعتقادیات) میں ہمارا مسلک اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اور ہمارا طریقہ ائمہ سلف کا طریقہ ہے اور فروع میں یعنی فقہی مسائل میں ہم امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں اور جو کوئی ائمہ اربعہ میں سے کسی کی بھی تقلید کرے ہم اس پر نکیر نہیں کرتے۔ الهدیة السنیة ص ۳۸، ۳۹ء)

(مندرجہ بالا حوالہ جات حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کی ایک تازہ تصنیف بنام "شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ" سے اخذ کئے گئے ہیں۔)

علامہ ابن تیمیہ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی جن کا علمی مرتبہ ہمارے غیر مقلدین بھائیوں کو بھی مسلم ہے۔ آپ نے سطور بالا میں ان دونوں حضرات کے اقوال وافکار ملاحظہ فرمائے اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان حضرات کے

یہاں بھی تقلید گناہ یا شرک نہیں ہے بلکہ وہ بھی اس کے ضروری ہونے کے قائل ہیں۔ اور یہ غیر مقلدین ائمۂ ہدیٰ کی تقلید کو حرام، شرک، بدعت اور گناہ کہتے ہیں چنانچہ غیر مقلدوں کی کتاب ''فقہ محمدی'' کے ابتداء میں ہے ''اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہم کو محض اپنے فضل وکرم سے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مذاہب کی تقلید سے جن میں ایک جہان پھنس رہا ہے۔ اور بموجب آیت قرآنی اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللّٰہ اور حدیث عدی بن حاتم کے کہ مخالف حکم خدا اور رسول کے اور کسی کا حکم ماننا شرک ہے، شرک سے بچایا۔'' (فقیہ محمدی وطریقہ احمدیہ ص ۴)

صاحب فقہ محمدیہ نے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مذاہب کی تقلید کو ''شرک'' کہا ہے اور استدلال میں قرآنی آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللّٰہ، اور حدیث عدی بن حاتم کو بلا سمجھے بوجھے نقل کر دیا، حالانکہ آیت کا تعلق یہود ونصاریٰ سے ہے کہ انہوں نے اپنے علماء ومقتداؤں کو ''خدا'' بنا رکھا تھا اور وہ اس طرح کہ ان کی شریعت میں بعض چیزیں حرام تھیں ان کو ان کے علماء اور مذہبی پیشوا، اور پادریوں نے حلال کر دیا حالانکہ وہ چیزیں نص صریح ان کے مذہب میں حرام تھیں اور اس سے قبل ان اشیاء کے حرام ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے تھے مگر پادریوں کے حلال کرنے سے حلال سمجھنے لگے۔ اسی طرح یہود نے اپنے علماء کے متعلق یہی عقیدہ بنا رکھا تھا۔ یہ صورت یقیناً مذموم اور شرک ہے چنانچہ جب یہ آیت اتخذوا احبار ھم ورھبانھم ارباباً من دون اللّٰہ نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ (یہود ونصاریٰ) اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے پھر ارباباً من دون اللّٰہ کیونکر ہوئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلوا شیئاً استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئاً حرموہ۔ یعنی بیشک وہ ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ لیکن وہ لوگ (علماء) جس چیز کو حلال کر دیتے یہ لوگ اس کو حلال سمجھتے اور جس چیز کو حرام کہہ دیتے اس کو حرام جانتے (ترمذی وغیرہ)

اس تقریر سے ایک بات واضح ہوگئی کہ مقلدین احکام فقہیہ میں ائمہ مجتہدین کے فتاویٰ کی تقلید اور اتباع تو کرتے ہیں مگر ان میں اور یہود ونصاریٰ کی خباثت میں بین فرق ہے وہ یہ کہ یہود ونصاریٰ تحلیل وتحریم میں احبار ورھبان ان کے لئے مستقل اختیار ثابت کرتے تھے گویا انہیں قانون ساز سمجھتے تھے اور مقلدین ائمہ وعلماء مجتہدین کے لئے شمہ برابر اختیار تشریعی تسلیم اور ثابت نہیں کرتے اصل حکم خدا ہی کا سمجھتے ہیں اور '' ان الحکم الا للّٰہ '' ہی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ہاں رسول کا بیان چونکہ دلیل قطعی ہے اللہ کی طرف سے چیزوں کے حلال وحرام ہونے پر۔ اس لئے رسول کی اتباع کرتے ہیں۔ اب رہا تقلید کا مسئلہ تو اس کی حیثیت (جیسا کہ گذشتہ اوراق سے واضح ہوگیا) صرف یہ ہے کہ ہم ائمہ کو شارح قانون سمجھتے ہیں اور ان کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہیں نہ کہ انہیں قانون ساز گردانتے ہیں اس لئے اس تقلید کو یہود ونصاریٰ کی تقلید سے کوئی مناسبت نہیں اور ائمۂ ہدیٰ کی تقلید کی مذمت اس آیت کریمہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ سے متعلق ایک واضح اور قطعی بات لکھی ہے کہ اصل حکم تو اللہ ہی کا ہے، اور وہ تحلیل وتحریم جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جاتی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضور ﷺ کا قول اللہ کی تحلیل وتحریم کے لئے علامت قطعی ہے۔ اور اس تحلیل وتحریم کو مجتہدین امت کی طرف منسوب کرنے کا مقصد

یہ ہے کہ یہ حضرات اس حکم کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں یا اس کے کلام سے استنباط کرتے ہیں ۔واما نسبة التحليل والتحريم الى النبى صلى الله عليه وسلم فبمعنى ان قوله امارة قطعيه لتحليل الله وتحريمه واما نسبتها الىٰ مجتهدين من امته فبمعنى روايتهم ذلك عن الشرع من نص الشارع او استنباط من كلامه .

حجة الله البالغة مع ترجمه نعمة الله السابغة (ج ۱ ص ۱۲۷ باب اقسام الشرک)

غیر مقلدین کے چند اشکالات اور ان کے جوابات:

پہلا اشکال:

ان حضرات کا ایک اشکال یہ ہے کہ مسائل فقہ اور اسلامی احکام حضور اکرم ﷺ کے دور نبوت میں مدون اور جمع نہ تھے یہ بعد کی ایجاد ہے اس لئے یہ بدعت سیئہ ہے۔ یہ اعتراض سراسر ان کی جہالت اور ناواقفیت کی علامت ہے قرآن کریم بھی حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں یکجا جمع نہ تھا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے جمع کیا گیا۔ جس کے لئے ابتداءً حضرت ابوبکر صدیقؓ تیار نہ تھے اور فرمارہے تھے۔ كيف تفعل شيئاً لم يفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم "کہ جو کام حضور اکرم ﷺ نے نہیں کیا اسے آپ کیسے کر سکتے ہیں؟ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا" هذا والله خير "قسم بخدا یہ کام لامحالہ اچھا ہے۔ ان دونوں حضرات میں بحث اور گفتگو ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ نے صدیق اکبر کو اس بارے میں شرح صدر فرمادیا اور وہ اس مبارک واہم کام کے کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ خود صدیق اکبر کا بیان ہے۔ فلم يزل عمر يراجعنى حتىٰ شرح الله صدرى لذلك .ورأيت فى ذلك الذى رأى عمر . یعنی عمر مجھ سے الٹ پھیر (بحث) کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس کام کے لئے شرح صدر عطا فرمادیا اور میری بھی اس بارے میں وہی رائے ہو گئی جو عمر فاروقؓ کی تھی ان دونوں حضرات کی رائے متفق ہو گئی تو پھر کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کرنے کے لئے طلب فرمایا اور قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے بھی یہی سوال کیا۔ كيف تفعلون شيئاً لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم آپ صاحبان وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو مصلحت بتائی یہاں تک کہ ان کے قلب مبارک میں اللہ نے یہ بات اتاردی اور وہ بھی اس کام کے لئے آمادہ ہو گئے حضرت زیدؓ فرماتے ہیں فلم يزل ابو بكر يراجعنى حتى شرح الله صدرى للذى شرح له صدر ابى بكر و عمر . حضرت ابوبکر مجھ سے سوال و جواب (الٹ پھیر) کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لئے کھول دیا جس کے لئے ابوبکر و عمر کو شرح صدر ہو چکا تھا۔ اس کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ نے نہایت جانفشانی اور پورے احتیاط کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور قرآن کریم کا نسخہ مرتب فرمادیا۔ اگر فقہ کے مسائل اور احکام حضور اکرم ﷺ کے بعد مدون ہونے اور جمع ہونے پر اعتراض ہے اور اسے بدعت و ناجائز کہا جاتا ہے تو جمع قرآن کے متعلق کیا کہو گے؟

احادیث کی تدوین بھی حضور کے وفات کے بعد ہوئی ہے اور کتب احادیث بعد میں مرتب ہوئی ہیں۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، مؤطا، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ تمام کتب بعد میں تصنیف کی گئی ہیں کیا اس کو بھی بدعت کہا جائے گا؟ اور اس سے اعراض کیا جائے گا؟ اور کتب احادیث سے استفادہ ترک کر دیا جائے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ نہ فقہ کا مدون ہونا بدعت ہے، نہ کتب احادیث کا مرتب ہونا بدعت، اور نہ جمع قرآن کو بدعت کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ ہر نئی بات کو بدعت کہہ دینا جہاں اور محروم العقل لوگوں کا کام ہے۔ ہر نیا کام اور ہر نئی بات بدعت ممنوعہ نہیں بلکہ جو عمل ''فی الدین'' یعنی دین کے اندر بطور اضافہ اور کمی بیشی کے ہو اور اسے دین قرار دے کر اور عبادت وغیرہ دینی امور کے طرح ثواب آخرت اور رضائے الٰہی کا وسیلہ سمجھ کر کیا جائے حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو۔ نہ قرآن و سنت سے نہ قیاس واجتہاد سے ''جیسے عیدین کی نماز میں اذان واقامت کا اضافہ'' یہ تو بدعت ہے اور جو نیا کام " لـلـدین" ہو یعنی دین کے استحکام و مضبوطی اور دینی مقاصد کی تکمیل وتحصیل کے لئے ہو اسے بدعت ممنوعہ نہیں کہا جا سکتا جیسے جمع قرآن کا مسئلہ، قرآن میں اعراب وغیرہ لگانا۔ کتب احادیث کی تالیف اور ان کی شرحیں لکھنا اور ان کتابوں کا صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ نام رکھنا ان تمام امور کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح احکام فقہ کا مدون و مرتب کرنا اور مذاہب اربعہ کی تعیین اور ان کا حنفی شافعی، مالکی اور حنبلی نام رکھنا اس کو بھی بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ مذکورہ تمام امور للدین ہونے کی وجہ سے مستحب بلکہ ضروری ہیں۔ اگر قرآن جمع نہ کیا جاتا تو اس کی حفاظت مشکل ہو جاتی۔ اگر اس پر اعراب نہ لگائے جاتے تو صحیح تلاوت کرنا دشوار ہو جاتا، احادیث کو کتابوں کی صورت میں مرتب نہ کیا جاتا تو آج شاید امت کے پاس احادیث کا یہ معتبر ذخیرہ نہ ہوتا اسی طرح اگر فقہ کی تدوین اور مذاہب اربعہ کی تعیین نہ ہوتی تو آج لوگ خواہشات کے غلام اور بندے ہو چکے ہوتے یہ تو خدا کا فضل ہے کہ اس نے علماء کے قلب میں یہ بات الہام کی کہ انہوں نے ضرورت محسوس کر کے فقہ کی تدوین کی اور اس کے طفیل لوگوں کے لئے احکام شرع پر عمل کرنا آسان ہو گیا چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ **وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سر الهمه الله تعالىٰ العلماء وجمعهم من حيث يشعرون او لا يشعرون.**

الحاصل (ان مجتہدین کا صاحب مذہب ہونا) اور پھر لوگوں کا ان کو اختیار کرنا ایک راز ہے جسے کو اللہ نے علماء پر الہام کیا ہے اور ان کو اس تقلید پر جمع کر دیا ہے چاہے وہ اس کو راز کو جانیں یا نہ جانیں۔ (انصاف ص ۴۷)

اور تحریر فرماتے ہیں۔ **اعلم ان فى الا خذ بهذه المذاهب الا ربعة مصلحة عظمية وفيه الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة.** جاننا چاہئے کہ مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سب سے اعراض کرنے میں بڑا مفسدہ ہے۔ (عقد الجید ص ۳۱)

دوسرا اشکال:

ان کا ایک اشکال یہ بھی ہے کہ مجتہدین تو بہت ہوئے کیا وجہ ہے کہ تقلید کا انحصار انہی چار میں ہے۔ کیا قرآن وحدیث میں ان کے برحق ہونے کی صراحت آئی ہے؟

یہ لوگ ایسے بے جا اعتراضات سے لوگوں کو بہکانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، بخاری، مسلم، ترمذی، ابو

داؤد وغیرہ کتب احادیث کتب معتبرہ ہیں کیا قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث میں ان کے معتبر ہونے کی وضاحت آئی ہے؟ ان کتب کے معتبر وصحیح ہونے کی سند یہ ہے کہ امت کے علماء وصلحاء کی جانب سے ان کو تلقّی بالقبول حاصل ہے اور تلقی بالقبول کسی چیز کے صحیح و معتبر ہونے کی بہت مضبوط وقوی سند ہے حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔" اتفاق سلف و توارث ایشان اصل عظیم است در فقه "سلف کا اتفاق اور ان کا توارث فقہ میں اصل عظیم ہے۔ (ازالۃ الخفاء مطبع بریلی ص ۸۵)

چار ہی کیوں رہے تین یا پانچ نہ ہوئے اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ اگر پانچ مذاہب ہوتے تب بھی یہی سوال ہوتا کہ پانچ کیوں ہوئے؟ چار میں منحصر ہو جانا اس کی مصلحت تو خدا بہتر جانتا ہے۔ لیکن ظاہری طور پر آج جس قدر تفصیل کے ساتھ ہر باب اور ہر فصل کے مسائل کتاب الطہارت سے لے کر کتاب الفرائض تک ائمۂ اربعہ کے مذہب میں مدون اور مجتمع ہیں ان کے علاوہ کسی اور مجتہد کے مسائل مدون اور مجتمع نہیں ہیں۔ خال خال ان بزرگوں کے اقوال مذاہب اربعہ کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ جب یہ صورت حال ہے تو پھر ائمۂ اربعہ کو چھوڑ کر کسی اور کی تقلید کی جائے تو کس طرح کی جائے اس لئے امت نے تقلید کو ائمۂ اربعہ ہی میں منحصر کر دیا ہے۔ شیخ احمد المعروف بہ ملا جیونؒ تفسیرات احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ والا نصاف ان انحصار المذاهب فى الاربعة واتباعهم فضل الهى وقبولية من عند الله لا مجال فيه للتوجيهات و الادلة. انصاف کی بات یہ ہے کہ مذاہب کا چار میں منحصر ہو جانا اور انہی چار مذاہب کی اتباع کرنا فضل الٰہی ہے اور منجانب اللہ قبولیت ہے اس میں دلائل اور توجیہات کی کوئی ضرورت نہیں (تفسیرات احمدیہ ص ۳۴۶)

اور یہ حقیقت ہے کہ ان چار اماموں کو اللہ نے قرآن وحدیث کا تفصیلی علم اور درایت واستنباط کی مہارت تامہ عنایت فرمائی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں" بالجملة ایں چار امام اند کہ عالم را علم ایشاں احاطہ کردہ است امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ امام شافعیؒ، امام احمدؒ" یعنی۔ چار امام ایسے ہیں کہ ان کا علم سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ چار امام۔ ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، اور امام احمدؒ ہیں۔ (شرح مؤطا ص ۶)

اور اس کی مصلحت خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ چار کے عدد میں کچھ ایسی خصوصیت ہے کہ بہت سی چیزیں چار کے عدد میں مشہور ہوئیں۔ دیکھئے! انبیاء ورسل بہت ہوئے مگر جلیل القدر انبیاء چار ہیں (۱) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ آسمانی کتابیں بہت نازل ہوئیں مگر ان میں چار بہت مشہور ہیں (۱) قرآن مجید (۲) توراۃ (۳) زبور (۴) انجیل۔ ملائکہ ان گنت اور بے شمار ہیں مگر جلیل القدر ملائکہ چار ہیں۔ (۱) حضرت جبرائیلؑ، (۲) حضرت میکائیلؑ، (۳) حضرت عزرائیلؑ، (۴) حضرت اسرافیلؑ، صحابہ بہت ہیں مگر چار بڑی خصوصیات کے حامل ہیں۔ (۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ، (۲) حضرت عمر بن خطابؓ، (۳) حضرت عثمان بن عفانؓ، (۴) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین صوفیاء ومشائخ طریقت بہت ہوئے مگر چار سلسلے مشہور ہوئے۔ (۱) چشتیہ، (۲) نقشبندیہ، (۳) قادریہ، (۴) سہروردیہ، خدا کی قدرت کی نشانیاں بے شمار ہیں۔ مگر سورۂ غاشیہ میں اللہ نے چار چیزوں کو پیش کیا ہے۔ (ابل، سماء، جبال، ارض) فرماتے ہیں افلا ينظرون الى الابل كيف خلقت والى السمآء كيف رفعت والى الجبال كيف نصبت والى

الارض کیف سطحت ۔ کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح (عجیب طور سے) پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں (کو نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے (سورۂ غاشیہ ۳۰)۔ اسی طرح اگر مجتہدین میں سے چار مشہور ہوئے تو اس میں کون سی بات اعتراض کی ہے؟...... لہذا ان چار میں سے کسی کی اتباع میں ہماری نجات مضمر ہے۔ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی المذہب تھے اور آپ یہ تمنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو امام احمدؒ کے مذہب پر قائم رکھے اور میدان حشر میں انہی کے زمرہ میں ہمارا حشر فرمائے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے۔ اما تنا علیٰ مذهبه اصلاً وفرعاً وحشر نا فی زمرته. یعنی اللہ تعالیٰ ہم کو اصلاً (یعنی اعتقاداً) وفرعاً ان کے مذہب پر خاتمہ کرے اور ان کے زمرہ میں ہمارا حشر فرمائے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۶۸۹ عربی)

خلاصہ کلام یہ کہ اگرچہ مجتہدین بہت ہوئے مگر چونکہ ان کے مذاہب مدون نہیں ہوئی صرف ان چار کے مدون و مرتب ہوئے اس لئے انہی میں سے کسی کی اتباع ضروری ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الا ربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الا عظم والخروج عنها خروجاً عن السواد الا عظم ۔ یعنی جب بجز مذاہب اربعہ کے اور سارے مذاہب حقہ ختم ہو گئے تو انہی مذاہب اربعہ کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے۔ اور ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہے جس کی حدیث میں ممانعت فرمائی گئی ہے۔) (عقد الجید ص ۳۱)

اور تحریر فرماتے ہیں:۔ ولیس مذهب فی هذه الا زمنة المتا خرة بهذه الصفة الا هذه المذاهب الاربعة. اس آخری زمانے میں اس صفت کے (کہ جس میں ہر شعبہ کے مسائل ہوں) صرف یہ مذاہب اربعہ ہیں۔

تیسرا اشکال:

غیر مقلدین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے۔ قرآن ایک...... رسول ایک پھر ائمۂ اربعہ کے درمیان مسائل میں اختلاف کیوں ہے؟ اس اختلاف کی وجہ سے انسان تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ کس کو حق سمجھے اور کس پر عمل پیرا ہو۔

جواب یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے اولین مخاطب حضرات صحابہ تھے، وہ براہ راست حضور اکرم ﷺ سے فیض یافتہ تھے اس لئے وہی حضرات قرآن وحدیث کی مراد کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں لہذا ان حضرات نے جو سمجھا ہے وہ ہمارے لئے معیار اور مشعل راہ ہے۔ اور قرآن ورسول کے ایک ہوتے ہوئے حضرات صحابہ کے مابین بے شمار مسائل میں اختلاف تھا۔ ائمۂ اربعہ نے چونکہ ان ہی حضرات اور ان سے فیض یافتہ حضرات یعنی (تابعین) کی فہم وبصیرت پر اعتماد کیا ہے اور ان ہی کے اقوال مذاہب کو اختیار کیا ہے اس لئے ائمۂ اربعہ میں بھی مسائل میں اختلاف واقع ہوا۔ اور صحابہ کے باہمی اختلاف کے متعلق حدیث میں ہے۔ سئالت ربی عن اختلاف اصحابی ...... الخ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب سے اپنے بعد صحابہ کے باہمی اختلاف کے متعلق پوچھا۔ اللہ نے بذریعۂ وحی بتلایا۔ کہ اے محمد! (ﷺ) تمہارے صحابہ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے کہ ان میں بعض کی روشنی

بعض سے زیادہ ہے (مگر روشنی ہر ایک میں ضرور ہوتی ہے) جو شخص آپ کے صحابہ کے مسالک مختلفہ میں سے کسی مسلک کو اختیار کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۵۴ باب مناقب الصحابہ) اور یہ اختلاف مبنی علی الاخلاص ہوتا ہے اس لئے مذموم نہیں بلکہ پسندیدہ اور باعث رحمت ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے" اختلاف امتی رحمة" میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ حدیث پاک میں جس اختلاف کو رحمت فرمایا ہے اس کا صحیح مصداق یہی صحابہ وائمہ کا اختلاف ہے۔ صحابہ کے باہمی اختلاف کی بے شمار مثالیں حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صحابہ کے اختلاف کے چند نمونے ذکر فرماتے ہیں۔ وقد کان فی الصحابة والتابعین ومن بعد هم من یقراء البسملة ومن لا یقرء ...... الخ ترجمہ: صحابہ وتابعین میں اور ان کے بعد زمانہ میں بعض ایسے تھے جو نماز میں بسم اللہ جهراً پڑھتے تھے اور بعض جہراً نہیں پڑھتے تھے۔ اور بعض نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض پچھنہ لگانے، نکسیر پھوٹنے اور قے کرنے کی وجہ سے وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے اور اس کو ناقض وضو نہیں سمجھتے تھے۔ بعض لوگ مس ذکر اور عورتوں کو شہوت سے ہاتھ لگانے کو ناقض وضو سمجھ کر وضو کرتے تھے اور بعض لوگ نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگ آگ سے پکی ہوئی اشیاء کھانے کے بعد وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔ بعض اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔ (حجة الله البالغه مترجم ج ۱ ص ۳۷۶ (باب) اختلاف الصحابه فی الا حکام کثیر).

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہٗ

"...... ولاعتدال فی مراتب الرجال" میں صحابہ کے باہمی اختلاف کی چند مثالیں بیان فرماتے ہیں۔

(۱) شرم گاہ کے چھونے سے حضرت عمرؓ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔

(۲) سمندر کے پانی سے وضو کرنا جمہور صحابہ کے نزدیک جائز ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک مکروہ ہے

(۳) جمعہ کے دن خوشبو کا استعمال کرنا جمہور صحابہ کے نزدیک مستحب ہے حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک واجب ہے۔

(۴) حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک زندوں کے رونے سے مردے کو عذاب ہوتا ہے حضرت عائشہؓ سختی سے اس کا انکار کرتی ہیں۔

(۵) امام زہریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ میں اختلاف تھا کہ رمضان کے روزوں کی قضا کا لگاتار رکھنا ضروری ہے یا الگ الگ رکھنا بھی جائز ہے۔

(۶) ایک بڑی جماعت کا صحابہ کرامؓ میں سے مذہب یہ تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان میں حضرت انسؓ، ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہ بھی ہیں لیکن خلفائے راشدین اور جمہور صحابہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مذہب ہے کہ تیمم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا ضروری ہے حضرت علی کرم اللہ

وجہ کا مذہب ہے کہ پہنچوں تک کافی ہے۔

(۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ کا مذہب ہے کہ نمازی کے سامنے سے گدھا گذر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، کا مذہب ہے کہ نہیں ٹوٹتی۔

(۹) اگر صرف دو مقتدی ہوں تو صحابہ کے نزدیک امام کو آگے کھڑا ہونا چاہئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مذہب ہے کہ ان دونوں کے درمیان کھڑا ہونا چاہئے۔

(الاعتدال فی مراتب الرجال المعروف بہ اسلامی سیاست ص ۲۰۲۔۲۰۳)

(۱۰) مسلم نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ عورتوں کو غسل کے وقت حکم کرتے تھے کہ سر کے بالوں کو کھول لیا کریں یہ بات حضرت عائشہؓ نے سنی تو فرمایا۔ ابن عمرؓ سے تعجب ہے کہ وہ عورتوں کو سر کھولنے کا حکم دیتے ہیں ان کو سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے یقیناً میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے نہایا کرتے تھے اور میں اس سے زیادہ نہیں کرتی تھی کہ اپنے سر پر تین بار پانی بہادیا کرتی تھی۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۲۲۳ باب اذالم یصلہ الحدیث اصلاً)

(۱۱) جمہور کا مسلک یہ ہے کہ طواف میں رمل کرنا سنت ہے اور عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے اتفاقی طور پر ایک امر عارض کی وجہ سے کیا تھا اور وہ یہ کہ مشرکین نے کہا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اور یہ رمل کرنا سنت نہیں ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۲۲۳ (باب الاختلاف فی النظر الی الحدیث)

اور بھی بے شمار مسائل ہیں جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا باہمی اختلاف ہے ترمذی شریف کا مطالعہ کرنے والے بخوبی اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

صحابہؓ کے مابین اختلاف کے وجوہ کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ بالغہ میں بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اختلاف کے وجوہ بیان فرمانے کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں۔ وبالجملة فاختلف مذاهب اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم واخذ عنهم التابعون کذا لک کلٌّ اخذ ماتیسر له‘......الخ.

ترجمہ: حاصل کلام یہ کہ ان وجوہ سے صحابہ کے مذاہب مختلف ہو گئے تھے اور ان سے تابعین نے اس طرح حاصل کیا جس طرح جس کو توفیق ہوئی (تابعین نے) جس حدیث رسول کو اور جن مذاہب صحابہ کو سنا اس کو یاد کیا اور سمجھا اور جہاں تک ہو سکا مختلف امور کو جمع کیا اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی اور بعض کو اپنی نظر میں ضعیف سمجھا اگر چہ وہ کبار صحابہ سے مروی تھے۔ جیسے حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ کا مذہب ہے کہ وہ جنبی کے لئے تیمم کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جب عمارؓ اور عمران بن حصینؓ وغیرہ کی احادیث مشہور ہوئیں تو ان کو وہ مسلک ضعیف معلوم ہوا۔ اسی طرح تابعین میں سے ہر عالم کا ایک مذہب اس کے خیال کے موافق قائم ہو گیا۔ پس ہر شہر میں ایک امام قائم ہو گیا جیسے مدینہ میں سعید بن مسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمرؓ ہوئے اور ان کے بعد وہیں مدینہ میں امام زہری قاضی یحییٰ ابن سعید اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن ہوئے۔ اور مکہ میں عطاء! ابن ابی رباح تھے۔ کوفہ میں ابراہیم نخعی اور شعبی تھے۔ بصرہ میں حسن بصری تھے۔ یمن میں طاؤس بن کیسان تھے۔ اور شام میں مکحول تھے۔ پس خدا نے بہت سے قلوب کو ان کے علوم کا گرویدہ بنادیا اور لوگوں نے نہایت رغبت سے ان سے حدیث، صحابہ کے فتویٰ۔ اور اقوال اور خود ان کے مذاہب اور ان کی تحقیقات کو حاصل کیا اور ان سے مسائل کا استفسار کیا اور مسائل کا خوب ان میں تذکرہ رہا تمام معاملات کے وہ مرجع رہے سعید ابن

مسیب اور ابراہیم اور ان کے ہم مرتبہ لوگوں نے تمام ابواب فقہ کو مرتب کر دیا تھا، اور ہر باب کے متعلق ان کے پاس اصول وقواعد مرتب تھے جن کو انہوں نے اپنے اسلاف سے حاصل کیا تھا۔ سعید بن مسیب اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب تھا کہ فقہ میں حرمین کے علماء سب سے زیادہ پختہ ہیں اور ان کے مذہب کی بنیاد عبداللہ بن عمرؓ، عائشہؓ، اور عبداللہ بن عباسؓ کے فتوے اور مدینہ کے قاضیوں کے فیصلے ہیں ان سب علوم کو انہوں نے بقدر استطاعت جمع کیا اور ان میں تفتیش کی نظر سے دیکھا جن مسائل میں علماء مدینہ کا اتفاق دیکھا ان کو خوب مستحکم طور سے اختیار کیا...... اور جو مسائل ان کے نزدیک مختلف فیہ تھے ان میں سے قوی اور راجح کو اختیار کیا ان کے نزدیک ان کے راجح ہونے کے وجہ یا یہ تھی کہ اکثر علماء نے اس طرف میلان کیا تھا یا وہ کسی قیاس قوی کے موافق تھے یا کتاب وحدیث سے مصرح طور پر مستنبط ہوئے تھے یا اسی طرح کا کوئی اور امر تھا اور جب انہوں نے اپنے محفوظات میں مسئلہ کا جواب نہ پایا تو اس کو ان کے کلام سے حاصل کیا اور کتاب وسنت کے ایماء اور اقتضاء کا تتبع کیا اس کی وجہ سے ہر ایک باب میں بکثرت مسائل ان کو حاصل ہو گئے۔ ابراہیم اور ان کے شاگردوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگرد فقہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں جیسی علقمہ نے مسروق سے کہا تھا کہ کوئی فقیہ عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ قابل وثوق نہیں۔ ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ سے کہا تھا کہ ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہہ ہیں اور اگر صحابی ہونے کی فضیلت عبداللہ بن عمرؓ میں نہ ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ علقمہ عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ فقیہہ ہیں اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی اصل عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوے، حضرت علیؓ کے فیصلے اور قاضی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ کے فتاوی ہیں۔ پس ان میں سے امام ابوحنیفہؒ نے بقدر امکان مسائل فقہیہ کو جمع کیا اور جیسے اہل مدینہ کے آثار سے مدینہ کے علماء نے تخریج کی تھی۔ ایسی ہی کوفہ کے آثار سے انہوں نے تخریج مسائل کی، پس ہر باب کے متعلق مسائل فقہ مرتب ہو گئے اور حضرت سعید بن مسیبؒ فقہائے مدینہ کی زبان تھے اور ان کو حضرت عمرؓ کے فیصلے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث سب سے زیادہ یاد تھیں اور ابراہیم فقہائے کوفہ کی زبان تھے پس جب وہ دونوں کوئی بات کہتے اور کسی کی جانب اس کو منسوب نہ کرتے تو وہ اکثر صراحتہ یا کنایۃ یا کسی اور طرح سے سلف میں سے کسی کی طرف منسوب ہوتی تھی۔ پس فقہائے مدینہ اور کوفہ نے ان دونوں پر اتفاق کیا ان سے علم کے ذریعہ دیگر مسائل کی تخریج کی'' (حجة الله البالغه مع ترجمه نعمة الله السابغه ص ۳۲۵ ص ۳۲۶ ص ۳۲۷، ص ۳۲۸ (باب) اختلاف مذاهب اصحاب النبی ﷺ. (باب) مذاهب التابعین. (باب) الروایة عن الصحابة و ربانٔ) تحفة اهل الحرمین. (باب) فقهاء الصحابة و التابعین. جلد اول باب اختلاف الصحابة و التابعین فی الفروع)

ائمہ کے باہمی اختلاف کے اور بھی بہت سے وجوہ ہیں جن کو مفصل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے اختلاف الائمہ، اور اعتدال فی مراتب الرجال وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ اس لئے ائمہ کے باہمی اختلاف کی وجہ سے تشویش واقع ہونے اور شکوک وشبہات پیدا کرنے اور اعتراض کرنے کا کوئی وجہ جواز نہیں۔ علامہ شعرانیؒ ائمہ کے باہمی اختلاف کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

''عزیز من اگر تو بہ نظر انصاف دیکھے گا۔ تو یہ حقیقت واضح اور منکشف ہو جائے گی کہ ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین سب کے سب طریق ہدایت پر ہیں اور اس کے بعد کسی امام کے کسی مقلد پر بھی اعتراض کا خیال نہیں ہوگا۔

اس لئے کہ یہ امر ذہن نشین ہو جاوے گا کہ ائمہ اربعہ کے مسالک شریعت مطہرہ میں داخل ہیں اور ان کے مختلف اقوال امت کے لئے رحمت ہو کر نازل ہوئے حق تعالیٰ شانہ، جو علیم و حکیم ہیں ان کی مصلحت اسی امر کو متقضی تھی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اگر اس کو پسند نہ فرماتے تو اس کو بھی اسی طرح حرام قرار دیتے۔ جس طرح کہ اصل دین میں اختلاف کو ممنوع قرار دیا۔ عزیز من! مبادا تجھ پر یہ امر مشتبہ ہو جائے کہ تو ائمہ کے فروعی اختلاف کو اصولی اختلاف کے مشابہ اور اس کے حکم میں سمجھنے لگے جس کی وجہ سے تیرا قدم میدان ہلاکت میں پڑ جائے حضور اقدس ﷺ نے اس امت کے اختلاف فرعی کو رحمت قرار دیا ہے۔ الخ۔ (از اختلاف الائمہ ص ۳۳، ص ۳۴)

یہ ہے ائمہ کے باہمی اختلاف کی وجہ اکابر علماء کی نظر میں۔ مگر تعجب خیز بات یہ ہے کہ غیر مقلدین ائمہ پر تو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ ایک، رسول ایک، قرآن ایک، پھر مسائل میں اختلاف کیوں ہے؟ حالانکہ خود ان کے علماء میں بھی بے شمار مسائل میں اختلاف ہے۔ جب سب کچھ ایک ہے تو پھر تمہارے یہاں بھی یہ اختلاف کیسا؟

علماء غیر مقلدین کے باہمی اختلاف کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:۔

(۱) علامہ شوکانی اور نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد اس کے قائل ہیں کہ ستر عورت نماز میں شرط نہیں ہے اور مولوی وحید الزماں صاحب غیر مقلد اس کے قائل ہیں کہ ستر عورت نماز میں شرط ہے بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔ (ہدیۃ المہدی)

(۲) نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد کے قول میں مؤذن کو اجرت دے کر رکھنا جائز نہیں ہے۔ بدور الاہلہ ص ۴۶) اور مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ اس وقت جواز اخذ اجرت میں کوئی شبہ نہیں۔ (ہدیۃ الہدیٰ ص ۸۷)

(۳) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کے نزدیک مؤذن کا مذکر ہونا شرط ہے (ہدیۃ المہدیٰ) اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کے نزدیک شرط نہیں ہے بلکہ عورتوں مردوں کا ایک حکم ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۴۶)

(۴) نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ اذان واجب ہے (بدور الاہلہ ص ۴۶) اور مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ سنت ہے۔ (ہدیۃ الہدیٰ ص ۴۶)

(۵) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کے نزدیک رنڈی کی خرچی حرام ہے اس کے یہاں دعوت کھانا درست نہیں ہے اس سے معاملہ کرنا درست نہیں ہے چنانچہ انہوں نے اسرار اللغۃ پارہ دہم ص ۱۵۶ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور مولوی عبداللہ صاحب غازی پوری غیر مقلد کے نزدیک حلال ہے اور توبہ اس کا ذریعہ ہے۔

(۶) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کے نزدیک قرآن و حدیث سے بیمار پر رقیہ کرنا درست ہے۔ اور دوسرے غیر مقلدین کے نزدیک ناجائز ہے۔ (اسرار اللغہ پارہ دہم ص ۱۱۸)

(۷) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر مواقیت سے پہلے کسی نے احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔ (ہدیۃ الہدیٰ ج ۶ ص ۹۶) اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ جائز نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۱۳۹)

(۸) نواب صاحب فرماتے ہیں کہ وطی سے حج باطل نہیں ہوتا (بدور الاہلہ ص ۱۴۱) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ باطل ہو جاتا ہے آئندہ سال اعادہ کرے۔ (ہدیۃ الہدیٰ ص ۲۱۱ ج ۶)

(۹) مولوی بشیر قنوجی کہتے ہیں کہ تراویح میں ختم کے دن تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا بدعت ہے وہ حافظ کو منع کر دیا کرتے تھے مولوی وحید الزماں کہتے ہیں کہ بدعت نہیں جائز ہے۔ (اسرار اللغۃ ص ۴۶ پارہ چہارم)

(۱۰) نواب صدیق حسن خان صاحب کہتے ہیں کہ اذان وقت میں ہونی چاہئے وقت سے پہلے جائز نہیں۔ اور حضرت بلالؓ کی اذان شب میں ایقاظ نائم وارجاع قائم کے لئے ہوتی تھی نماز فجر کے واسطے نہ تھی۔ (بدور الاہلہ ص ۴۷) لیکن مولوی وحید الزماں غیر مقلد کی رائے یہ ہے کہ فجر کے لئے دو اذانیں ہونی چاہئیں۔ چنانچہ اسرار اللغۃ میں مصرح ہے۔ (ہدیۃ الہدیٰ ص ۶۴)

(۱۱) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں اسی طرح گانا بجانا تفریح طبع کے لئے مختلف فیہ ہے اور عید اور شادی اور خوشی کی رسموں میں بقول راجح جائز بلکہ مستحب ہے۔ (اسرار اللغۃ پارہ ہشتم ۸۶) اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں مزامیر وغیرہ حرام ہے (بدور الاہلہ ص: ۵۱۳)

(۱۲) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں صحیح یہ ہے کہ فاتحہ جہراً (یعنی بلند آواز سے) پڑھے (ہدیۃ الہدیٰ ص ۲۲۱) اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ جہر ثابت ہے اور آہستہ پڑھنا مستحب نہیں (بدور الاہلہ ص ۶۲)

(۱۳) نور الحسن غیر مقلد کہتے ہیں کہ زنا کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے (عرف الجاری ص ۱۱۲) لیکن عبد الجلیل صاحب سامرودی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ جائز نہیں کیونکہ صحاح ستہ میں اس کا ذکر نہیں۔
(العذاب المہین ص ۵۲)

(۱۴) مولوی وحید الزماں اہل حدیث فرماتے ہیں کہ مال تجارت میں زکوٰۃ واجب نہیں (بدور الاہلہ ص ۱۰۲) اور مولوی عبد الجلیل غیر مقلد کہتے ہیں کہ مال تجارت میں عامہ اہل حدیث کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے (العذاب المہین ص ۲۸،۲۹)

(۱۵) مولوی وحید الزماں اہل حدیث فرماتے ہیں کہ آج کل مولود مروجہ پر انکار جائز نہیں۔ (ہدیۃ الہدیٰ ص ۱۱۸) لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب اہل حدیث فرماتے ہیں کہ بدعت ہے (اہل حدیث کا مذہب ص ۳۴)

(۱۶) نواب صدیق خاں اہل حدیث کے نزدیک چاندی سونے کے زیور میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۱۰۱) لیکن مولوی وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں دلیل کے اعتبار سے وجوب قوی ہے۔
(ہدیۃ المہدی ص ۵ ج ۲)

(۱۷) نواب صدیق حسن خاں صاحب اہل حدیث فرماتے ہیں۔ قبلۂ دین مدد دے کعبۂ ایمان مدد دے ابن قیم مدد دے، قاضی شوکانی مدد دے (یہ کہنا جائز ہے) ہدیۃ المہدی ص ۲۳ ج ۱) (نفح الطیب ص ۴۷) لیکن مولوی ثناء اللہ امرتسری اس کو ناجائز اور شرک قرار دیتے ہیں۔ (اہل حدیث کا مذہب از ص ۷ تا ص ۱۲)

(۱۸) نواب صدیق حسن خاں صاحب اہل حدیث قبلہ اور کعبہ لکھنا جائز سمجھتے ہیں چنانچہ عبارت نمبر ۱۷ اسیر شاہد ہے۔ لیکن مولوی عبد الجلیل صاحب غیر مقلد اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ العذاب المہین ص ۱۰۰)

(۱۹) داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ غسل کے بعد وضو کرنا چاہئے اور صاحب ہدیۃ المہدی مولوی وحید الزماں،

فرماتے ہیں کہ نہیں کرنا چاہئے۔ (ہدیۃ المہدی ص۲۲)

(۲۰) مولوی عبدالجلیل صاحب۔ سامرودی غیر مقلد کہتے ہیں کہ مسافر کی مقیم کے پیچھے نماز جائز ہے (العذاب المہین ص۷۱) لیکن علی حسن خان غیر مقلد فرماتے ہیں کہ ہرگز اقتداء نہ کرے مجبوری ہوتو پچھلی دو رکعتوں میں شریک ہو۔ (البنیان المرصوص ص۱۶۳)

(۲۱) نور الحسن غیر مقلد کہتے ہیں مشت زنی جائز ہے (عرف الجاری ص۲۱۴) لیکن مولوی عبدالجلیل صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ مشت زنی جائز نہیں۔ (العذاب المہین ص۵۳)

(۲۲) مولوی وحید الزماں غیر مقلد فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کو ندا کرنا مطلقاً جائز ہے (ہدیۃ المہدی ص۲۳) اور مولوی ثناء اللہ اس کو شرک فرماتے ہیں۔ (اہل حدیث کا مذہب ص۱۹)

(۲۳) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ غسل میں بدن کا ملنا مستحب ہے (ہدیۃ المہدی ص۲۱) اور نواب صاحب اہل حدیث فرماتے ہیں کہ واجب ہے۔ (بدور الاہلہ ص۳۱)

(۲۴) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں چار پانچ سے زیادہ تکبیریں کہنا جائز ہے (ہدیۃ المہدی ص۲۱۷) نواب صاحب اہل حدیث فرماتے ہیں کہ چار تکبیروں سے صداً کم و بیش کرنا بدعت ہے۔ (بدور الاہلہ ص۹۱)

چوتھا اشکال:

غیر مقلدین کا اسی سے ملتا جلتا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ چاروں مذہب کس طرح حق ہو سکتے ہیں اس لئے کہ حق متعدد نہیں ہوتا صرف ایک ہی ہوتا ہے لہٰذا سب کی باتیں غلط ہے اور بہتر یہی ہے کہ تقلید کا قلادہ گردن سے نکال کر براہ راست قرآن وحدیث پر اپنی فہم اور سمجھ کے مطابق عمل کیا جائے۔

جواب یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کا ماٴخذ اور مرجع ایک ہی ہے۔ اس لئے سب کو فاسق سمجھنا گویا قرآن وحدیث ہی کی موجب ضلالت وگمراہی قرار دینا ہے (معاذ اللہ) اس لئے یہ خیال بالکل گمراہ کن ہے۔ کعبۃ اللہ کی چار سمتیں ہیں (مشرق، مغرب، شمال وجنوب) اور ان چار سمتوں میں بسنے والے لوگ اپنی اپنی سمت کے اعتبار سے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر ایک کی سمت دوسرے سمت والے کے اعتبار سے مخالف ہے مگر اس کے باوجود سب کی نماز صحیح ہو جاتی ہے وجہ یہ ہے کہ سمتیں اگرچہ مختلف ہیں مگر سب کا مرکز ایک ہی کعبۃ اللہ ہے...... اسی طرح متداول مذاہب اربعہ کا مرجع وماٴخذ ایک ہی ہے وہ سب قرآن وحدیث پر ہی عمل کرتے ہیں۔ اس لئے مذاہب اربعہ صحیح کہلائیں گے فرق صرف یہ ہے کہ ایک امام کبھی آیات محتمل المعانی میں سے ایک معنی کو بقرائن وشواہد راجح کر کے اس پر عمل کرتا ہے اور دوسرا اس معنی کو مرجوح قرار دے کر ترک کرتا ہے اسی طرح وہ احادیث جو بظاہر متعارض ہیں ایک امام اپنی تحقیق وتفتیش کے مطابق حسب قواعد وضوابط ایک حدیث کو ترجیح دے کر اس کو معمول بہ قرار دیتا ہے اور دوسرا امام اسی حدیث کو اپنے اصول وقواعد اور اپنی تحقیق واجتہاد سے مرجوح قرار دیتا ہے اور دوسری حدیث کو راجح قرار دے کر اس کو اپنے مسئلہ کی بنیاد بناتا ہے۔ کبھی ایک امام حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتا ہے تو دوسرا امام دوسرے نصوص کو سامنے

رکھ کر حدیث کی مراد تک پہنچنے کی سعی کرتا ہے اور اس مراد پر عمل پیرا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور اس کی مثالیں تعامل صحابہ میں بھی ملتی ہیں۔

(۱) بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے واقعہ میں صحابہ سے فرمایا۔ لا یصلین احد کم الا بنی قریظة تم میں سے کوئی شخص نماز عصر بنی قریظہ کے علاوہ کہیں نہ پڑھے۔ راستہ میں عصر کا وقت ہوگیا صحابہ کی رائیں مختلف ہوگئیں۔ ایک جماعت نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان مبارک کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے کہا کہ ہم راستہ میں عصر کی نماز نہ پڑھیں گے۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ ہم تو یہیں نماز پڑھ لیں گے۔ حضور ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ جلدی سے جلدی بنی قریظہ پہنچ جائیں (بہر حال ہر ایک نے اپنی فہم اور اجتہاد کے موافق نماز پڑھی)۔ بعد میں یہ واقعہ حضور ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا۔ آپ نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی اور کسی پر ملامت نہیں کی (بخاری شریف ۔ ص: ۵۹۱ باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ومخرجی الی بنی قریظة ومحاصرتهم ابا هم مجتبائی اوارتبها ولتقلید ص ۸)

مذکورہ واقعہ میں ایک جماعت نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کر کے نماز نہ پڑھی اور دوسری جماعت نے اجتہاد کیا اور اس کے بعد حدیث کی جو مراد ان کی سمجھ میں آئی اس پر عمل کیا اور نماز پڑھ لی۔ حضور اقدس ﷺ نے کسی کی تغلیط نہیں فرمائی سب کی نماز کو صحیح قرار دیا۔

(۲) نسائی نے حضرت طارق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص جنبی ہوگیا اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے نہ غسل کیا نہ تیمم کیا اور نہ نماز پڑھی۔ بعد میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا قصہ بیان کیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تصویب فرمائی دوسرے ایک صحابی کو ایسا ہی واقعہ پیش ایا۔ انہوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اپنا عمل بیان کیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی بھی تصویب فرمائی۔

(نسائی، فیمن لم یجد الماء ولا الصعید ج ۱ ص ۶۲)

غور کیجئے! دونوں حضرات نے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا۔ اور بظاہر دونوں کے عمل میں تضاد ہے مگر حضور اقدس ﷺ نے کسی کی تغلیط نہیں فرمائی۔ یہی حال ائمہ اربعہ کا ہے۔

اور جیسے کہ حضور اقدس ...... کی ہدایت ہے کہ تاریک رات میں (یا جنگل میں) جب قبلہ مشتبہ ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ تحری کرے اور جس طرف تحری واقع ہو اور قبلہ ہونے کا گمان غالب ہو جائے اس طرف منہ کر کے نماز پڑھے تحری کے بارے میں نصب الرایہ احادیث تحری دیکھیں ج۔ اص ۳۰۷ اب مثلاً چند افراد ہیں اور سب نے اپنی اپنی تحری کے موافق چار سمتوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تو باوجود اختلاف کے آزروئے حدیث سب کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ یہی حال ائمہ اربعہ کا ہے کہ سب قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر اجتہاد کرتے ہیں اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو چونکہ مأخذ و مرجع ایک ہی ہے۔ اس لئے سب کا عمل صحیح کہلائے گا۔ ہاں اصابت حق صرف ایک کو حاصل ہوگا مگر عنداللہ سب ماجور ہوں گے۔ البتہ مصیب کو دوہرا ثواب (اجر) ملے گا (ایک سعی کا دوسرا اصابت حق کا) اور مخطی کو ایک اجر ملے گا۔ صحیحین میں حدیث ہے۔ اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا اجتهد فاخطأ فله اجر واحد. مسلم باب بیان اجر الحاکم اذا اجتهد فأصاب أو اخطا ج ۲ ص ۷۶۔ یعنی

جب شرعی حکم لگانے والا کوشش کرتا ہے اور صحیح بات کو حاصل کر لیتا ہے تو اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے، اور جب کوشش کرتا ہے اور حق کو نہ پا سکا تو اس کو اکہرا ثواب ملتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ثواب کا ملنا کم ہو یا زیادہ یہ عند اللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے۔ لہذا چاروں مذاہب عند اللہ مقبول ہیں اور حق کس کو حاصل ہوا اس کا علم خدا ہی کو ہے۔ لیکن چونکہ ہر ایک امام نے اصابت حق کی سعی کی ہے اس لئے ہر ایک کا اپنے کو حق پر کہنا بھی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

پانچواں اشکال:

ان کا ایک گھسا پٹا اعتراض یہ بھی ہے کہ جب چاروں مذہب حق ہیں تو ایک ہی کا پابند رہنا کیوں ضروری ہے؟

اس کا جواب اوراق سابقہ میں تقلید کی ثبوت میں ضمناً مفصل گذر چکا ہے۔ مختصراً یہ کہ اگر ایک شخص کو یہ اجازت ہو جائے کہ جب چاہے عمل کے لئے کسی امام کا قول اختیار کرے اور دوسری مرتبہ کسی اور کے قول پر عمل کرے تو اس صورت میں احکام شرع کی پابندی نہ ہوگی نفس کا اتباع ہوگا اور اس کا نفس جو پسند کرے گا اس پر عمل کرے گا اور مسائل شریعت بازیچۂ اطفال بن جائیں گے۔ مسائل اجتہادیہ میں مثلاً اگر وہ ایک سال امام شافعیؒ کی پیروی کر کے مینڈک وغیرہ کو حلال جانے اور اس کو کھائے اور اس کے بعد امام شافعیؒ کی اس مسئلہ میں پیروی چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کا مقلد بن کر مینڈک وغیرہ کو حرام کہے تو اس آیت کا مصداق ہوگا۔ "یحلونہ عاماً ویحرمونہ عاماً" کہ ایک سال کفار حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام بنا لیتے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح خلط ملط کرنے لگے گا اور اس خلط ملط کو اصطلاح شرع میں "تلفیق" کہتے ہیں اور تلفیق جمہور محققین کے نزدیک مذکورہ آیت کے پیش نظر حرام ہے ...... علاوہ ازیں جب مسائل اجتہادیہ اختلافیہ میں کچھ دن امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کیا تو اس کے پاس اس کے حق ہونے کی کیا دلیل اور حجت شرعی تھی؟ اس کے بعد اسے چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کیا تو جس مسلک کو چھوڑا اس میں کیا نقص اور خامی تھی؟ اور علم نہ ہوتے ہوئے اس کے باطل ہونے پر کون سی دلیل شرعی قائم کی؟ اگر کسی شخص کے سمجھانے سے تبدیل مذہب کیا ہے تو یہ تقلید ہے پانچویں مذہب کی جس کے حق ہونے پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ہے اور یہی صورت دین کو کھلونا بنانا ہے۔ اس لئے پوری امت نے ایک ہی مذہب کی پابندی (یعنی تقلید شخصی) کو ضروری قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

(۲) ضرورت تدوین فقہ:

(۳) ہندو پاک میں مذہب حنفی کا رواج:

امام الائمہ، سراج الامۃ، سید الفقہاء والمجتہدین، حافظ حدیث، حضرت امام ابوحنیفہؒ رحمہ اللہ اعلیٰ درجہ کے مجتہد، محدث، ثقہ، صدوق، زاہد، عارف، خاشع اور متورع تھے ان کے مناقب وفضائل میں کبار محدثین اور علماء حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، اور حنبلیہ رطب اللسان ہیں اور ہزار ہا رسائل تصنیف فرما چکے ہیں (مثلاً **الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم. ابی حنیفة النعمان تالیف ابن حجر ہیثمی مکی، مناقب الامام الاعظم. تالیف موفق بن احمد مکی، مناقب الامام الاعظم تالیف ابن البزار الکردری، عقود الجمان تالیف حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ تبییض الصحیفه تالیف علامه سیوطیؒ، الانتصار الامام**

ائمة الا نصار علامه سبط ابن الجوزیؒ، اخبار ابی حنفیه و اصحابه تالیف ابو عبدالله حسین بن علی صمیریؒ وغیرہ وغیرہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حدائق حنفیه ص ۸۱ ص ۸۲ ص ۸۳) ائمہ میں ''امام اعظم'' آپ ہی کا لقب تھا۔ علماء ومحدثین کا بہت بڑا مجمع آپ کے ماننے والوں میں رہا ہے۔ اور امت محمدیہ کا نصف سے زیادہ حصہ اب بھی آپ کے پیچھے چل رہا ہے۔ آپ عہد صحابہؓ میں پیدا ہوئے، ورع اور تقویٰ، جود وسخا، علم وفضل کے جملہ کمالات آپ میں موجود تھے آپ کا اصلی وطن کوفہ ہے جو اس وقت حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ کیونکہ کوفہ میں ہزاروں صحابہ قیام رہ چکا تھا ایک ہزار سے زائد فقہاء پیدا ہوئے جن میں سے تقریباً ڈیڑھ سو صحابہ تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوہریرہؓ جیسے جلیل القدر صحابی وہاں قیام فرما چکے تھے، کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے چار ہزار سے زیادہ اور حضرت ابوہریرہؓ کے آٹھ سو سے زیادہ شاگرد تھے۔ امام صاحب کی تعلیم وتربیت اتنے بڑے علمی مرکز میں ہوئی اور علماء حرمین سے بھی برابر استفادہ فرماتے رہے۔

امام صاحبؒ کے متعلق حدیثی بشارت:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے حضرت ابوہریرہؓ اس کے راوی ہیں۔ فرماتے ہیں قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو کان الا یمان عند الثریا لیذهب به رجل من فارس او قال من انباء فارس حتیٰ یتنا وله (مسلم شریف ج۲ ص ۳۱۲ باب فضل الناس)(بخاری شریف ص ۷۲۷ تفسیر سورة الجمعة باب قوله آخرین منهم لما یلحقوا بهم)

یعنی اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ابنائے فارس میں سے ایک شخص اس کو وہاں سے حاصل کرے گا۔ علامہ شامیؒ بروایت ابونعیم عن ابی ہریرۃ اور بروایت شیرازی عن قیس بن سعد بن عبادۃ حدیث کے یہ الفاظ نقل فرماتے ہیں:۔

''ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لو کان العلم معلقاً بالثریا لتناوله رجال من ابناء فارس (او قال . لتناوله قوم من ابناء فارس) حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر علم ثریا پر بھی معلق ہوگا۔ تو اس کو ابنائے فارس کی ایک قوم (کچھ لوگ) ضرور۔ حاصل کرے گی۔ (شامی ج۱ ص۴۹ مقدمہ شامی)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے معجم طبرانی میں اس طرح مروی ہے۔ اگر دین ثریا پر بھی معلق ہوگا تو اس کو کچھ لوگ ابناء فارس میں سے ضرور حاصل کریں گے۔

ان احادیث کے متعلق جن کو امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین نے روایت کی ہے علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث کا صحیح مصداق امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ علامہ سیوطیؒ کے اس قول کے متعلق ان کے ایک شاگرد فرماتے ہیں۔

''ما جزم به شیخنا من ان ابا حنیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لا شک فیه لانه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغة.'' اھ یعنی وہ بات جو ہمارے شیخ علامہ سیوطیؒ نے فرمائی ہے کہ اس حدیث کا مصداق امام ابوحنیفہؒ ہیں بالکل صحیح ہے اس لئے کہ ابناء فارس میں سے کوئی بھی عالم امام ابوحنیفہ کے برابر کا نہ

ہوا۔ (شامی ص ۴۹ ج ۱ مقدمہ شامی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی اس حدیث کا مصداق امام ابوحنیفہؒ کو قرار دیا ہے۔

(مکتوبات شاہ ولی اللہ۔ مکتوب یازدہم ص ۷۷ امطبع مطلع العلوم مرادآباد)۔

صاحب غایۃ الاوطار فرماتے ہیں: ''بالیقین معلوم ہوگیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور (لو کان العلم. (او. الایمان) عند الثر بالناله' رجال من فارس) کا محمل صحیح امام اعظمؒ اوران کے اصحاب ہیں کیونکہ اہل فارس میں ان سے زیادہ تر (بڑھ کر) کوئی عالم، عالی فہم، دقیقہ رس نہیں ہوا۔ تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے۔ (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۲۴ جلد اول)

امام صاحبؒ تابعی ہیں:

آپ کا تابعی ہونا مشہور اور مسلم ہے۔ علامہ ابن حجر ہیثمی مکیؒ نے الخیرات الحسان' میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ اجل تابعین میں سے تھے تحریر فرماتے ہیں۔ ''وفی فتاویٰ شیخ الا مام ابن حجو انه ادرک جماعة من الصحابة کانوا بالکوفة بعد مولده بها سنة ثمانین فهو من طبقة التابعین ولم یثبت ذلک لا حد من ائمة الا مصار المعاصرین له' کالا وزاعی بالشام والحمادین بالبصرة والثوری بالکوفة ومالک بالمدینة الشریفة واللیث بن سعد بمصر انتهی وحینئذ فهو من اعیان التابعین ......الخ

یعنی شیخ الاسلام علامہ ابن حجرؒ کے فتاویٰ میں ہے کہ انہوں نے (یعنی امام ابوحنیفہؒ) ۸۰ھ میں اپنی پیدائش کے بعد کوفہ میں جہاں صحابہ کی ایک جماعت مقیم تھی ان کو پایا ہے (یعنی دیکھا ہے) اس لئے تابعین کے طبقہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اور یہ شرف آپ کے معاصر ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ جیسے شام میں امام اوزاعیؒ تھے۔ بصرہ میں امام حمادؒ تھے۔ کوفہ میں امام ثوریؒ اور مدینہ منورہ میں امام مالکؒ مصر میں امام لیث بن سعدؒ تھے۔ اس بناء پر آپ اجل تابعین میں سے ہیں۔ (الخیرات الحسان ص ۱۲ الفصل السادس ص ۶)

آپ کے ثقہ، صدوق اور جید الحفظ ہونے کے متعلق اور آپ کی تعدیل وتوثیق میں بڑے بڑے نقاد فن اور کبار محدثینؒ نے بہت کچھ بیان کیا ہے۔ موقع کی مناسبت سے چند کبار محدثین (جو اپنے اپنے زمانہ کے مشہور محدث اور ائمہ جرح وتعدیل ہیں) کا بیان ہم نقل کرتے ہیں۔

(۱) سید الحفاظ امام یحییٰ ابن معین متوفی ۲۳۳ھ:

آپ مشہور بزرگ، محدث اور فن رجال کے متبحر عالم تھے۔ امام بخاریؒ وغیرہ کے استاذ ہیں۔ جن کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو سوائے یحییٰ بن معین کے کسی کے سامنے حقیر نہیں سمجھا۔ آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی اعلیٰ درجہ کی تعدیل وتوثیق فرمائی ہے۔ ایک مرتبہ آپ سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا، ثقة مامون ماسمعت احداً ضعفه'، وہ ثقہ تھے (حدیث میں) مامون تھے میں نے کسی محدث کو ان کی تضعیف کرتے ہوئے نہیں سنا (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۶۶) اور فرماتے تھے۔ القرائة عندی قراءة حمزة والفقه فقه ابی حنیفةؒ میرے نزدیک قراءتوں میں حمزہ کی قراءت اور فقہ میں ابوحنیفہ کی فقہ عمدہ ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۱۲)

(۲) امام نقد رجال یحییٰ بن سعید قطان متوفی ۱۹۸ھ:

بڑے محدث ہیں فن رجال کے ماہرین میں سے ہیں۔ امام احمدؒ اور علی بن مدینیؒ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں اور عصر سے مغرب تک جوان کے درس کا وقت تھا۔ درس میں مؤدب کھڑے ہوکر ان سے حدیث کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ امام قطانؒ باوجود اس فضل وکمال کے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حلقہ درس میں اکثر شریک ہوتے تھے اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے اور آپ نے اکثر مسائل میں امام صاحب ہی کی تقلید کی ہے تمام کتب صحاح میں ان سے روایات ہیں۔ آپ امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) **ما سمعنا احسن من رأی ابی حنیفة ومن ثم کان یذهب فی الفتویٰ الیٰ قوله** یعنی ہم نے امام ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو صاحب الرائے نہیں پایا اور اسی بناء پر آپ انہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ (الخیرات الحسان ص ۳۱)

(۲) **جالسنا واللہ ابا حنیفة وسمعنا منه وکنت واللہ اذا نظرت الیه عرفت فی وجهه انه یتقی اللہ عزوجل.** واللہ ہم امام ابو حنیفہؒ کی مجالس میں بیٹھے ہیں اور ان سے استفادہ کیا ہے اور واللہ جب بھی میں ان کے چہرۂ مبارک کی طرف نظر کرتا تھا تو مجھے یقین ہوتا تھا کہ وہ اللہ عزوجل کے خوف وخشیت سے پوری طرح متصف ہیں۔ (موفق ج ۱ ص ۱۹۱)

(۳) **لیس للناس غیر ابی حنیفة فی مسائل تنوبهم قال وکان فی اول امره لم یکن کذاک ثم استعجل امره بعد ذلک وعظم.** لوگوں کو جو مسائل پیش آتے ہیں ان کو حل کرنے کے واسطے امام ابو حنیفہؒ کے سوا دوسرا نہیں ہے۔ پہلے پہل امام صاحب کے علمی کمالات زیادہ نمایاں نہ تھے پھر یکدم بڑی تیزی سے ان کی قدر ومنزلت اور عظمت ترقی کرتی گئی (موفق ج ۲ ص ۴۵)

(۳) امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ

آپ ائمۂ کبار میں سے ہیں اور فن حدیث کے رکن اعظم ہیں۔ یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین عظام کے استاد ہیں۔ امام بخاریؒ نے سب سے پہلے عبداللہ بن مبارکؒ ہی کی کتابیں یاد کی تھیں، مسلم طور پر آپ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ بخاری ومسلم میں ان کی روایت سے بے شمار احادیث ہیں۔ آپ امام ابو حنیفہؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں۔ جب امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کے وفور علم سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اخیری عمر تک آپ سے جدا نہ ہوئے اور امام صاحب کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کی آپ نے بڑے وسیع الفاظ میں مدح، تعدیل وتوثیق فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

(۱) **کان احفظ لاحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وسمع من الامام الکثیر وکان یحث الناس علیٰ اتباعه قال کنا نختلف الیٰ مشائخ الحجاز والعراق فلم یکن مجلس اعظم برکة ولا اکثر نفعاً من مجلس الامام.**

یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے بڑے حافظ تھے اور آپ نے امام صاحب سے
ت سی احادیث سنی ہیں۔ آپ لوگوں کو امام صاحب کی اتباع کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ تم حجاز اور
ق کے مشائخ کی مجالس میں آتے جاتے ہیں لیکن امام صاحب کی مجلس سے زیادہ کوئی مجلس بابرکت اور نفع بخش نہیں
ی (مناقب کردری ا ص ۱۰۳)

(۲) قال اختلفت الی البلاد فلم اعلم باصول الحلال والحرام حتیٰ لقیته' میں تمام شہروں
علم کی طلب کے لئے گیا ہوں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات سے قبل تک حلال وحرام کے اصول سے واقف نہ
سکا۔ (کردری ج ا ص ۱۰۳)

(۳) جالست الناس فلم ار احداً اعلم بالفتویٰ منه، میں علماء کی مجالس میں بیٹھا ہوں۔ لیکن آپ
ے بڑھ کر کسی کو فتویٰ دینے کے قابل نہیں دیکھا۔ (کردری ج ا ص ۱۰۴)

(۴) لو لا مخالفة الا فراط ما قدمت علیه احداً من العلماء. اگر مجھے (لوگوں کی طرف سے)
اط کا الزام دیئے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں امام صاحبؒ پر کسی کو ترجیح نہ دیتا۔ (کردری ج ا ص ۱۰۳)

(۵) غلب علی الناس بالحفظ والفقه والعلم والصیانة والدیانة وشدة الورع آپ نے اپنے
ا، فقہ، علم احتیاط دیانت اور اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کی وجہ سے سب پر غلبہ پالیا۔
(جامع بیان العلم وفضلہ بحوالہ تقلید ائمہ ص ۱۱۳)

(۶) کان افقه الناس ما رأیت افقه منه ،امام ابوحنیفہ لوگوں میں سے سب سے بڑے فقیہ تھے میں نے
پ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان ص ۲۹)

(۷) ان احتیج للرأی فرأی مالک وسفیان وابی حنیفة وهو افقههم واحسنهم وارقهم
لنة واغوصهم علی الفقه. اگر رائے کی ضرورت ہو تو مالک سفیان اور ابوحنیفہ کی رائے کو لینا چاہئے اور ابوحنیفہ ان
سب سے زیادہ فقیہ ہیں اور ان کی سمجھ ان سب میں فقہ کے اندر اچھی، باریک اور گہری ہے (خیرات حسان ص ۲۹
ل نمبر ۱۳)

(۸) لیس أحد احق ان یقتدیٰ به من ابی حنیفة لا نه' کان اماماً تقیاً ورعاً عالماً فقیهاً
نف العلم کشفاً لم یکشفه احد ببصره وفهم وفطنة .
یعنی! امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی لائق اقتدا نہیں۔ کیونکہ وہ امام متقی، خدا ترس عالم اور فقیہ تھے۔ علم کو اپنی
برت سمجھ اور عقل سے ایسا منکشف کیا کہ کسی نے نہیں کیا۔ (الخیرات الحسان ص ۲۹ فصل نمبر ۱۳)

۴) امام اعمش کوفی متوفی ۱۴۸ھ

علیٰ قول کوفہ کے جلیل القدر محدث وفقیہ تابعی تھے۔ اور محدثین کے شیخ الشیوخ ہیں۔ باوجود یہ کہ امام صاحب کے
اتذہ کے طبقہ میں تھے مگر امام صاحب کے تفقہ واجتہاد کے بڑے مداح تھے۔ ایک مرتبہ کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو بے
ف فرمایا۔ اس مسئلہ کا بہتر جواب ابوحنیفہ ہی دے سکتے ہیں اور اس کے بعد فرمایا۔ واظن انه بورک فی العلم.

میں خیال کرتا ہوں کہ خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت دی ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۳۱)

(۲) ایک بار امام صاحب سے چند مسائل میں گفتگو کی۔ آپ نے جواب دیا تو اس کو بہت پسند فرمایا اور پوچھا یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا فلاں احادیث سے جو آپ ہی سے سنی تھیں، امام اعمش اس پر اور متحیر ہوئے اور فرمایا۔ بس کافی ہے آپ نے تو حد کر دی میں نے جو احادیث سو دن میں تم سے بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ہی ساعت میں سنا دیں۔ مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کر رہے ہیں۔ اور فرمایا۔ یامعشر الفقھاء انتم الا طباء ونحن الصیادلة. اے گروہ فقہاء واقعی ہم لوگ تو صرف عطار (دوا فروش) ہیں اور آپ لوگ طبیب ہو (خیرات حسان ص ۶۱ فصل نمبر ۳۰)

(۵) امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج متوفی ۱۶۰ھ

ائمہ صحابہ کے اعلیٰ رواۃ میں سے ہیں۔ سفیان ثوری ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا کرتے تھے۔ حضرت شعبہ امام صاحب کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے، موفق میں ہے۔

(۱) کان شعبة اذا سئل عن ابی حنیفة اطنب فی مدحه و کان یهدی الیه فی کل عام طرفة.
جب امام شعبہ سے ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا جاتا تو امام صاحب کی تعریف وتوصیف کرتے اور ہر سال امام صاحب کے لئے نیا تحفہ بھیجتے (موفق ج ۲ ص ۴۶)

(۲) جب آپ کو امام صاحب کی وفات کی خبر پہنچی تو انا للہ پڑھا اور فرمایا طفئی عن الکوفة نور العلم (ما انهم لا یرون مثله ابداً. آج کوفہ کا چراغ علم گل ہو گیا اور اب اہل کوفہ کو۔ قیامت تک آپ کی نظیر نہ ملے گی (الخیرات الحسان ص ۶۲ فصل ص ۳۲)

(۶) امام حدیث علی بن مدینی متوفی ۲۳۴ھ:

اتنے بڑے امام فن ہیں کہ ان کی شاگردی امام بخاریؒ امام ابو داؤد اور علامہ ذہبیؒ جیسے کبار محدثین نے کی ہے۔ بڑے بڑے محدثین آپ کی مدح میں رطب اللسان ہیں۔ آپ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق فرماتے ہیں۔

" ابو حنیفه روی عنه الثوری و ابن المبارک وحماد بن زید وهشام و وکیع وعباد بن العوام وجعفر بن میمون وهو ثقة لا بأس به ." یعنی ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن عوام۔ اور جعفر بن میمون نے (جو سب کے سب پیشوائے محدثین اور صحاح ستہ کے ائمہ میں سے ہیں) روایت حدیث کی ہے اور وہ ثقہ ہیں (امام ابوحنیفہ میں اصول جرح وتعدیل کی رو سے) کوئی عیب نہیں ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۶۷)

(۷) امام حدیث سفیان ثوریؒ متوفی ۱۶۱ھ:

آپ نہایت عظیم المرتبت شخص ہیں۔ اپنے زمانے کے بڑے درجہ کے محدث تھے۔ خطیب نے لکھا ہے۔ ان کی امامت پختگی، ضبط، حفظ، معرفت، زہد وتقویٰ پر علماء کا اتفاق ہے۔ امام صاحب کے معاصر ہیں اور آپ کے بڑے مداح ہیں۔ امام صاحب بھی ان کے قدرداں تھے اور بڑی تعریف کرتے تھے آپ امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے

ہیں۔(۱)"کان واللہ شدید الاخذ للعلم ذاباً عن المحارم لا یأخذ الا بما صح عنه علیه السلام شدید المعرفة بالناسخ والمنسوخ وکان یطلب احادیث الثقات والآخیر من فعل النبی علیه الصلوٰة والسلام."

یعنی! بخدا امام ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بڑے مستعد اور منہیات کی روک تھام کرنے والے تھے۔ وہی حدیث لیتے تھے۔ جو حضور اکرم ﷺ سے پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہو۔ ناسخ ومنسوخ کی پہچان میں قوی ملکہ رکھتے تھے۔ اور وہ قابل اعتماد حضرات کی روایات اور رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کی تحقیق وتلاش میں رہتے تھے۔

(کردری ج۲ص۱۰)(خیرات حسان ص ۳۰)

(۲)عن محمد بن المنتشر الصنعانی قال کنت اختلف الیهما فاذا جئت لابی حنیفة قال لی من این اقبلت قلت من عند سفیان فیقول جئت من عند رجل لو کان علقمة والاسود حیّین لاحتاجا الیه واذا اتیت سفیان قال جئت من این ؟قلت جئت من عندابی حنیفة قال جئت من عند افقه الارض.

یعنی محمد بن منتشر صنعانیؒ فرماتے ہیں کہ میں ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ جب ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دریافت فرماتے کہاں سے آرہے ہو؟ میں کہتا سفیان کے پاس سے، آپ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر علقمہ اور اسود بھی موجود ہوتے تو وہ ان کے محتاج ہوتے۔ اور جب سفیان کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آرہے ہو؟ میں کہتا ابوحنیفہ کے پاس سے۔ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو کہ روئے زمین پر ان جیسا کوئی فقیہ نہیں (کردری ج۲ص۱۱)

(۳)کان الثوری اذا سئل عن مسئلة دقیقةٍ یقول ماکان احد یحسن ان یتکلم فی هذا لامر الارجل قد حسدناه ثم یسئل اصحاب ابی حنیفة مایقول صاحبکم فیحفظ الجواب ثم یفتی،

سفیان ثوری سے جب کوئی دقیق مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے اس مسئلہ میں کوئی عمدہ تقریر نہیں کرسکتا سوائے اس شخص کے جس پر ہم حسد کرتے ہیں (یعنی امام ابوحنیفہ) پھر امام صاحب کے شاگردوں سے دریافت کرتے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاد کا کیا قول ہے اور وہ جو جواب دیتے اس کو یاد کرکے اس کے موافق فتویٰ دیتے۔

(مؤفق ج۲ص۱۴)

(۸) محدث شہیر یزید بن ہارون متوفی ۲۰۶ھ:

اپنے زمانہ کے محدث وثقہ تھے امام اعظمؒ امام مالکؒ اور سفیان ثوری کے شاگرد ہیں۔ یحییٰ بن معین علی بن مدینی وغیرہ شیوخ کے استاذ ہیں۔ تلامذہ کا شمار نہیں۔ ستر ہزار ایک وقت میں ہوتے تھے چالیس ۴۰ سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی (بحوالہ انوار الباری ص ۸۰ مقدمہ حصہ اول) آپ امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں۔

(۱) کتبت عن الف شیخ حملت عنهم العلم فما رأیت واللہ فیهم اشدورعامن ابی حنیفة ولا احفظ للسانه،

میں نے ہزار ہا شیوخ سے علم حاصل کیا۔ لیکن خدا کی قسم میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو متقی اور زبان کا سچا نہیں پایا۔ (موفق ج ۱ ص ۱۹۵)

(۲) أنبأ محمد بن سعد ان سمعت من حضر يزيد بن هارون وعنده' يحيٰ بن معين وعلى بن المديني واحمد بن حنبل وزهير بن حرب وجماعة آخرون اذجاءه مستفت فسأله' عن مسئلةٍ قال فقال له' يزيد اذهب الىٰ اهل العلم قال فقال له' ابن المدينى اليس اهل العلم والحديث عندك قال: اهل العلم اصحاب ابى حنيفة وانتم صيادلة.

یعنی: ایک دن یزید بن ہارون کی مجلس میں یحیٰ بن معین اور امام احمدؒ وغیرہ موجود تھے ایک شخص نے آ کر مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اہل علم کے پاس جا کر دریافت کرلو۔ علی بن مدینی بولے کیا آپ کے پاس اہل علم نہیں؟ فرمایا اہل علم تو اصحاب ابوحنیفہؒ ہیں تم تو عطار (دوافروش) ہو (موفق ج ۲ ص ۴۷)

(۳) وسُئل متىٰ يحل للرجل ان يفتى فقال اذا كان مثل ابى حنيفة ...... الخ کسی نے پوچھا ایک عالم فتویٰ دینے کے قابل کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب وہ امام ابوحنیفہؒ جیسا ہو جائے۔ ان سے کہا گیا آپ عجیب بات کہتے ہو؟ فرمایا ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے آپ کی تعریف کرنا چاہئے۔ میں نے ان سے بڑا کسی کو عالم، فقیہہ اور متورع نہیں دیکھا ایک روز میں نے ان کو دیکھا کہ ایک شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہیں میں نے عرض کیا آپ سائے میں ہو جائے فرمایا۔ اس گھر والے پر میرے، کچھ روپے قرض ہیں اس لئے اس کے گھر کے سائے میں بیٹھنا مجھے ناپسند ہوا۔ یزید بن ہارون نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا۔ وای ورع اکبر من هذا؟ بتاؤ اس سے بڑا درجہ بھی ورع کا ہو سکتا ہے؟ (موفق ج ۱ ص ۱۹۱)

(۹) امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ:

امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اور اصحاب ستہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔ امام صاحب سے بہت حسن ظن رکھتے تھے اور آپ کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں کوئی حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا وہ کھڑے ہوئے اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا اب ندامت سے کیا فائدہ وہ شیخ یعنی ابوحنیفہ کہاں ہیں جن سے یہ اشکال حل ہوتا۔ انه قدوقع يوماً حديث فيه غموض فوقف وتنفس الصعداء وقال لا تنفع الندامة اين الشيخ فيفرج عنا (کردری ج ۱ ص ۹۷)

(۲) میں نے کسی شخص سے جو ابوحنیفہ سے افقہ اور اچھی طرح نماز پڑھنے والا ہو ملاقات نہیں کی حرائق حنیفہ ص ۸۷)

(۱۰) حافظ حدیث امام ابو یوسفؒ متوفی ۱۸۲ھ:

امام ابو یوسفؒ علم حدیث میں امام احمد، علی بن مدینی، یحیٰ بن معین وغیرہ اکابر محدثین کے استاد ہیں یہ تمام امام بخاریؒ وغیرہ محدثین کے شیوخ میں سے ہے۔ امام ابو یوسفؒ، امام ابوحنیفہؒ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ امام صاحبؒ کے متعلق فرماتے ہیں۔

(۱) کان ھو ابصر بالحدیث الصحیح منی . آپ بہ نسبت میرے صحیح احادیث کے بہت زیادہ جاننے والے تھے۔(الخیرات الحسان ص ۶۱ فصل نمبر ۳)

(۲) یقول مارأیت احداً اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفةؒ و کنا نختلف فی المسئلة فناتی ابا حنیفة فکان یخرجھا من کما ئیدفعه الینا. آپ فرماتے تھے۔ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ حدیث کی تفسیر کا عالم نہیں دیکھا۔ ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو ہم امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ اس کا فوراً ہی حل پیش کر کے تشفی کر دیتے تھے۔ (موفق ج ۲ ص ۴۳)

(۳) عصام بن یوسف قلت لا بی یوسف رحمه الله اجتمع الناس علی انه ' لا یتقدمک احد فی المعرفة و الفقه فقال ما معرفتی عند معرفةابی حنیفة الا کنھر صغیر عندنھر الفرات . عصام بن یوسفؒ کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسف سے کہا کہ علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علم حدیث وفقہ میں کوئی عالم نہیں ہے۔ تو فرمایا میرا علم امام صاحب کے علم کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے ایسا سمجھو جیسے دریائے فرات کے پاس ایک چھوٹی سی نہر۔ (موفق ج ۲ ص ۴۲)

(۱۱) امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ:

ایک مرتبہ امام شافعیؒ نے امام مالکؒ سے چند محدثین کا حال دریافت کیا۔ امام مالکؒ نے ان کے احوال کا بیان فرمائے۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کے متعلق پوچھا تو فرمایا۔ سبحان الله لم ار مثله'، سبحان الله وہ عجیب شخص تھے۔ قسم بخدا میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان ص ۲۹ فصل نمبر ۱۳)

(۱۲) امام شافعیؒ متوفی ۲۰۴ھ:

فرماتے ہیں۔ الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة ما رأیت ای علمت احداً افقه منه، لوگ فقہ میں ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔ کیونکہ میں نے ان سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔

(۲) من لم ینظر فی کتبه لم یتبحر فی العلم و لا یتفقه، جو شخص ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ علم میں متبحر ہوگا۔ اور نہ فقیہ بنے گا۔ (خیرات حسان ص ۲۹ فصل نمبر ۱۳)

(۱۳) امام احمد بن حنبلؒ متوفی ۲۴۱ھ:

فرماتے ہیں۔ انه' من اھل الورع والزھد وایثار الا خرة بمحل لایدرکه احد. الخ امام ابو حنیفہ علم وتقویٰ، زہد اور اختیار آخرت میں اس درجہ پر تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکا۔

(الخیرات الحسان ۳۰ فصل نمبر ۱۳) (شامی ج ۱ ص ۵۶)

(۱۴) امام حدیث مسعر بن کدامؒ متوفی سنہ:

ائمۂ صحاح ستہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ اور محدثین کے پیشوا جن کی جلالت قدر کے شیخ المحدثین۔ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ معترف ہیں۔ سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے

اساتذہ میں سے ہیں۔ باوجود اس جلالت شان کے امام ابوحنیفہؒ سے استفادہ فرماتے تھے عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے رأیت مسعراً فی حلقة ابی حنیفة یسئله و یستفید منه ۔ میں نے مسعر کو امام ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس میں دیکھا کہ وہ آپ سے سوالات کرتے ہیں اور استفادہ فرما رہے ہیں ۔ (خیرات حسان ص ۲۹) آپ امام ابوحنفیہؒ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کو وسیلہ بنائے اور ان کے مذہب پر چلے میں امید کرتا ہوں کہ اس کو کچھ خوف نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

حسبی من الخیرات ما اعددته یوم القیامة فی رضی الرحمان دین النبی محمد خیر الوریٰ ثم اعتقادی مذهب النعمان (حدائق ص ۷۹.)

(۲) مر سعر بن کدام بابی حنیفة و اصحابه فو جدهم قدار تفعت اصواتهم فاقام ملیاً ثم قال هو لاء افضل من الشهداء العابدو المجتهدین هو لاء یجهدون فی احیاء سنة محمد صلی الله علیه وسلم ویجتهدون فی اخراج الجهال من جهلهم الخ .

یعنی! ایک مرتبہ مسعر بین کدام امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کی مجلس کی پاس سے گذرے دیکھا کہ مسائل فقہ کے مذاکرے ہو رہے ہیں ۔ اور خوب بلند آواز سے بحث ہو رہی ہے۔ کچھ دیر ٹھہر کر سنتے رہے پھر فرمایا کہ "یہ لوگ شہداء اور عابدین اور تہجد گذاروں سے افضل ہیں یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرر ہے ہیں اور جہلاء کو ان کے جہل سے نکالنے کی سعی کرر ہے ہیں۔ (موفق ج ا ص ۲۴۹)

(۱۵) محدث شہیر امام اوزاعی متوفی ۱۵۷ھ:

جلیل القدر محدث فقیہ اور مجتہد تھے۔ ایک مرتبہ امام اوزاعیؒ نے عبداللہ بن مبارک سے کہا۔ من هذا المبتدع الذی خرج بالکوفة یکنی ابا حنیفة ۔ یہ کون مبتدع کوفہ میں پیدا ہوا ہے جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے؟ ابن مبارک فرماتے ہیں۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا بعد میں امام صاحب کے چیدہ چیدہ مسائل ان کو دکھائے۔ جب انہوں نے ان مسائل کو پڑھا اور دیکھا کہ یہ مسائل نعمان بن ثابت کی طرف منسوب ہیں تو فرمایا من هذا ؟ یہ نعمان بن ثابت کون ہیں؟ میں نے کہا ایک شیخ ہیں جن سے عراق میں ملاقات ہوئی قال هذا نبیل من المشائخ اذهب فاستکثر منه فرمایا یہ تو مشائخ میں بڑی قابل قدر شخصیت معلوم ہوتی ہے۔ تم جاؤ اور ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔ قلت هذا ابو حنیفة الذی نهیت عنه میں نے کہا یہ وہی ابوحنیفہ ہیں جن سے مجھ کو آپ نے روکا تھا۔ پھر امام اوزاعی اور امام صاحب مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔ اور ملاقات ہوئی تو کچھ مسائل میں آپ سے گفتگو کی۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان مسائل کو بڑی عمدہ تشریح کے ساتھ بیان کیا جب دونوں حضرات جدا ہوئے تو امام اوزاعیؒ نے ابن مبارک سے فرمایا۔ غبطت الرجل بکثرة علمه و وفور عقله و استغفر الله تعالیٰ لقد کنت فی غلط ظاهر الزم الرجل فانه بخلاف ما بلغنی عنه ۔ مجھے اس شخص کے کثرت علم اور وفور عقل پر غبطہ ہوا اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں ان کے بارے میں جو کچھ کہا۔ اس بارے میں میں کھلی غلطی پر تھا جاؤ ان کی صحبت کو لازم کرلو۔ کسی

طرح ان کا ساتھ نہ چھوڑو کیونکہ ان کے بارے میں جو چیزیں مجھ کو پہنچی تھیں۔ میں نے ان کو ان کے بالکل خلاف پایا۔ (الخیرات الحسان ص ۳۰ فصل نمبر ۱۳) (مناقب کردری ص ۳۹ ج ۱)

(۱۶) محدث کبیر مکی بن ابراہیم متوفی ۲۱۵ھ:

جلیل القدر حافظ حدیث وفقیہ ہیں۔ امام بخاری، ابن معین وغیرہ کے استاد ہیں۔ فرماتے ہیں۔ " کان ابو حنیفة اعلم اهل زمانه" امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (خیرات حسان ص ۲۹)

(۱۷) محدث شہیر شقیق بلخی متوفی ۱۹۴ھ:

بڑے عالم، محدث، زاہد، عارف اور متوکل تھے۔ فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اعلم الناس، اورع الناس، اعبد الناس اکرم الناس اور دین میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے۔ (حدائق حنفیہ ص ۷۶)

علاوہ ازیں صدہا محدثین نے امام ابوحنیفہ کی تعریف، توثیق اور تعدیل فرمائی ہے اور آپ کو حافظ حدیث اور فقیہ نبیل فرمایا ہے۔ اور آپ کی جلالت قدر اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ بے شمار محدثین عظام کے شیخ ہیں اور صحاح ستہ کے مصنفین۔ امام بخاری امام مسلم وغیرہ وغیرہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

امام اعظمؒ کے شاگردوں کے ہیں شاگرد بھی ارشد
بخاریؒ ، شافعیؒ ، مسلمؒ ، نسائیؒ ، ترمذیؒ ، احمدؒ

ان مناقب کے باوجود بھی اگر کوئی متعصب اور شپرہ چشم امام ابوحنیفہ کو مجروح اور ضعیف کہے اور ان کی روایات کو قابل احتجاج نہ سمجھے۔ یا یوں کہے کہ آپ کو صرف ۱۴ یا ۱۷ احدیثیں یاد تھیں تو اس سے زیادہ کور عقل، متعصب اور حقائق کا منکر کون ہوگا؟

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام اعظمؒ نے خواب دیکھا کہ آپ حضور اکرم ﷺ کے مرقد شریف کو کھود رہے ہیں اور آپ کی مبارک ومطہر ہڈیوں کو جمع کر رہے ہیں۔ امام صاحبؒ نے خواب کی تعبیر دریافت کرانے کے لئے ایک شخص کو امام ابن سیرین کی خدمت میں بھیجا، امام المعتبرین نے جب خواب سنا تو سوال کیا کہ اس خواب کا دیکھنے والا کون ہے؟ فرستادہ نے جواب نہ دیا۔ اس شخص نے پھر دوسری مرتبہ خواب کی تعبیر دریافت کی آپ نے پھر وہی سوال کیا کہ کس شخص نے یہ خواب دیکھا ہے؟ اس نے سکوت کیا اور نام ظاہر نہیں کیا اور تیسری مرتبہ تعبیر دریافت کی تو امام ابن سیرین نے تعبیر ارشاد فرمائی۔ **صاحب هذاه الرؤیا یبرز علماً لم یسبقه احد الیه ممن قبله.** اس خواب کا دیکھنے والا علم کو اتنا واضح کرے گا۔ (یعنی جمع کرے گا) کہ ان سے پہلے کسی نے اس طرح سبقت نہیں کی ہوگی (اس سے علم فقہ کی تدوین اور قرآن وسنت کے علوم کو جمع کرنے کی طرف اشارہ ہے۔) مرقاۃ المفاتیح میں ہے۔

رأی ابو حنیفة فی النوم کأ نه ینبش قبر النبی صلی الله علیه وسلم فبعث من سأل محمد بن سیرین فقال من صاحب هذه الرؤیا ولم یجب عنها ثم سئاله الثانیة فقال مثل ذلک ثم سأله الثالثة فقال صاحب هذه الرؤیا یبرز علماً لم یسبقه احد. (مرقاة المفاتیح ج ۱ ص ۲۸ مطبوعه

ملتان مقدمہ مرقات)

شیخ علی بن عثمان ہجویری لاہوری (عرف داتا گنج بخشؒ) متوفی ۴۶۵ھ جن کا شمار ہندو پاک کے اُولیاء کبار میں ہوتا ہے، تصوف کی مشہور و معروف کتاب "کشف المحجوب" کے مصنف ہیں۔ حنفی المذہب تھے۔ امام ابوحنیفہؒ سے خاص عقیدت تھی۔ ان کا نام "امام اماماں ومقتدائے سُنیاں شرف فقہاء وعز علماء" کی حیثیت سے لیا ہے۔ اس ضمن میں امام ابوحنیفہؒ اور مذہب حنفی کے متعلق اپنا ایک دلچسپ خواب تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

من کہ علی بن عثمان الجلابی ام وفقنی اللہ بدمشق شام بودم بر سر گور موذن رسول خدائے صلی اللہ علیہ وسلم خفتہ خود را بمکہ دیدم اندر خواب کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از باب بنی شیبہ اندر آمدہ پیرے را در بر گرفتہ چنانکہ اطفال را در بر گیرند بشفقتے من پیش دو یدم بردست و پایش بوسہ دادم و در تعجب بودم کہ آں کیست و آں حالت چیست؟ دے بر باطن و اندیشہ من مشرف شدہ مرا گفت ایں امام تو واہل دیار تست یعنی ابوحنیفہ مرا بہ ایں خواب امید بزرگ است و با اہل دیار خود ہم و درست گشت ازیں خواب مرا کہ دے یکے از اناں بودہ است کہ از اوصاف طبع فانی بودند و باحکام شرع باقی و بداں قائم چنانچہ برندہ وے پیغمبر ﷺ بودہ است و اگر وے خود رفتی باقی الصفت بودے و باقی الصفت یا مخطی بود یا مصیب چوں برندہ وے پیغامبر ﷺ بود فانی الصفت باشد ببقائے صفت پیغمبر ﷺ وچوں بر پیغمبر ﷺ خطا صورت نگیرد و بر آنکہ بدو قائم بود، نیز صورت نگیرد و ایں رمز لطیف است۔

میں کہ علی بن عثمانی جلابی ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے شام کے شہر دمشق میں حضور ﷺ کے مؤذن حضرت بلالؓ کے مزار کے سرہانے سورہا تھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ مکہ معظمہ میں حاضر ہوں، اور رسول اللہ ﷺ باب بنی شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں اور جس طرح کسی بچہ کو پیار سے گود میں اٹھاتے ہیں آپ ایک پیر مرد کو گود میں اٹھائے ہوئے ہیں، میں دوڑتا ہوا حضور کی خدمت میں پہنچا، اور آپ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے لگا۔ اور تعجب میں تھا کہ یہ کون ہیں؟ اور یہ کیا حالت ہے؟ حضور ﷺ کو میرے خطرۂ قلب پر اطلاع ہوگئی۔ ارشاد فرمایا کہ یہ شخص تیرا اور تیری قوم کا امام ہے۔ یعنی ابو حنیفہ اس خواب سے مجھے اپنے اور اپنی قوم کے حق میں بڑی امیدیں قائم ہوگئیں اور مجھے اس خواب سے یہ بھی منکشف ہوگیا کہ امام ابوحنیفہؒ ان لوگوں میں سے ہیں، جو اپنے صفات ذاتی سے فانی ہو چکے ہیں اور محض احکام شرع کے لئے باقی رہ گئے ہیں اس لئے کہ ان کے حامل رسول اللہ ﷺ تھے، اگر میں انہیں چلتے دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ وہ باقی الصفات ہیں، اور باقی الصفات کے لئے خطاوصواب دونوں کا امکان ہے لیکن چونکہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی گود میں دیکھا، اس سے معلوم ہوا کہ ان کا وجود ذاتی فنا ہو چکا ہے اور اب جو ان کا وجود قائم ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے وجود سے قائم ہے اور چونکہ خود رسول اللہ ﷺ کے لئے کسی طرح کی خطا کا امکان نہیں اس لئے جس کا وجود ان میں فانی ہو چکا وہ بھی امکان خطا سے پاک ہے۔ (یاد رہے) یہ ایک لطیف رمز ہے۔

۔ کشف المحجوب ص ۱۳۱ طبع سمر قندو ص ۸۶ طبع ۳ لاہور ۱۳۹۸ھ۔
(۱) بحوالہ ماہنامہ الفرقان جلد ۴۸ شمارہ نمبر ۱۰ نمبر ۱۱، اکتوبر و نومبر ۱۹۸۰ء ص ۴۷، ص ۴۸۔
(۲) تصوف اسلام۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی (ص ۴۶، ۴۷)

ضرورت تدوین فقہ:

جب تک دنیا میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین رہے ان میں جو حضرات فقیہ اور مجتہد تھے اور افتاء کا کام کرتے تھے وہ پوری اسلامی حکومت میں پھیلے ہوئے تھے اور پیش آمدہ مسائل کا حل کرتے تھے۔ ۱۱۰ھ میں جب جماعت صحابہ کے آخری فرد حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کے بعد مستقلاً احکام کی نشر و اشاعت کا کام ان کے شاگردوں (یعنی تابعین) نے شروع کر دیا اس وقت سات مقامات ایسے تھے جو علوم نبویہ کا مرکز تھے اور وہاں دارالافتاء قائم تھے ان مقامات میں بڑے بڑے جید تابعی موجود تھے۔ وہ سات ے مقام یہ ہیں (۱) مدینہ منورہ، (۲) مکہ معظمہ، (۳) کوفہ، (۴) بصرہ، (۵) دمشق (شام) (۶) مصر، (۷) یمن، کوفہ بڑی خصوصیات کا حامل تھا ہزاروں صحابہ کا یہاں قیام رہ چکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے ہزاروں تلامذہ یہاں موجود تھے۔ اس لئے کوفہ علم حدیث وفقہ میں مرجع خلائق بنا ہوا تھا۔ ۱۲۰ھ سے پہلے تک امام ابوحنیفہؒ کوفہ کے مشہور محدث وفقیہہ امام حمادؒ کے حلقۂ درس کے ایک ممتاز طالب علم تھے۔ امام حماد کے انتقال کے بعد ان کی درس گاہ کے صدر نشین اور ایک مستقل معلم و مفتی ہوئے۔ امام صاحبؒ نہایت ذکی فہیم و متفکر تھے۔ آپ نے اطراف عالم پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ اختلاف احوال وزمان کی وجہ سے ایک صدی ہی میں عالم میں بہت کچھ تغیر و تبدل آچکا ہے۔ اور آئندہ ادوار میں یہ تغیر رک نہیں سکتا۔ واضعین حدیث نے وضع حدیث کا فتنہ اٹھا رکھا ہے اور دوسرے فتنے بھی سر اٹھا رہے ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اب علم ایک جگہ اور ایک فرد کے پاس نہیں ہے بلکہ وہ اطراف عالم میں پھیل چکا ہے اس لئے آپ کو خیال پیدا ہوا کہ اگر اس کو یکجا جمع نہ کیا گیا تو یہ علم ضائع ہو جائے گا، نیز امام صاحب کے پیش نظر یہ بھی تھا کہ آج سے پہلے جو افراد تھے وہ آج نہیں ہیں زمانہ انحطاط کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے لہذا آج جو جبال العلوم ہیں ان سے استفادہ کرنا چاہئے اور اس علم کو ایک جگہ جمع کر دینا چاہئے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے ایسا دستور العمل مرتب کر دینا چاہئے جو زندگی کے ہر موڑ پر ان کے لئے مشعل راہ ہو اور جس میں تمام چیزوں کی رعایت ہو ان اسباب کی بنا پر امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تدوین کا کام شروع کر دیا۔

کیفیت تدوین فقہ:

اس اہم کام کو انجام دینے کے لئے آپ نے اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے چالیس ماہرین اشخاص منتخب فرمائے اور ایک کمیٹی کی تشکیل کی جن کے مبارک اسماء یہ ہیں۔

(۱) امام زفرؒ	متوفی	۱۵۸ھ
(۲) امام مالکؒ بن مغول	متوفی	۱۵۹ھ
(۳) امام داؤد طائی	متوفی	۱۶۰ھ
(۴) امام مندل بن علی	متوفی	۱۶۸ھ
(۵) امام نضر بن عبدالکریم	متوفی	۱۶۹ھ
(۶) امام عمرو بن میمون	متوفی	۱۷۱ھ

(۷) امام حبان بن علی متوفی ۱۷۳ھ

(۸) امام ابو عصمہ متوفی ۱۷۳ھ

(۹) امام زہیر بن معاویہ متوفی ۱۷۳ھ

(۱۰) امام قاسم بن معین متوفی ۱۷۵ھ

(۱۱) امام حماد بن الامام اعظم متوفی ۱۷۶ھ

(۱۲) امام ہیاج بن بسطام متوفی ۱۷۷ھ

(۱۳) امام شریک بن عبداللہ متوفی ۱۷۸ھ

(۱۴) امام عافیہ بن یزید متوفی ۱۸۰ھ

(۱۵) امام عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ

(۱۶) امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ

(۱۷) امام محمد بن نوح متوفی ۱۸۲ھ

(۱۸) امام ہشیم بن بشیر السلمی متوفی ۱۸۳ھ

(۱۹) امام ابو سعید یحییٰ بن زکریا متوفی ۱۸۴ھ

(۲۰) امام فضل بن عیاض متوفی ۱۸۷ھ

(۲۱) امام اسد بن عمرو متوفی ۱۸۸ھ

(۲۲) امام محمد بن الحسن متوفی ۱۸۹ھ

(۲۳) امام علی بن مسہر متوفی ۱۸۹ھ

(۲۴) امام یوسف بن خالد متوفی ۱۸۹ھ

(۲۵) امام عبداللہ بن ادریس متوفی ۱۹۲ھ

(۲۶) امام فضل بن موسیٰ متوفی ۱۹۲ھ

(۲۷) امام علی بن طبیان متوفی ۱۹۲ھ

(۲۸) امام حفص بن غیاث متوفی ۱۹۴ھ

(۲۹) امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ

(۳۰) امام ہشام بن یوسف متوفی ۱۹۷ھ

(۳۱) امام یحییٰ بن سعید القطان متوفی ۱۹۸ھ

(۳۲) امام شعیب بن اسحاق متوفی ۱۹۸ھ

(۳۳) امام ابو حفص بن عبدالرحمان متوفی ۱۹۹ھ

(۳۴) امام ابو مطیع بلخی متوفی ۱۹۹ھ

(۳۵) امام خالد بن سلیمان متوفی ۱۹۹ھ

(۳۶)امام عبدالحمید متوفی ۲۰۳ھ
(۳۷)امام حسن بن زیاد متوفی ۲۰۴ھ
(۳۸)امام ابو عاصم النبیل متوفی ۲۱۲ھ
(۳۹)امام مکی بن ابراہیم متوفی ۲۱۵ھ
(۴۰)امام حماد بن دلیل متوفی ۲۱۵ھ

یہ حضرات سب کے سب درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ پھر ان چالیس میں سے دس بارہ حضرات کی ایک اور مخصوص مجلس تھی جس کے رکن امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ داؤد طائیؒ، یوسف بن خالدؒ۔ یحییٰ بن زکریا زائدہؒ، امام محمدؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، اور خود امام ابوحنیفہؒ تھے۔ [1] (الجواہر المضیۃ ج ا ص ۱۴۔ بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ص ۱۷۸)

اس مجلس تدوین فقہ کے متعلق امام وکیع بن جراح مشہور محدث، امام شافعیؒ کے استاذ فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے کام میں کس طرح غلطی باقی رہ سکتی تھی۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ابو یوسف، حفص بن غیاث، حبان، مہندل جیسے ماہرین حدیث ان کے ساتھ تھے۔ اور لغت وعربیت کے ماہر قاسم بن معن یعنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعودؓ کے صاحبزادے جیسے شریک تھے۔ اور داؤد بن نفیر طائی، فضیل بن عیاض زہد اور تقویٰ اور پرہیزگاری رکھنے والے حضرات موجود تھے۔ لہذا جس کے رفقاء کار اور ہم نشین ایسے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ غلطی کی صورت میں صحیح امر کی طرف واپس کرنے والے لوگ موجود تھے۔

(جامع المسانید ص ۳۳۔ بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۷۸)

امام ابوحنیفہؒ نے استنباط مسائل کا یہ طریقہ مقرر کیا کہ اولاً کتاب اللہ پھر سنت نبویہ پھر آثار صحابہ اور اس کے بعد قیاس، امام صاحب کی نظر احادیث کے بارے میں بہت دوربین تھی۔ وہ حدیث کے قوی، ضعیف، مشہور آحاد کے علاوہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ آخری امر جس پر جناب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا ہے وہ کیا تھا۔ اور مسائل کے استنباط میں امام صاحب سوچ سوچ کر اس قسم کی جزئیات پر بھی بحث کرتے تھے کہ جن کا وجود ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ اسی وجہ سے امام صاحبؒ نے مجلس تدوین فقہ میں ان تمام مسائل پر بحث فرمائی کہ جن کے وقوع کا امکان ہوسکتا تھا۔ آپ کے ارد گرد تلامذہ کا مجمع ہوتا اور ہر شخص کو احادیث آثار اور اجماع وقیاس کی روشنی میں آزادی سے گفتگو و بحث کا موقع دیا جاتا تھا۔ اور امام صاحب کے سامنے سب ہی لوگ اپنے اپنے دلائل بیان کرتے اور بحث میں بسا اوقات ان کی آواز بھی بلند ہوجاتی تھی اوبحث کے دوران خود امام صاحب سے (جو سب کے مسلم شیخ اور استاذ تھے) بھی بعض حضرات اختلاف کر بیٹھتے اور یہاں تک کہہ دیتے کہ آپ نے فلاں دلیل میں خطا کی ہے۔ بعض اجنبی لوگ امام صاحب سے کہتے کہ آپ اتنی بے باکی سے بات کرنے والوں کو کیوں نہیں روکتے؟ تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خود ان کو آزادی دی ہے اور ان کو اس امر کا عادی بنادیا ہے کہ کسی سے مرعوب نہ ہوں اور یہ لوگ ہر ایک کے حتیٰ کہ میرے دلائل پر بھی نکتہ چینی کریں تاکہ صحیح بات بالکل منقح ہوکر سامنے آجائے بہر حال اس طرح آپ جزئیات پیش فرماتے اور جواب حاصل کرتے اگر سب کا جواب ایک ہی ہوتا تو مسئلہ اسی وقت قلم بند کرلیا جاتا۔ ورنہ پھر بحث کا سلسلہ جاری رہتا

(۱) امانہ الاحبار، الجواھر المضیۃ. بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ص ۱۸۳ ص ۱۸۴ مصنف مفتی عزیز الرحمان مد ظلہ'

اور جو بھی آخر میں فیصلہ ہوتا وہی بات قرار پاجاتی کبھی کبھی ایک مسئلہ پر مہینوں گذر جاتے جب کلام بہت طویل ہو جاتا تو آخر میں امام صاحبؒ بحیثیت صدر مجلس تقریر شروع فرماتے اور سب دم بخود ہو کر ہمہ تن متوجہ ہو کر امام صاحبؒ کے فرمودات سنتے اور آپ ایسا محکم فیصلہ فرماتے کہ سب اسے تسلیم کر لیتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض اراکین اپنی رائے پر قائم رہتے تو اس صورت میں سب کے اقوال قلم بند کر لئے جاتے تھے۔ تقریباً بائیس ۲۲ سال کی مدت میں امام صاحب نے قانون اسلامی کو مدون کر لیا۔ یہ کتابیں کتب ابی حنیفہؒ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ یہ مجموعہ ۸۳ ہزار دفعات پر مشتمل تھا جس میں ۳۸ ہزار مسائل عبادات کے متعلق تھے۔ باقی ۴۵ ہزار مسائل کا تعلق معاملات اور عقوبات سے تھا۔ (از امام اعظم ابو حنیفہ ملخص مؤلف حضرت مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری مدظلہ، وانوار الباری شرح بخاری مصنفہ حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری دامت برکاتہم)

امام صاحب کا یہ مدون شدہ قانون اس وقت کے تمام علماء اور والیان ریاست کے کام آیا۔ عدالتوں میں سرکاری طور پر داخل کر لیا گیا اور اسی کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ یحییٰ ابن آدم فرماتے ہیں۔ قضیٰ بـه الخلفاء والائمة والحكام واستقر عليه الا مر خلفا، اور ائمہ امام صاحب کے مدون کردہ فقہ کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے بالآخر اسی پر عمل ہونے لگا۔ (مؤفق ج ۲ ص ۴۱)

وقال محمد بن اسحاق النديم فى " الفهرست" والعلم براً وبحراً وشرقاً وغرباً بعد او قربا تدوينه رضى الله عنه. یعنی بر و بحر، شرق و غرب، دور اور نزدیک ہر جگہ کا علم امام ابو حنیفہؒ کی تدوین کا ثمرہ ہے۔ (بحوالہ فقہ اہل العراق وحدیثہم للعلامہ زاہد کوثریؒ۔ متوفی ۱۳۷۱ھ ص ۵۷)

وقال بعض الائمة لم يظهر لا حد من ائمة الا سلام المشهورين مثل ما ظهر لابى حنيفة من الا صحاب والتلاميذو لم ينتفع العلماء وجميع الناس بمثل ما انتفعوا به و با صحابه فى تفسير الا حاديث المشبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضاء والا حكام.

"یعنی اسلام کے مشہور اماموں میں سے کسی امام کو اتنے زیادہ رفقاء و تلامذہ نصیب نہیں ہوئے جتنے امام ابو حنیفہؒ کو ہوئے اور علماء اور تمام لوگوں نے مشکل احادیث کی تشریح اور مستنبط مسائل کی تخریج اور احکام کے سلسلہ میں جتنا ان سے اور ان کے تلامذہ سے فائدہ اٹھایا اتنا کسی اور سے منتفع نہیں ہوئے۔ (الخيرات الحسان بحواله فقه اهل العراق وحديثهم ص ۵۷)

قدیم زمانہ سے لے کر آج تک امت کا ایک بڑا طبقہ مذہب حنفی کا پیرو رہا ہے چنانچہ محدث حافظ ابن اثیر جزری شافعی جامع اصول کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ لو لم يكن لله سر خفى لما كان شطر هذه الامة من اقدم عهد الىٰ يومنا هذا يعبدون الله سبحانه علىٰ مذهب الا مام الجليل (اى ابى حنيفةؒ) یعنی اس میں خدا کا کوئی مخفی راز ہے کہ اس امت کا نصف سے زیادہ حصہ قدیم زمانہ سے لے کر آج تک امام اعظمؒ کے طریقہ پر خدا کی عبادت کر رہا ہے (یعنی مسلک حنفی کا پیرو ہے) (بحوالہ فقہ اہل العراق وحدیثہم ص ۵۷)

محدث ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں:۔ وبالجملة فاتباعه اکثر من اتباع جمیع الائمة من علماء الامة کما ان اتباع النبی صلی اللہ علیه وسلم اکثر من اتباع سائر الانبیاء وقد ورد انهم ثلثا اهل الجنة والحنفیة ایضاً تجی ثلثی المؤمنین . یعنی حاصل کلام امام ابوحنیفہؒ کے متبعین دیگر ائمہ کے متبعین سے زیادہ ہیں۔ جس طرح کہ حضور اقدس ﷺ کے متبعین دیگر انبیاءؑ کے متبعین سے بہت زیادہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اہل جنت کے دوثلث ۲/۳ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے ہوں گے۔ اسی طرح امت محمدی کے دوثلث ۲/۳ حنفی ہیں۔ (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح ج ۱ ص ۲۷) تذکرة الاماة الاعظم ابی حنیفه مطبوعه ملتان پاکستان)

امام ابوحنیفہؒ کو اور آپ کے متبعین کو مغفرت کی بشارت بھی دی گئی ہے۔ مناقب امام اعظم للعلامہ کردری میں ہے۔ واستدخله الکعبة فقام علی رجله وقرء نصف السبع الثانی ، ثم قام علیٰ رجله الاخریٰ وختم النصف الثانی وقال یارب ما عرفتک حق المعرفة وما عبدتک حق العبادة فهب لی نقصان الخدمة بکمال المعرفة فنودی من زاویة البیت عرفت فاحسنت المعرفة وخدمت فاخلصت الخدمة . غفرنا لک ولمن کان علیٰ مذهبک الی قیام الساعة.

یعنی امام ابوحنیفہؒ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے اور ایک پیر پر کھڑے ہوکر نصف قرآن اور دوسرے پیر پر کھڑے ہوکر دوسرا نصف پڑھ کر قرآن ختم کیا اور دعا فرمائی۔ اے پروردگار! جیسا تجھے پہچاننے کا حق ہے میں نے تجھے نہیں پہچانا اور جیسا تیری عبادت کرنے کا حق ہے میں نے تیری عبادت نہیں کی۔ مجھے ناقص خدمت کے طفیل اپنی کامل معرفت عطا فرما۔ کعبۃ اللہ کے ایک کونے سے ندا آئی تم کو بہت اچھی معرفت حاصل ہے اور تم نے خالص عبادت کی۔ ہم نے تمہاری اور اس شخص کی جو تمہارے مذہب پر چلے مغفرت کردی۔

(کردری ج ۱ ص ۵۵)

حاصل کلام یہ کہ امت مرحومہ کا ایک بڑا طبقہ مذہب حنفی پر عمل پیرا رہا ہے اور ہندو پاک میں بھی جب سے اسلام آیا ہے اور مسلمان غازیوں، مجاہدوں نے اس کو فتح کیا ہے اس وقت سے ہندو پاک میں مذہب حنفی رائج ہے امراء و حکام سے لے کر عوام الناس تک سب کے سب مقلد خصوصاً حنفی تھے۔ مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ، استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ کراچی اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے:۔ ''آپ کشور ہند کے تمام فاتحوں اور غازیوں کی تاریخ اور ان کے حالات پر نظر ڈالئے۔ محمود غزنوی علیہ الرحمہ سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلوی علیہ الرحمہ تک کوئی غیر حنفی فاتح اور غازی نہیں ملے گا اس زمانہ میں عوام و خواص سب کے سب عقیدہ و عمل کے لحاظ سے حنفی مذہب کے پیرو تھے چنانچہ کشمیر کے بارے میں محمد قاسم فرشتہ کے الفاظ ہیں۔ رعایای آں ملک کلہم اجمعین حنفی مذہب اند (تاریخ فرشتہ ص ۳۴۷ طبع نولکشور)

(یعنی اس ملک کے تمام رعایا حنفی تھے) اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالہ سے ناقل ہے'' مرزا حیدر در کتاب رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اندر۔'' (تاریخ فرشتہ ص ۳۳۶) (یعنی تاریخ رشیدی میں مرزا حیدر نے تحریر کیا ہے کہ کشمیر کے لوگ حنفی مذہب کے پیرو تھے) اور حضرت مجدد الف ثانی مغل امپائر کے فرمانروا کے بارے میں رقم

طراز ہیں "سلطان وقت خود حنفی می گیر دواز اہل سنت میداند" (یعنی بادشاہ وقت خود اہل سنت اور حنفی ہے) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ "تحصیل التعرف فی الفقه و التصوف" میں ارقام فرماتے ہیں "واهل الروم وما وراء الهند حنفيون" اہل روم اور اہل ہند سب حنفی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

روزے درحدیث لو کان الدین عند الثریا لناله رجال او رجل من هولآء یعنی اهل فارس وفی روایة لناله' رجال من هولآء بلاشک مذاکرہ می کردم۔

فقیر گفت امام ابوحنیفہ دریں حکم داخل ہست کہ خدا تعالی علم فقہ را بردست وے شائع ساخت وجمع از اہل اسلام را بآں فقہ مہذب گردانید خصوصاً درعصر متاخر کہ ذی دولت ہمیں مذہب است وبس۔ درجمیع بلدان وجمیع اقالیم بادشاہان حنفی اند وقضاۃ واکثر مدرسان واکثر عوام حنفی۔

ایک دن اس حدیث پر ہم گفتگو کر رہے تھے کہ اگر دین ثریا پر بھی ہو تو اس کو ان سے یعنی اہل فارس میں سے کچھ لوگ یا ان میں سے ایک شخص ضرور حاصل کرے گا۔ اور ایک روایت میں بغیر شک کے ھولآء کا ہی لفظ مذکور ہے۔ یعنی اہل فارس کے کچھ لوگ ضرور حاصل کر کے رہیں گے۔

فقیر (یعنی حضرت شاہ صاحب) نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ اس حکم میں داخل ہیں کہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی ان کے ہاتھ اشاعت فرمائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کو اس فقہ کے ذریعہ آراستہ فرمایا۔ خصوصاً پچھلے دور میں کہ بس یہی مذہب ذی دولت ہے، تمام شہروں اور تمام ملکوں میں بادشاہ حنفی ہیں قاضی اور اکثر مدرسین اور عوام حنفی ہیں۔

(کلمات طیبات مکتوب حضرت شاہ ولی اللہ مکتوب یازدہم طبع مطبع العلوم مراد آباد ۱۳۰۸ھ مزید آپ تفہیمات الٰہیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وجمهور الملوک وعامة البلدان متمذهبين بمذهب ابی حنيفة.

عام سلاطین اور تمام ممالک (کے باشندے) امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے پیروکار ہیں۔

(تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۲۱۲ شائع کردہ مجلس علمی ڈابھیل ۱۳۵۵ھ

ایک طرف ہندوستان میں فاتحین وغازیوں کی آمد ہوئی تو انہیں کے ساتھ ساتھ سرزمین ہند ومشائخ سلوک وطریقت کے قدوم میمنت سے مشرف ہوتی رہی دور غزنوی میں ان بزرگوں کی آمد کا یہ اہتمام تھا کہ ادھر حضرت حسین زنجانی رحمہ اللہ کا جنازہ لاہور سے نکل رہا تھا اور ادھر حضرت علی ہجویری صاحب کشف المحجوب کا داخلہ ہو رہا تھا۔ غوریوں کے عہد میں جب دہلی یہاں کے فرمانرواؤں کا دارالملک بنا تو پھر ان حضرات کی آمد میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ مشائخ سہروردیہ، شیوخ فردوسیہ، بزرگان قادریہ حضرات چشت اہل بہشت سب کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ ان حضرات کی آمد سے اخلاص کا نور چمکا اور کفرزار ہند میں اسلام کو وہ فروغ ہوا کہ ہندوستان کے وہ باشندے، جو اپنے آپ کو پوتر سمجھتے تھے جن کے نزدیک دوسروں کے مذہب کو قبول کرنا تو بڑی بات ہے ان سے ہاتھ ملانے تک کو گوارا نہ کرتے تھے آہستہ آہستہ بطوع ورغبت داخل اسلام ہوتے چلے گئے اور آج ہندوستان و پاکستان و بنگلہ دیش میں جو بفضلہ تعالیٰ اہل اسلام کی تعداد پچیس کروڑ کے لگ بھگ ہے وہ سب انہی بزرگوں کی مساعی جمیلہ کا صدقہ اور انہی کی اخلاص کی برکت ہے۔

یہ سب کے سب مشائخ حنفی تھے اور ان کے مریدین بھی حنفی تھے جیسا کہ سطور بالا سے معلوم ہوا۔

یہ ہے اس ہندوستان میں شمع اسلام و مذہب حنفی کے فروزاں ہونے کی مختصر داستان پھر دو وقت اس سرزمین پر ایسے بھی آئے جن میں ڈر تھا کہ اسلام کی یہ شمع فروزاں جس کو غازیوں نے اپنے خون سے اور اہل دل نے اپنی شعلہ نفسیوں سے اب تک روشن رکھا تھا نصیب دشمنان کہ کہیں بجھ نہ جائے۔ ایک اکبری دور الحاد کہ جس کے اثر بد کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ نے اپنی تربیت باطنی سے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی علمی کاوشوں کے ذریعہ زائل کیا۔ جزاهم الله خير الجزاء عنا وعن سائر المسلمين۔ دوسرا انگریز کا عہد بالخصوص ۱۲۰۲ھ کا ہنگامہ کہ جس میں اس ملک کے اندر مسلمانوں کے اقتدار کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ اور ہر طرف مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جانے لگی۔ طرح طرح کے فتنوں نے سر اٹھایا۔ لامذہبیت (یعنی غیر مقلدیت (نیچریت اور قادیانیت نے جنم لیا۔ اہل بدعت نے زور باندھا۔ اور ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ لیکن حق تعالیٰ کو ابھی اس ملک میں اسلام کو باقی رکھنا منظور تھا۔ دہلی کے عربک کالج سے دو طالب نکلے جن کی علمی تربیت شیخ وقت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی رحمہ اللہ نے کی۔ میری مراد ان دو طالب علموں سے حضرت محدث گنگوہی مولانا رشید احمدؒ اور حضرت متکلم اسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے ہے۔ قدرت کو ان دونوں سے کام لینا تھا۔ آگے چل کر ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ایک ایسی درس گاہ کی بنیاد رکھی جائے جو اس دور انحطاط میں مسلمانوں کے دینی علوم کی نشر و اشاعت اور ان کی علمی و دینی تربیت کا مرکز ہو، چنانچہ دیوبند جیسی گمنام بستی میں مسجد چھتہ میں انار کے درخت کے نیچے دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ اس درسگاہ سے حدیث، تفسیر، فقہ اور مذہب حنفی کی کیسی سرسبزی و شادابی ہوئی۔ وہ سب پر عیاں اور اظہر من الشمس ہے۔ اور اس علمی چمن سے ہزاروں کی تعداد میں علماء و مشائخ پیدا ہوئے وہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ (از ماہنامہ الفرقان اکتوبر و نومبر ۱۹۸۰ء بتغیر)

الغرض تیرہویں صدی کے آخر میں مسلمانان ہند کی اپنی زندگی کی وحدت کو جو شدید خطرہ فتنہ غیر مقلدیت (لامذہبیت) کے طوفان کی وجہ سے پیش آ گیا تھا اور جس کی پیش رفت کو اس دور کے علماء حقہ نے اپنی جان توڑ مساعی جمیلہ سے روک دیا۔ اس فتنہ (یعنی غیر مقلدیت) کا اثر گجرات کی سرزمین پر بھی پہنچا اور سورت ضلع کی ایک بستی ''سامرود'' میں ایک غیر مقلد بنام ''مولانا محمد سامرودی'' پیدا ہوئے اور غیر مقلدیت کی اشاعت اور اس کو فروغ دینا شروع کیا اور لوگوں میں فتنہ کھڑا کر کے ان کے اتحاد کو زد پہنچایا اور حنفی علماء و عوام کو اپنی دل آزار باتوں سے ایذا رسانی شروع کی اور طرح طرح کے دعوے اور چیلنج کرنے لگے بالآخران کا علامہ ابو محمد عبدالحق حقانیؒ (صاحب تفسیر حقانی) کے ساتھ بمقام ڈابھیل (ضلع سورت، گجرات) ۷۔ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ بروز جمعہ ایک مناظرہ ہوا اور دوسرا مناظرہ بمقام سورت ۸۔ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ جناب مولانا علی عیدروس قدس اللہ سرہ العزیز کے آستانہ مبارک پر صحن مسجد میں ہوا (یہ دونوں مناظرے جس کو جناب محمد ابراہیم صاحب پولیس پٹیل (جنہوں نے ڈابھیل کے مناظرہ کا سرکاری طور پر بندوبست کیا تھا) نے طبع کرائے وہ ہمارے پاس محفوظ ہیں) مولانا محمد سورتی صاحب مناظرہ کا چیلنج کرتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے ''کسی نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے کہ مجھ سے بحث و گفتگو کرے کیا مجال جو میرے سامنے آ جائے اور کبھی ببانگ دہل یہ دعویٰ کرتے ''میرے مقابلہ میں ہرگز کوئی نہیں آ سکے گا۔ آوے اور جس علم میں چاہے بحث کرے'' گاؤں والے ان دعوؤں سے پریشان تھے۔ مجبور ہو کر جب حنفیوں نے ان کے چیلنج کو قبول کیا اور ان کو مناظرہ

کی دعوت دی تولیت ولعل کرنا شروع کردیا اور بہانہ بازی کرنا چاہی مگر وہ اپنی شاطرانہ چال میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور بڑی مشکل سے مناظرہ کرنے پر آمادہ ہوئے۔ مناظرہ کی روئیداد کے متعلق اس مطبوعہ مناظرہ کے دیباچہ میں ہے۔

''پولیس پٹیل ڈابھیل والے صاحب نے اپنی جماعت و سرکار سے بندوبست ضروری کر کے مولوی سامرودی صاحب سے کہلا بھیجا کہ تشریف لاؤ، آپ کا مقولہ کہ کوئی کیا مجال رکھتا ہے مجھ سے گفتگو کرنے کی اس کا صدق وکذب معلوم ہو جائے پس اگر صدق ہو تو ہم آپ کا طریقہ اختیار کریں والّا نہیں تو آپ تائب ہو کر دین حق پر آجاؤ اور حنفی مذہب اختیار کرو اور پورے مقلد بن جاؤ تاکہ آپ کی ہماری صلاح رہے اور فساد موقوف ہو جاوے۔ غرض تین دن تک نہیں آئے۔ لیت ولعل کرتے رہے۔ اور ان کے لڑکے کا مقدمہ تھا (جس کا وہ بہانہ کر رہے تھے) وہ بھی موقوف رہا اور ان کا یہ عذر باقی نہ رہا۔ آخر الامر چند صاحب سامرود گئے اور بہت طرح سے قائل کئے حضرت پہلے کیا فرماتے تھے اور اب کیا کرتے ہو۔ آپ کا عذر ہم ہرگز ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ آپ نے دین میں فساد ڈال رکھا ہے اور اب وقت پر حیلے حوالے کرتے ہو کیا سچائی کی یہی علامت ہے۔ آخر مجبور ہوئے اور بجز تشریف آوری کے بن نہ پڑی الحاصل جمعہ کے دن قصبہ ڈابھیل میں جناب عالی میاں جمال الدین صاحب عثمانی دام اجلالہم کی مسجد شریف میں بحث شروع ہوئی نو بجے سے بارہ بجے تک گفتگو رہی وہاں پر دس گاؤں کے لوگ شریک تھے اور سورت، راندیر، بریاؤ نوساری سے بھی چند صاحب تشریف لائے تھے ان سب صاحبوں کے روبرو جو جو سوالات و جوابات جانبین میں ہوئے وہ سب قلم بند کر لئے گئے اور اس پر مولوی عبدالحق صاحب اور مولوی محمد صاحب سامرودی کی تصحیح (یعنی دستخط) اور پٹیل مذکور وغیرہ چند معتمدین کی گواہی کرائی گئی تاکہ کوئی صاحب انکار نہ کریں اور جناب مولوی عبدالحق صاحب اثناء مباحثہ میں مستحسانہ خندہ رو ہو کر فرماتے تھے کہ مولانا صاحب ذرا سوچ بچار کر جواب دیجئے کہ یہ نوشتہ مشتہر ہو کر اہل علموں کے ملاحظہ میں گذرے گا۔ اور بندہ تو فقط آپ لوگوں کا فساد دور کرنے آیا ہے۔ الیٰ قولہ۔ حاصل کلام آخر میں یہ ہوا کہ مولوی سامرودی صاحب ''دلیل کی تعریف کیا ہے۔'' اس بات کا جواب نہ دے سکے دس ۱۰ پندرہ منٹ غور کرنے کے بعد فرمایا کہ مولانا صاحب آج معاف رکھو اور ملتوی رکھو کتاب دیکھ کر بتاؤں گا۔ اور اس مباحثہ کو کل شہر سورت میں مقرر رکھو پس جناب مولوی عبدالحق صاحب ان کے انتظار میں تین دن اپنا وقت ضائع کر چکے تھے بعد میں نماز جمعہ چلنے کے ارادہ میں تھے مگر اس کے باوجود اخلاق کریمانہ سے قبول فرمائے پس مجلس برخاست ہوئی اور جناب مولانا مخدومی مکرمی مولوی عبدالرشید صاحب موصوف الصدر نے خطبہ پڑھ کر نماز جمعہ پڑھائی بعدہ ہفتہ کے روز بعد نماز ظہر جناب مولانا وسیدنا علی عیدروس صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے آستانہ مبارک پر صحن مسجد میں گفتگو شروع ہوئی اس مجلس میں تخمیناً چار پانچ ہزار آدمی جمع تھے چنانچہ منجملہ ان کے عالی معظم ومکرم مولائی وسیدی حضرت سید علوی صاحب دام ظلہم تشریف رکھتے تھے اور جناب مولانا محمد صاحب ابن مولوی اسماعیل صاحب وجناب مولانا مولوی محمد کاظم صاحب ابن مولوی محمد اشرف صاحب۔ جناب مولانا سلیمان صوفی صاحب الا جپوری وغیرہ اکثر اہل علم وسادات کرام وشرفائے شہر سلمہم اللہ تعالیٰ تشریف رکھتے تھے اور جناب غلام نبی صاحب فوجدار سورت بھی واسطے انتظام و بندوبست مجلس کے تشریف لائے تھے غرض کہ ان سب صاحبان ذی شان خاص وعام نے سب گفتگو سنی اور سب اس کے شاہد و گواہ ہیں پس باوجود اس دعویٰ اور وعدہ کتاب کے بھی دلیل کا جواب اور تعریف نہ کر سکے اور بجز ''ہیں ہیں، ہاں ہاں'' کچھ نہ بن

بڑی وہ دعویٰ خواب وخیال ہو گئے اور صدق وکذب ظاہر ہو گیا۔ آخر الامر جناب مولوی عبدالحق صاحب نے سب صاحبان مجلس کے روبرو فرمایا کہ مولانا صاحب اگر آپ نہیں جانتے تو مقر کیوں نہیں ہوتے اور بے فائدہ باتیں کیوں کرتے ہو خیر عاجز نے تم کو معاف کیا اب بندہ تقریر علمی اور دلائل عقلی ونقلی سے التزام وجواب مذہب واحد کا سب اہل مجلس کے روبرو آپ کو ثابت کر دیتا ہے۔ لیکن انصاف کیجئے اور غور سے سنئے یہ کہہ کر جناب مولانا عبدالحق صاحب گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے تک بحث علمی ودلائل نقلی وعقلی بیان فرماتے رہے جمیع صاحبان مجلس سے نداء آفرین وصدا آفریں آتی تھی اور سب کی نگاہ وکان انہی کی طرف لگے تھے پس یہ سن کر غیر مقلدین نے خصوص اکثر گاؤں کے لوگوں نے لامذہبی سے توبہ کی اور تقلید کے قائل بدل وجان ہوئے اور مذہب حنفی قبول کئے حق تعالیٰ قبول فرمائے اور باقی ماندوں کو بھی توبہ نصیب کرے مگر مولوی سامرودی صاحب نے آخر انصاف نہ کیا اور نہ سمجھے بلکہ غصہ میں آ کر نامناسب باتیں کرنے لگے اس پر بھی مولوی عبدالحق صاحب نے صبر وسکوت فرمایا۔ الخ۔

مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ مولوی محمد سامرودی صاحب مناظرہ میں بالکل لاجواب ہو گئے گو انہوں نے اپنی شکست تسلیم نہیں کی۔ لیکن اسی مناظرہ کا اثر سمجھئے کہ بعد میں غیر مقلدیت سے صمیم قلب سے توبہ کی اور اس زمانہ کے مشہور ومعروف ولی کامل بلند پایہ بزرگ، عارف باللہ، فنافی اللہ حضرت شیخ پیر موسیٰ جی ترکیسری رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت ہوئے اور شیخ کی عقیدت دل میں اس طرح گھر کر گئی کہ اس کے بعد انہی کے ہو کر رہ گئے اور اپنے شیخ کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا وہ قصیدہ کرامات موسویہ (جس میں، شیخ پیر موسیٰ جیؒ کی سوانح اور کمالات وکرامات کا ذکر ہے امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی تالیف ہے) میں شائع ہو گیا ہے۔ اسی کرامات موسویہ کے دیباچہ میں ہے "قصیدہ کے مصنف ممدوح پہلے غیر مقلد تھے اور عدم تقلید میں نہایت غالی ومتعصب تھے حضرات صوفیہ سے ویسا ہی انکار شدید رکھتے تھے جیسا کہ اس فرقہ میں ہوتا ہے اپنی جماعت کے امام اور مقتدا ومرجع تھے مگر حضرت ولی مرشد (پیر جی موسیٰ جیؒ) کے فضائل وکمالات کا غلغلہ (شور) جو ان کے کانوں میں پہنچا اور سعادت ازلی نے ان کی دستگیری کی تو دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ بچشم خود جا کر دیکھیں کہ اس غلغلہ کی اصلیت کہاں تک ہے اور جس چیز کو وہ اب تک مستبعد ومستنکرہ سمجھتے تھے اس کی حقیقت کیا ہے چنانچہ حاضر ہوئے دیکھا تو اس غلغلہ سے کہیں زیادہ ان کی حالت پائی جیسا کہ اپنے اسی قصیدہ میں انہوں نے لکھا ہے۔

قد کنت من بعد سمعت صفاتہ فوجدتہا اضعاف وصف فخام

اور میں سنتا تھا دور سے ان کے صفات کو۔ پھر میں نے ان صفات کو پایا دو چند سہ چند اوصاف اکابر سے۔

ورأیتہ علماً دلیلاً، حجۃً ولسالکی المنہاج خیر امام

اور میں نے انہیں دیکھا اللہ کی نشانی اور راہنما اور حجت اور رہ روان طریقت کے لئے بہترین پیشوا۔

خوارق عادت کا مشاہدہ کیا منجملہ اس کے یہ کہ حضرت ولی مرشد نے ان کو کشف قبول کرایا وغیر ذلک۔ المختصر وہ انکار اور نفرت جو حضرات اولیاء اللہ کی طرف سے قلب میں مضمر تھی ارادت ومحبت سے متبدل ہو گئی اور بے اختیار دل اسی طرف کھنچنے لگا جس طرف کھینچنا چاہئے حضرت ولی مرشد کے حلقہ فیض میں داخل ہوئے اور جو حق تعالیٰ نے چاہا پایا اسی حالت جوش وخروش میں یہ قصیدہ تالیف فرمایا اس انقلاب عظیم کی وجہ سے ان کی جماعت ان سے متنفر ہو گئی الخ۔

(کرامات موسویہ ص ۵،۶)

اس کے بعد مولانا محمد سورتیؒ کی نسل میں ایک شخص مولوی عبدالجلیل سامرودی پیدا ہوئے جن کے متعلق مولانا محمد سورتیؒ کے بھانجے جناب محمد سورتی کا مقولہ کرامات موسویہ میں منقول ہے۔ ''اوران کے (مولانا محمد سورتی صاحب کے) دو پوتے آج کل موجود ہیں جن میں ایک مولوی عبدالجلیل صاحب نوجوان عالم ہیں مگر فنون وعلوم سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے صرف کچھ دینیات عربی وغیرہ سے۔الخ (ص ۶)

یہ مولوی عبدالجلیل سامرودی غالی درجہ کی غیر مقلد تھے اورانہوں نے اپنی فتنہ انگیز طبیعت کی وجہ سے حد سے زیادہ فتنہ پھیلایا اورلامذہبیت (یعنی غیر مقلدیت) کی اشاعت میں اور مذہب حنفی کو بدنامی کرنے اور کتب فقہ سے عوام الناس کو بدظن کرنے کی جان توڑ کوشش کی،ان کا بھی بمقام ڈابھیل متکلم اسلام حضرت مولانا شبیراحمد عثمانی رحمہ اللہ کے ساتھ مناظرہ ہوا جس کے دیکھنے والے آج بھی بکثرت بقید حیات ہیں خود احقر بھی اس مناظرہ میں شریک تھا۔

سامرودی صاحب بڑے دعوے کرتے تھے۔اور بڑے طمطراق کے ساتھ بیل گاڑی میں کتابیں بھر کر ڈابھیل پہنچے تھے مگراس مناظرہ میں مجمع عام میں ایک لفظ نہ کہہ سکے۔اور بالکل لاجواب ہوکر وہاں سے نکلے۔

مگراس کے بعد بھی اپنی نازیبا حرکتوں سے باز نہ آئے اورایک پمفلٹ شائع کیا گیا جوان کی طرف منسوب تھا۔اور آخر میں ان کا نام درج تھا۔لوگوں کو کتب فقہ سے بدظن کرنے اوران کتابوں کو فحش لڑیچر ثابت کرنے کی غرض سے غسل اورروزے وغیرہ مسائل کے متعلق چند عربی عبارتوں کا (مثلاً **ولو وطی میتة او بهیمة وهو التفخیذ او قبل او لمس ان انزل قضیٰ والا فلا** (شرح الوقایه ج ۱ ص ۳۱۲) **مالم یبطل به الصوم، اوانزل بنظر اوفکر وادم النظر والفکر** (نور الا یضاح ص ۱۶۸ باب ما یفسد الصوم) **اذا ادخل ذکره' فی بهیمة او میتة من غیر انزال او مس فرج بهیمة اوقبلها فانزل اواقطر فی احلیه ماءً او دهناً وان وصل الی المتانة علی المذهب واما فی قبلها فمفسد اجماعاً لا نه کا لحقنة** (در مختار مع الشامی ج ۲ ص ۱۳۷ ص ۱۳۸) **وانزال المنی بوطی میتة او بهیمة ووجودماءٍ رقیقٍ بعد النوم اذالم یکن ذکره' منتشراً قبل النوم** (نور الا یضاح ص ۲۶ فصل فیما یوجب الا غتسال) نہایت گندے اور بازاری الفاظ میں ترجمہ کیا گیا تھا اور بزعم خود یہ باور کرایا گیا تھا کہ یہ کتابیں مذہب حق کی نہیں ہوسکتیں کہ ان میں ایسی گندی اور فحش باتیں درج ہیں۔حکومت نے فحش الفاظ اور گندے مضامین شائع کرنے کی بناپر دفعہ نمبر ۲۹۲ کے بموجب جس کے نام سے یہ طبع ہوا تھا اس کو اور جس پریس میں چھپا تھا اس کے مالک کو گرفتار کرلیا اوراس پر سرکاری مقدمہ دائر کردیا گیا۔اس سلسلہ میں ایل،آئی،بی شعبہ کے سب انسپکٹر جناب جی،ایم،گربانی نے احقر کا تعاون حاصل کرنا چاہا۔ احقر نے اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے قبول کیا اور پمفلٹ میں جن عبارتوں کا ترجمہ پیش کیا گیا تھا ان کی حقیقت کو ثابت کیا کہ بے شک یہ الفاظ ہماری کتب فقہ میں درج ہیں مگران کا جو ترجمہ کیا گیا ہے یہ صحیح نہیں ہے ان کا دوسرا صحیح ترجمہ ہوسکتا ہے اوراحقر نے ایک مثال سے اس کو واضح کیا کہ کوئی شخص اپنی ماں کو ''ماں'' کہنے کے بجائے ''باپ کی جورو'' کہے تو

حقیقت کے اعتبار سے یہ غلط نہیں مگر یہ کہنا بے ادبی سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک اس کو برا کہتا ہے۔یہی حال ان عبارتوں کا ہے ان کا صحیح اور مہذب ترجمہ ہوسکتا ہے مگر چونکہ پمفلٹ لکھنے والے کا مقصد ہی مذہب حنفی کی تخفیف ہے اور لوگوں کو کتب فقہ سے بدظن کرنا ہے۔اس لئے انہوں نے ان عبارتوں کا ایسا فحش اور گندے الفاظ میں ترجمہ کیا ہے۔احقر نے تمام مسائل کا جواب تحریراً بھی دیا جو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا اور کورٹ میں حاضر ہوکر (جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود تھے۔غیر مقلدین بھی بڑی تعداد میں تھے) تقریراً بھی بیان دیا جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔جس میں بنیادی طور پر یہ ثابت کیا کہ فقہاء نے یہ مسائل کیوں بیان کئے ہیں۔اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے پر کیوں مجبور ہوئے۔جس کی کچھ تفصیل فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد ہفتم ص ۲۴۲ تا ص ۲۵۲ پر درج ہے۔الحمد للہ مجسٹریٹ کو اطمینان ہوا۔(حالانکہ ابھی صرف ایک مسئلہ پر کلام کیا تھا) اور ان عبارتوں کی حقیقت اور ضرورت اس پر واضح ہوگئی۔اس کے بعد جب سامرودی صاحب سے کچھ جواب نہ بن پڑا تو ان کے وکیل نے مشورہ دیا کہ اب چھٹکارے کی صرف ایک صورت ہے کہ تم یہ بیان دیدو کہ یہ پمفلٹ نہ میں نے لکھا ہے (اگر لکھا نہیں تھا تو شروع ہی سے انکار کردینا تھا) نہ اس کو چھپوایا ہے نہ تقسیم کیا ہے۔چنانچہ وکیل کے مشورے پر یہ بیان دے دیا کہ میں نے نہ اس کو لکھا ہے نہ چھپوایا ہے نہ تقسیم کیا ہے۔اسی طرح پریس کے مالک نے بیان دیا کہ میرے پریس میں نہیں چھپا ہے۔ان کے اس بیان پر سیکنڈ کورٹ کے فرسٹ کلاس مجسٹریٹ جناب سی، ڈی، گوشالیا نے یہ فیصلہ کیا کہ اس پمفلٹ کا لکھنے والا ''سامرودی'' ہے اور یہ پمفلٹ ''اناویل بندھو پرنٹنگ پریس'' میں چھپا ہے یہ صحیح طور پر ثابت نہ ہوسکا سامرودی صاحب کو اور پریس کے مالک کو بری الذمہ قرار دے کر رہا کردیا گیا۔اور اس پمفلٹ کو خلاف قانون ہونے کی وجہ سے ضبط کرلیا گیا۔اس مقدمہ کی تفصیل ماہنامہ ''پیغام کاوی ضلع بھروچ ۱۹۵۸ء کے فائلوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

سامرودی صاحب کا انتقال ہوچکا ہے۔اب ان کے جانشین یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔آئے دن کچھ نہ کچھ مذہب حنفی کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں جمبوسر ضلع بھروچ گجرات سے ''ندائے حق'' نام کا ایک ماہنامہ رسالہ جاری کررکھا ہے شاید ہی اس کا کوئی شمارہ اس قسم کی نازیبا حرکتوں سے خالی ہوتا ہو۔تقریباً ہر شمارے میں تقلید کی مذمت اور احناف کے خلاف طعن و تشنیع ضرور ہوتی ہے، اور سال بہ سال بیس ۲۰ رکعت تراویح کے متعلق لمبا چوڑا پمفلٹ (جس کا مفصل جواب دے دیا گیا ہے اور چھپ بھی گیا ہے) شائع کرتے رہتے ہیں اور عوام کو مذہب حنفی سے بدظن کرنے کی انتھک کوشش کرتے رہتے ہیں ان کی اس فتنہ انگیزی کی وجہ سے بعض لوگ ان کے ہم خیال ہوگئے۔چنانچہ سائل بھی (غالباً) ان ہی کا ہم خیال ہوچکا ہے ان وجوہات کی بنا پر ان کے سوال کا یہ طویل جواب لکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے احباب واقربا کو اور امت محمدیہ (ﷺ) کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور حق کی ہدایت نصیب کرے اور فتنوں سے محفوظ رکھ کر حسن خاتمہ کی دولت عطا فرمادے آمین۔بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبه اجمعین فقط۔ واللہ اعلم بالصواب ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ۔

مودودی صاحب کی سبائی ذہنیت:

(سوال ۱۷۱) ہمارے شہر میں ایک امام اور خطیب صاحب مودودی جماعت کی طرف میلان اور رجحان رکھتے ہیں اوان کی تائید کرتے ہیں، کچھ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں، ان کی امامت کیسی ہے؟ مودودی صاحب کے نظریات کے متعلق معلوم ہوا کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی کی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ ان کی امامت کیسی ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیا ومسلماً، آپ کی مسجد کے امام اور خطیب صاحب مودودی جماعت کو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی تنقیص اور ان کی شان میں صریح گستاخی کے بعد بھی حق پر سمجھتے ہیں اور ان کی جماعت کو اہل حق کی جماعت قرار دیتے ہوئے ان کا تعاون کرتے ہیں، یہ افسوس ناک ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) ذٰلک الفوز العظیم (یہ بڑی کامیابی) نیز ارشاد فرمایا اولٰئک ھم الصادقون (یہی لوگ ایمان کے سچے ہیں) اولٰئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمة منه ورضوان (یہی لوگ پورے کامیاب ہیں ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی کی) اولٰئک ھم الراشدون (یہ لوگ راہ راست پر ہیں) اولٰئک ھم المؤمنون حقاً لھم مغفرة ورزق کریم (یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں ان کے لئے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی ہے (قرآن مجید) وغیرہ وغیرہ کامیابی کی سندیں خدا کی جانب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو عطا کی گئی ہیں اس کے بعد بھی ان پر تنقید کرنے کا کس کو حق ہے؟

ارشاد خداوندی ہے۔ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوا (رسول اللہ ﷺ تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ قبول کرلیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیا تم رک جایا کرو) (سورہ حشر) اور حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ماامرتکم به فخذوہ وما نھیتکم عنه فانتھوا جس چیز کا میں تم کو حکم دوں اس پر عمل کرو، اور جس چیز سے منع کردوں اس سے رک جاؤ (ابن ماجہ ص ۲)

اب ملاحظہ فرمائیے کہ حضور ﷺ نے امت کو صحابہؓ کے متعلق کیا ہدایت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں (اللہ اللہ فی اصحابی) (میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو) اگر کوئی حقیقی معنی میں مومن ہو تو اس کے لئے یہی ایک جملہ کافی ہے کہ وہ صحابہ کے معاملہ میں اپنی زبان نہ کھولے مگر کیا مودودی صاحب نے اس پر عمل کیا ہے؟ اور کیا ان کو اس کا پاس ہے؟ حضور ﷺ نے اسی پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ مزید ارشاد فرمایا لا تتخذوھم من بعدی غرضاً (میرے بعد ان کو تنقید کا نشانہ نہ بنانا) کیا اس فرمان کی مودودی صاحب نے خلاف ورزی نہیں کی ہے؟ آگے مزید حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم (جس نے ان سے محبت کی پس میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے

ان سے بغض رکھا) سچے مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ ان دوشقوں میں سے پہلی شق کا مصداق بنے اور صحابہؓ سے محبت کا ثبوت دے مگر مودودی صاحب بجائے اس کے صحابۂ کرامؓ کی شان میں گستاخی کر کے دوسری شق کا مصداق بنے ہیں پھر آگے مزید حضور پاک ﷺ ارشادفرماتے ہیں ومن آذا هم فقد آذاني (جس نے ان کوایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی) کیا یہ معمولی بات ہے'' ومن آذاني فقد آذى الله'' (جس نے مجھے ایذاء پہنچائی اس نے اللہ کوایذاء پہنچائی) یہ اس سے بھی سخت وعید ہے۔آگے اور سنئے! ومن آذى الله فيو شك ان يا خذه (اور جواللہ کوایذاء پہنچائے قریب ہے کہ اللہ اس کوعذاب میں پکڑلے) کیا ایسی سخت وعید کے بعد بھی کوئی ادنی درجہ کا مسلمان صحابہؓ کی شان میں گستاخی کی جسارت کرسکتا ہے؟ ہرگزنہیں کرسکتا! مگر مودودی صاحب نے خوب دل کھول کر جسارت کی ہے، اس کے کچھ نمونے آگے آرہے ہیں،اس حدیث کی تائید میں ارشادخداوندی ملاحظہ ہو۔ ان الـذيـن يـؤ ذون الله و رسوله' لعنهم الله فى الدنيا و الآ خرة واعد لهم عذاباً مهيناً (بےشک جولوگ اللہ اوراس کے رسول کوایذاء دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کرتا ہے اوران کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کررکھا ہے) نیز فرمان خداوندی ہے ان الـذين يحآدون الله و رسوله' اولئک فى الا ذلين (جولوگ اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں)

ان آیتوں کے مضمون پر غور کیجئے کہ یہ کتنی سخت وعید ہے، کیا مودودی صاحب متعدد صحابۂ کرامؓ پر تنقید کر کے اس وعید کے مستحق نہیں بنے؟

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضوراکرم ﷺ نے ارشادفرمایا اذا رأيتم الذين يسبون اصحابى فقولوا لعنة الله على شركم (جب تم ایسے لوگوں کودیکھو جومیرے صحابہ کوبرا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو خدا کی لعنت ہے اس پر جو تم میں براہو) (ترمذی شریف باب فیمن یسب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترمذی ج۔۲ص۲۲۵ج۲ص۲۲۷) (مشکوٰۃ ج شریف ص۵۵۴باب مناقب الصحابہ)

ظاہر ہے کہ صحابی کے مقابلہ میں غیر صحابی ہی براہوسکتا ہےاوراس وعید کا وہی مستحق ہوگا۔

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں وقـال صـلـى الله عـليه وسلم لا تسبوا اصـحـابى ومن سبهم فعليه لعنة الله . پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برانہ کہو۔جس نے ان کو برا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔(غنیۃ الطالبین ج اص ۵۵ عربی)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں من ابـغـض الـصـحابة وسبهم فليس له فى المسلمين حق . جو صحابہؓ سے بغض رکھے اوران کو برا کہے تو اس کا مسلمانوں میں کوئی حق نہیں۔مظاہر حق ج۴ص۵۸۷)

امام ابوزرعہ رازیؒ جوامام مسلمؒ کے اجلہ شیوخ میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

اذارأيت الـرجـل ينتقص احـداً مـن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم انه زنديق وذلک ان القرآن حق والرسول حق و ما جاء به حق وما ادى ذلک الينا كله الاا لصحابة فمن جرحهم انما اراد ابطال الكتاب والسنة فيكون الجرح به اليق والحكم عليه بالزندقة والضلالة اقوم واحق.

یعنی! جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی بھی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے اس لئے کہ قرآن حق ہے، رسول ﷺ حق ہیں، اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ لائے ہیں وہ سب برحق ہے، اور یہ چیزیں ہم تک پہنچانے والے صحابہ ہی ہیں تو جو شخص ان کو مجروح کرتا ہے وہ کتاب وسنت کو باطل کرنا چاہتا ہے لہذا خود اسی کو مجروح کرنا زیادہ بہتر ہے اور اسی پر گمراہی وزندقہ کا حکم لگانا زیادہ مناسب ہے اور وہی اس تمغہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (فتح المغیث ص ۳۷۵ مظاہر حق ج ۴ ص ۵۷۸)

شیخ طریقت حضرت شبلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **ما امن برسول الله من لم یوقرا صحابه** جس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی توقیر نہیں کی وہ (گویا) حضور ﷺ پر ایمان ہی نہیں لایا (مکتوبات امام ربانی ج ۳ ص ۴۶ مکتوب نمبر ۲۴ فارسی)

سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں **من نطق فی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم بکلمة فهو صاحب هویٰ**۔ جس نے صحابہؓ کے بارے میں ایک بات بھی کہی تو وہ بدعتی اور گمراہ ہے (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۵۵ عربی)

ان دوعیدوں اور علماء حقہ کی ان ہدایات کے بعد بھی کیا کوئی شخص یہ ہمت کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں زبان درازی کرے اور ان کو برا بھلا کہے جس سے لوگوں کے دلوں سے ان کی عظمت ومحبت گھٹ جائے مگر مودودی صاحب نے بڑی جسارت سے صحابہؓ کی شان میں زبان درازی کی ہے اور ان کا تقدس وعظمت کم کرنے کی ناکام سعی کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

(۱) چونکہ احد کے میدان میں مسلمانوں کی شکست کا سبب ہی یہ ہوا کہ ان کے اندر صبر کی بھی کمی تھی اور ان کے افراد سے بعض ایسی غلطیاں بھی سرزد ہوئی تھیں جو خدا ترسی کے خلاف تھیں (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۲۸۴)

(۲) احد کی شکست کا بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان عین کامیابی کی موقعہ پر مال کی طمع سے مغلوب ہو گئے اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۲۸۷)

(۳) سود خواری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خواری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، سود لینے والوں میں حرص وطمع بخل اور خود غرضی، اور سود دینے والوں میں نفرت غصہ اور بغض وحسد۔ احد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۲۸۸)

مودودی صاحب کے ایک رفیق مولوی صدر الدین اصلاحی لکھتے ہیں:۔

برسوں کی تعلیم وتربیت کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کو میدان جنگ میں لائے اور باوجود یہ کہ ان کی ذہنیت میں انقلاب عظیم رونما ہو چکا تھا مگر پھر بھی اسلام کی ابتدائی لڑائیوں میں صحابہ کرام جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی اسپرٹ سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے تھے (ترجمان القرآن ص ۵ ۷ ص ۲۹۲ بحوالہ مودودی مذہب ص ۵۹)

(۴) امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے متعلق لکھا ہے "حضرت عثمانؓ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ کسی نے کیا ہو اس کو خواہ مخواہ سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل وانصاف کا تقاضہ ہے نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے (خلافت وملوکیت ص ۱۰۷ بار سوم)

کیا یہ ارشاد نبوی ﷺ اللہ اللہ فی اصحابی ...... الخ سے بغاوت نہیں ہے۔

(۵) حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق لکھا ہے ''ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علیؓ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضور ﷺ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتے دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے، کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا دین واخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۶۲ بار سوم)

یہ حضرت معاویہؓ پر سراسر بہتان ہے، مودودی صاحب نے اس موقعہ پر پانچ حوالے دے کر یہ باور کرانا چاہا ہے کہ مندرجہ بالا بات بالکل صحیح ہے، حالانکہ یہ حوالے قطعاً غلط ہیں، یہ کس قدر بددیانتی اور شدید بہتان ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ الفرقان بابت جون ۱۹۷۹ء مطابق رجب ص ۱۳۹۹ھ جلد نمبر ۴۷ شمارہ نمبر ۶)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بے بنیاد اور غلط باتیں حضرت معاویہؓ کی طرف منسوب کر کے ان کی سخت ہتک کی ہے، حالانکہ حضرت معاویہؓ جلیل القدر صحابی ہیں، کاتب وحی ہیں، حضور ﷺ نے ان کے لئے خصوصی طور پر دعا فرمائی ہے **اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً واھدبہ** (اے اللہ معاویہ کو ہادی (ہدایت دینے والا) اور ہدایت یافتہ بنا اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت نصیب فرما) (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۵ مناقب معاویہ بن ابی سفیان ج ۲ ص ۲۲۴) آپ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کے بھائی ہیں اس اعتبار سے آپ تمام مسلمانوں کے ماموں ہوئے، حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں اور ماں کا بھائی ماموں ہوتا ہے اس لئے حضرت معاویہؓ خال المؤمنین ہوئے اور جس طرح اہل بیت ذوی القربیٰ سے محبت رکھنا مؤمن پر فرض اور لازم ہے اسی طرح حضور پرنور ﷺ کے خسر اور برادر نسبتی اور سسرالی رشتے داروں سے بھی محبت فرض اور لازم ہے (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۵۳)

ناظرین غور کریں! جو کچھ مودودی صاحب نے حضرت معاویہؓ کی شان میں لکھا ہے اس کے ذریعہ انہوں نے محبت کا ثبوت دیا ہے یا بغض کا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ومن یکون یطعن فی معاویۃ فذالک کلب من کلاب الھاویۃ.

ترجمہ:

جو شخص حضرت معاویہ پر طعن کرتا ہے تو وہ ھاویہ (یعنی جہنم) کے [illegible] میں کا ایک کتا ہے (شیم الریاض)

مودودی صاحب نے اسی پر بس نہیں کیا اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (جو کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک معصوم ہیں) پر بھی رکیک حملے کئے ہیں اور ان کی شان میں بھی نازیبا الفاظ لکھے ہیں، ملاحظہ ہو۔ وہ فرماتے ہیں۔

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا، اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرماں روا کو زیب نہ دیتا تھا۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۲۷)

(۲) اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے ہیں چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقعہ پر تنبیہ کی گئی کہ **لا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ** (سورہ ص) ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی (تفہیمات ص ۱۶۱ طبع پنجم)

(۳) حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے:۔ "اصل بات یہ ہے کہ انبیاء بھی انسان ہی ہوتے ہیں اور کوئی انسان بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتا کہ ہر وقت اس بلند ترین معیار کمال پر قائم رہے جو مومن کے لئے مقرر کیا گیا ہے، بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقعہ پر نبی جیسا اعلیٰ واشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ الی قولہ لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے، تو وہ فوراً اپنے دل کے زخم سے بے پرواہ ہو کر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضا ہے۔

(تفہیم القرآن ص ۳۴۳ و ص ۳۴۴ جلد دوم۔ سورۂ ہود)

(۴) سیدنا۔ یوسف علیہ السلام کے اس ارشاد "اجعلنی علی خزائن الارض" مجھے زمین مصر کے خزائن کا نگراں مقرر کر دیجئے" کے متعلق مودودی صاحب نے لکھا ہے۔ "یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ ڈکٹیٹر شپ (DICTATORSHIP) کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجہ میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔

(تفہیمات حصہ دوم ص ۱۲۸ طبع سوم۔ ص ۱۲۲ طبع پنجم)

(۵) حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے:۔ "قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت ادا کرنے میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں۔ اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔"

(تفہیم القرآن ص ۳۱۲ طبع سوم)

مودودی صاحب کی یہ عبارت تیسرے ایڈیشن کی ہے جسے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۵۷۰) میں نقل فرمایا ہے، بعد کے ایڈیشنوں میں یہ عبارت اس طرح باقی نہیں ہے مگر اس کا کوئی اعلان نہیں کیا کہ لوگوں کو صحیح صورت حال معلوم ہو جاتی۔ کیا اچھا ہوتا کہ مودودی صاحب اپنی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کر لیتے اور اس کا اعلان کر دیتے کہ میں نے یہ بات غلط لکھی ہے۔ لیکن مودودی صاحب نے اس طرح نہیں کیا، ہاں یہ تو ہوا کہ جب ان کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا تو بعد کے ایڈیشن میں وہ عبارت نکال دی گئی لیکن رجوع کا اعلان نہیں کیا، اگر اعلان کر دیا جاتا تو وہ لوگ جن کے پاس سابقہ ایڈیشن ہے اپنی کتاب کی اصلاح کر لیتے اور گمراہ نہ ہوتے۔

(۶) سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے:۔ یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ

لینا چاہئے جو آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی تھی بس ایک فوری جذبہ نے جو شیطانی تحریض کے زیر اثر ابھر آیا تھا ان پر ذہول طاری کردیا اور ضبط نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۳۳)

سرور دو عالم فخر موجودات ﷺ کے متعلق لکھا ہے۔

(الف) رسول اللہ نہ فوق البشر ہے نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے، کس جاہل نے کہا ہے کہ وہ فوق البشر ہے...... الخ (ترجمان القرآن جلد نمبر ۸۵ شمارہ اپریل ۱۹۷۶ء بعنوان ''اسلام کس چیز کا علمبردار ہے'' بحوالہ مودودی صاحب کا برامت کی نظر میں ص ۲۹)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ ''آپ ﷺ بشر تو ہیں مگر اور انسانوں کے مانند نہیں بلکہ انسانوں میں ایسے ہیں جیسے پتھروں میں یاقوت'' یعنی انسانوں اور حضور ﷺ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، آپ سب سے اعلیٰ وارفع ہیں، آپ کی طرف بشری کمزوری کو منسوب کرنا سخت بے ادبی اور گستاخی اور فساد عقیدہ کی طرف مشیر ہے۔

(ب) اور ایک جگہ مودودی صاحب نے لکھا ہے:۔ حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ ہی کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کردیا کہ حضور ﷺ کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔ (ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء بحوالہ مودودی مذہب ص ۴۱)

اس عبارت میں بھی ترمیمات کی ہیں جو مودودی مذہب میں درج ہے مگر اس کے بعد بھی تو ہین علیٰ حالہ باقی رہتی ہے جیسا کہ مودودی مذہب کے مصنف نے لکھا ہے، تفصیل کے لئے مودودی مذہب کا مطالعہ کیا جائے۔

مودودی صاحب کا ایک انوکھا اور غیر اسلامی دعویٰ ملاحظہ ہو:۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، الٰہ، رب، دین اور عبادت کے اصلی معنی اور مفہوم اور ان کی صحیح مراد ایک محدود مدت کو چھوڑ کر تقریباً تیرہ سو برس تک علماء کرام مجتہدین محدثین مفسرین مجددین فقہاء اور مشائخ طریقت پر مخفی رہی اور ان میں سے الٰہ رب دین عبادت ہر ایک اپنی وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہو گئے اور ان بنیادی اصطلاحات پر پردہ پڑ جانے کی وجہ سے قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہو گی، اور اب طویل عرصہ کے بعد ان اصطلاحات کا اصلی مفہوم اور ان کی حقیقی روح براہ راست مودودی صاحب کے قلب و دماغ پر نازل ہوئی ہے گویا ان پر وحی آئی (معاذ اللہ)

بدیں عقل و دانش بباید گریست

اور کسی نے خوب کہا ہے۔

بد گوہر را علم و فن آموختن
دادن تیغ است بدست راہزن

ان کے اس دعویٰ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تیرہ سو برس تک پوری امت غلط چیز پر عمل پیرا اور گمراہ رہی ہے، اور قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم کی حقیقی روح سے ناواقف رہی ہے، اور کسی نے اس روح کو سمجھا ہی نہیں چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ ہوں کہ امام شافعی، امام مالک ہوں یا امام احمد، امام بخاری ہوں یا امام مسلم، امام ترمذی ہوں یا امام ابوداؤد،

امام نسائی ہوں یا ابن ماجہ شیخ عبدالقادر جیلانی ہوں یا خواجہ معین الدین چشتی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہوں یا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ اور اب صدیوں بعد وہ حقیقت مودودی صاحب پر منکشف ہوئی ہے، ملاحظہ ہو وہ فرماتے ہیں:۔

''عرب میں جب قرآن پیش کیا گیا تھا، اس وقت ہر شخص جانتا تھا کہ الٰہ کے کیا معنی ہیں اور رب کسے کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں لفظ ان کی بول چال میں پہلے سے مستعمل تھے انہیں معلوم تھا کہ ان الفاظ کا اطلاق کس مفہوم پر ہوتا ہے اسی طرح عبادت اور دین کے الفاظ بھی ان کی بولی میں پہلے سے رائج تھے ان کو معلوم تھا کہ عبد کسے کہتے ہیں، عبودیت کس حالت کا نام ہے، عبادت سے کون سا رویہ مراد ہے اور دین کا کیا مفہوم ہے...... لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصلی معنی جو نزول قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہو گیا...... نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کا اصلی مدعا ہی سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل ہو گیا...... پس یہ حقیقت ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہو گئی ہے اور اسلام قبول کرنے کے باوجود لوگوں کی عقائد واعمال میں جو نقائص نظر آرہے ہیں ان کا ایک بڑا سبب یہی ہے۔

(قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۸۔۹۔۱۰)

ان کے اس غیر اسلامی دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:۔ ان الفاظ کے معنی ومفہوم متعین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان سے ان کی تشریح اور اپنے عمل سے ان کی تعیین کردی ہے، یہ معنی ومفہوم امت میں عملی ولفظی طور پر تواتر وتسلسل سے چلے آرہے ہیں اور ساری امت اس کو جانتی اور مانتی ہے (عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح ص ۲۳)

نیز فرماتے ہیں:۔ سورۂ حجر میں فرمایا گیا انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون اور ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت (قرآن مجید) اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، فضل واحسان جتانے کے موقعہ پر حفاظت کے وعدے کے اعلان میں اس کے مطالب کا فہم ان کی تشریح، اس کی تعلیمات پر عمل، اور زندگی میں ان کا انطباق بھی شامل ہے، ایسی کتاب کی کیا قدر ومنزلت ہو سکتی ہے، اور اس کی حفاظت کا کیا فائدہ اور نتیجہ ہے جو طویل مدت تک معطل پڑی رہے نہ سمجھی جائے، نہ اس پر عمل کیا جائے؟ نیز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ان علینا جمعه وقرآنه فاذا قراناه فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه 'اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم اس کو سنا کرو اور پھر اسی طرح پڑھا کرو پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔

ان علینا بیانه' کی تفسیر کرتے ہوئے حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''ازالۃ الخفاء'' میں لکھتے ہیں۔

اللہ فرماتا ہے کہ قرآن مجید کی توضیح ہمارے ذمہ ہے، ہم ہر زمانہ میں ایک جماعت کثیر کو قرآن مجید کی وضاحت طلب الفاظ کی تشریح اور اسباب نزول کے بیان کی توفیق دیتے رہیں گے تاکہ ان کا صحیح مصداق لوگوں کے سامنے آجائے، اس کا نمبر حفظ قرآن وتبلیغ قرآن کے بعد ہے، خود آنحضرت ﷺ قرآن مجید کی تشریح وتفسیر کرنے

والے تھے، قرآن مجید کے مصاحف میں محفوظ ومدون ہو جانے اور اس کی تلاوت کا رواج عام ہو جانے کے بعد تفسیر کی باری آئی او عملی طور پر ایسا ہی ہوا، چنانچہ حضرت ابن عباس سے یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔

''ان علینا بیانہ'' کے واضح اور مؤکدہ وعدۂ الٰہی کے بعد یہ سمجھنا کہ قرآن مجید کے ایسے کلیدی الفاظ جن کے بغیر اس کے مطالب و معانی احکام و مطالبات تک رسائی ممکن نہیں صدیوں تک مغلق و مقفل رہے، آیت کے مفہوم و مقتضا کے خلاف ہے۔ (عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح ص ۲۷، ص ۲۸، ص ۲۹)

ایسے فاسد العقیدہ امیر اور ان کے معتقدین و متبعین کو اہل حق سمجھنے والے اور ان کا بھرپور تعاون کرنے والے کی امامت کا کیا حکم ہونا چاہئے، وہ ظاہر ہے'' عیاں راچہ بیاں'' فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گنبد خضرا کی توہین کے متعلق رضا خانیوں کا غلط پروپیگنڈہ:

(سوال ۱۸) محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب مدظلہم ودامت برکاتہم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، عرض ہے کہ آج کل رضا خانی علماء نے شور مچا رکھا ہے کہ سعودی حکومت گنبد خضرا کو گرانا چاہتی ہے، اور دیوبندی حضرات بھی اس میں شریک ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ حکومت سعودیہ کی یہ اسکیم ہے یا نہیں؟ بریلوی علماء دیوبندی حضرات کو بدنام کر رہے ہیں، اور یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ان کے اور ان کے علماء کے دلوں میں روضۂ اطہر اور گنبد خضراء کی عظمت نہیں ہے گستاخ رسول ہیں اور اس سلسلہ میں ایک جلسہ کر رہے ہیں، چندہ بھی خوب ہو رہا ہے، آنجناب جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں اور واضح فرمائیں کہ حقیقت کیا ہے؟ اور روضۂ اطہر، گنبد خضراء علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کے متعلق ہمارے اکابرین کی طرف جو باتیں منسوب کی جارہی ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، گنبد خضرا کے متعلق اہل بدعت حکومت سعودیہ اور جماعت دیوبند کو بلاوجہ بدنام کرنا چاہتے ہیں اور اپنا پیٹ بھرنے کے لئے شور مچا رہے ہیں کہ گنبد خضرا کو گرانا چاہتے ہیں یہ قطعاً غلط اور صریح بہتان ہے۔ **سبحانک ھذا بھتان عظیم۔**

مسجد نبوی **علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام** کی توسیع کا توپروگرام ہے مگر اس نئی اسکیم میں گنبد خضراء کو منہدم کرنے کا پروگرام قطعاً نہیں ہے، سعودی حکومت کے مذہبی مقامات کے انتظامی امور کے سربراہ جناب سلیمان عبید نے مسجد نبوی کی توسیع کے متعلق جو بیان دیا ہے اس میں انہوں نے واضح طور پر یہ بھی بتایا ہے کہ نئے پروجیکٹ کی تکمیل کے دوران گنبد خضراء کو ہاتھ نہیں لگایا جائے گا، روزنامہ انقلاب بمبئی، سنڈے ایڈیشن میں جناب ہارون رشید علیگ نے اسلامی دنیا کے عنوان کے ماتحت جلی عنوان سے یہ بیان شائع کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

مسجد نبوی کی توسیع

ایک لاکھ ۶۵ ہزار نمازیوں کے لئے جگہ

گذشتہ دنوں سلیمان عبید نے جو سعودی عرب کے مذہبی مقامات کے انتظامی امور کے سربراہ ہیں یہ اعلان کیا ہے کہ مسجد نبوی کو مزید وسعت دی جائے گی تاکہ اس میں بیک وقت ایک لاکھ ۶۵ ہزار فرزندان توحید نماز ادا کر سکیں۔

یادر ہے کہ اس وقت یہ دنیا کی مقدس ترین مسجد ۱۶۵۰۰ مربع میٹر میں پھیلی ہوئی ہے جس میں ۲۸ ہزار مسلمان پروردگار کے حضور میں سر جھکاتے ہیں، اب نئے پروجیکٹ کے تحت مسجد نبوی ایک لاکھ مربع میٹر میں پھیل جائے گی۔

اس ضمن میں یہ بات قابل لحاظ اور اہم ہے کہ پروجیکٹ کی تکمیل کے دوران گنبد خضرا کو ہاتھ نہیں لگایا جائیگا، اگر ضرورت محسوس ہوئی تو نمازیوں کی سہولت کے لئے مسجد پر ایک منزلہ اور چڑھادیا جائے گا۔

علاوہ ازیں مسجد کے صحن کو بھی وسعت دی جائے گی، فرش سنگ مرمر کا بنایا جائے گا اور عازمین حج اور زائرین کے لئے آرام گاہیں بھی بنائیں جائیں گی۔

(روزنامہ انقلاب۔ بمبئی۔ ۲۵ نومبر ۱۹۸۴ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۴۰۵ھ یوم اتوار جلد نمبر ۴۷ شمارہ نمبر ۳۲۵)

اکابر علمائے دیوبند کے عقائد

روضۂ مطہرہ، گنبد خضراء اور مدینہ منورہ کی جو عظمت اور احترام ہمارے دلوں میں ہے وہ ہماری علماء کی کتابوں اور ان کے اعمال سے ظاہر و باہر ہے اس کے ہزارویں حصہ سے بھی یہ اہل بدعت محروم ہیں، چنانچہ علماء حرمین شریفین نے جو چھبیس ۲۶ سوالات علماء دیوبند سے کئے تھے اور ان کے جوابات محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنیؒ نے لکھے تھے اور ان جوابات پر اکابر علمائے دیوبند کی تصدیقات ہیں، وہ سوالات اور جوابات مع تصدیقات بنام ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' معروف بمہند علی المفند شائع ہو چکے ہیں، ان میں سوال نمبر ۱ و نمبر ۲ کا جو جواب ہے اس میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔

وھو مع الزیادۃ موجود فی البقعۃ الشریفۃ فان البقعۃ الشریفۃ والرحبۃ المنیفۃ التی ضم اعضائہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل مطلقاً حتی من الکعبۃ ومن العرش والکرسی کما صرح بہ فقھائنا رضی اللہ عنھم.

یعنی:۔ اور یہ فضیلت زیادتی کے ساتھ بقعۂ شریفہ میں موجود ہے اس لئے کہ وہ حصہ زمین جو جناب رسول اللہ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہیں علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے چنانچہ ہمارے فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(التصدیقات لدفع التلبیسات ص ٦)

رئیس المحدثین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ زبدۃ المناسک میں تحریر فرماتے ہیں۔

''جب مدینہ منورہ کا عزم ہو تو بہتر یہ ہے کہ روضہ اطہر صلی اللہ علی صاحبہا وسلم کی زیارت کی نیت کر کے جائے، تا کہ یہ اس حدیث میں داخل ہو جائے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ جو کوئی صرف میری زیارت کو آئے اس کی شفاعت کا مجھ پر حق ہو گیا۔

مدینہ منورہ روانگی کے آداب:

جس وقت مدینہ منورہ روانہ ہو تو راستہ میں کثرت کے ساتھ درود شریف کا وِرد رکھے جب وہ وہاں ایسی جگہ پہنچے کہ وہاں سے مدینہ کے درخت نظر آنے لگیں تو اور زیادہ درود کی کثرت کرے اور جب عمارت نظر آنے لگے تو درود پڑھ کر کہے۔

اللھم ھذا حرم نبیک فاجعله وقایة لی من النار واماناً من العذاب وسوء الحساب.

اے اللہ یہ تیرے نبی ﷺ کا حرم ہے لہذا تو اس کو میرے لئے جہنم سے پناہ بنا دے اور عذاب اور برے حساب سے امن دامان بنا دے۔

مدینہ میں داخلے کے آداب:

مستحب یہ ہے کہ غسل کرے ورنہ کم از کم وضو اور کپڑے پاک وصاف اور عمدہ (حسب حیثیت) لباس زیب تن کرے نئے کپڑے ہوں تو اور اچھا ہے، پھر خوشبو لگائے اور پیادہ پاؤں ہو جائے اور خشوع وخضوع اور تواضع جس قدر کر سکتا ہے کرے کوئی کوتاہی نہ ہونے دے، اور عظمت کا دھیان کرتے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا روانہ ہو اور مدینہ میں داخل ہوتا ہوا پڑھے۔

رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً اللھم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارة رسولک صلی الله علیه وسلم مارزقت اولیاءک واھل طاعتک واغفرلی وارحمنی یا خیر مسئول.

اے اللہ مجھے خوبی کے ساتھ داخل فرما اور خوبی کے ساتھ نکالنا، اور تو میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ دے جس کے ساتھ مدد ہو اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور اپنے رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب فرما ایسی زیارت جو تو نے اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں کو عطا کی اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر رحم و کرم فرما، اے بہترین درخواست سننے والے۔

حرمت مدینہ:

مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد پورے ادب اور حضور قلب کے ساتھ دعاء درود شریف پڑھتا رہے، مدینہ منورہ کی بہت سی جگہوں میں آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک پڑھے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ مدینہ منورہ میں

سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے فرماتے تھے کہ شرم آتی ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے اس سرزمین کو پامال کروں جس پر آنحضرت ﷺ چلے پھرے ہیں۔

مسجد نبوی میں داخلہ:

جب مسجد نبوی میں داخل ہونے لگے تو پہلے دایاں پیر داخل کرے اور دعا پڑھے جو داخلہ کے وقت پڑھی جاتی ہے اور درود شریف بھی اور باب جبرائیل سے داخل ہونا بہتر ہے، پھر ریاض الجنہ میں جو قبر شریف اور منبر کے درمیان کی جگہ کا نام ہے اور جسے جنت کا حصہ کہا گیا ہے تحیۃ المسجد پڑھے اس طرح کہ منبر داہنے مونڈھے کی سیدھ میں ہو اور وہ ستون جس کے نیچے صندوق ہے سامنے رہے اس لئے کہ یہ آنحضرت ﷺ کا موقف ہے تحیۃ المسجد کے بعد سجدۂ شکر کرے کہ حق تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی اور جو دعائیں کرنی چاہے خوب جی کھول کر کرے۔

روضۂ اطہر پر حاضری:

پھر روضہ اطہر ﷺ کے پاس حاضر ہو اور سرہانے کی دیوار کے کونے میں جو ستون ہے اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کر کے کچھ بائیں طرف کو مائل ہو جائے تا کہ چہرۂ انور سے مواجہ خوب اچھی طرح ہو سکے اور پورے ادب اور خشوع کے ساتھ کھڑا ہو زیادہ قریب نہ ہو اور نہ دیوار کو ہاتھ لگائے کہ یہ ادب وہیبت کی جگہ ہے اور پھر رحمت عالم ﷺ کو اپنی لحد میں قبلہ رو لیٹا ہوا تصور کر کے کہے۔

السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ من خلق اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا سید ولد آدم السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' یا رسول اللہ انی اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ . واشھد انک عبدہ' ورسولہ' اشھد انک بلغت الرسالۃ وادیت الا مانۃ ونصحت الا مۃ وکشفت الغمۃ فجزاک اللہ عنا افضل ما جازی نبیاً عن امتہ الھم اعط لسیدنا عبدک ورسولک محمد الوسلیۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد وانزلہ المنزل المقرب عندک انک سبحنک ذوالفضل العظیم.

اے اللہ کے رسول آپ پر سلامتی ہو اے اللہ کی مخلوق کے بہترین فرد آپ پر سلامتی ہو، اے مخلوق خدا میں سب سے برگزیدہ آپ پر سلامتی ہو، اے اللہ کے محبوب آپ پر سلامتی ہو اے اولاد آدم کے سردار آپ پر سلامتی ہو اے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں اے اللہ کے رسول میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کا کوئی شریک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے پیغام خداوندی پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی، اور امت کی خیر خواہی فرمائی اور مصائب دور فرمائے پس اللہ آپ کو اس بدلہ سے افضل بدلہ عطا فرمائے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا ہوا ہے، اے اللہ اپنے بندے اور اپنے رسول اور ہمارے سردار محمد ﷺ کو وسیلہ فضیلہ اور بلند درجہ عطا فرما اور مقام محمود میں ان کو اٹھا جس کا تو نے وعدہ کیا ہے بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا اور ان کو اتار مقرب منزل میں اپنے پاس بے شک تو پاک ہے، بڑے

فضل والا ہے۔

توسل رسول خدا ﷺ:

پھر آنحضرت ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے اپنی شفاعت چاہے اور کہے۔ اے اللہ کے رسول میں آپ سے سفارش کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں اس بات کے لئے کہ میں آپ کی ملت اور آپ کی سنت پر مسلمان ہونے کی حالت میں جان دوں۔

اور ان الفاظ میں اور جتنا چاہے زیادہ کرسکتا ہے مگر وہ سب کلمات ادب اور عاجزی کے ہوں، لیکن سلف فرماتے ہیں کہ اس موقعہ سے الفاظ جتنے کم ہوں مستحسن ہے اور بہت تیز آواز سے نہ بولے بلکہ آہستہ آہستہ خضوع و ادب کے ساتھ عرض کرے۔ (زبدۃ المناسک ص ۱۱۳ تا ص ۱۱۷)

حضرت گنگوھی قدس سرہ' کا مندرجہ بالا مضمون غور سے پڑھئے، لفظ لفظ سے عشق نبوی جھلک رہا ہے اور مدینہ منورہ کا احترام روضہ اقدس ﷺ صاحبہا وسلم کی عظمت حتی کہ مدینہ منورہ کے درخت اور عمارتوں کا احترام لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے پھر بھی اعتراض ہے کہ دیوبندی گستاخ رسول ہیں۔ معاذ اللہ!

پھر بھی ہم سے یہ گلہ کہ وفادار نہیں

مزید ملاحظہ ہو۔ زبدۃ المناسک مصنفہ مولانا الحاج شیر محمد شاہ صاحب جو حضرت گنگوہی کی زبدۃ المناسک کی گویا شرح ہے، ملاحظہ ہو اس میں مسئلہ ہے۔

مسئلہ:۔ حجرۂ شریف کی طرف بہت نظر کرنا چاہئے، قربت کی نیت سے کیونکہ حضرت ﷺ کے حجرۂ مطہرہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے، پس مسجد شریف میں ہو یا اور کہیں باہر جہاں سے قبۂ خضریٰ پر نظر پڑے تو اس کی ہیبت وادب اور دل کے حضور سے دیکھنا چاہئے بلکہ ٹھہر کر صلاۃ وسلام کہے (حیات) (زبدۃ المناسک ج ۲ ص ۱۷۹)

معلم الحجاج (مؤلفہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب سابق مفتی اعظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) میں ہے۔

مسئلہ:۔ جب قبہ خضراء پر نظر پڑے تو کمال عظمت اور اس کے مجد وشرف کا استحضار کرے کیونکہ یہ بزرگ ترین مقام ہے۔ (معلم الحجاج ص ۲۴۵)

مسئلہ:۔ روضۂ شریفہ کی طرف دیکھنا ثواب ہے اور اگر مسجد کے باہر ہو تو قبہ کو دیکھنا بھی ثواب ہے۔ (معلم الحجاج ص ۳۵۱ و ص ۳۵۲)

مسئلہ:۔ جب کبھی روضہ کے برابر سے گذرے حسب موقع تھوڑا بہت ٹھہر کر سلام پڑھے اگر چہ مسجد سے باہر ہی ہو۔ (معلم الحجاج ص ۳۵۱)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے فضائل حج میں ایک فصل آداب زیارت کے عنوان سے تحریر فرمائی ہے اس میں زیارت کے اکسٹھ آداب تحریر فرمائے ہیں اس میں ادب نمبر ۱۴ میں ہے۔

ادب نمبر ۱۴:

جب قبہ خضراء پر نظر پڑے تو عظمت وہیبت اور حضور ﷺ کی علوشان کا استحضار کرے اور یہ سوچے کہ اس

پاک قبہ میں وہ ذات اقدس ہے جو ساری مخلوقات سے افضل ہے، انبیاء کی سردار ہے فرشتوں سے افضل ہے، قبر شریف کی جگہ ساری جگہوں سے افضل ہے جو حصہ حضور ﷺ کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبہ سے افضل ہے عرش سے افضل ہے کرسی سے افضل ہے حتی کہ آسمان وزمین کی ہر جگہ سے افضل ہے (لباب)

(فضائل حج ص ۱۰۸۔ص ۱۰۹)

ادب نمبر ۱۵:

میں ہے مسجد شریف میں رہتے ہوئے حجرۂ شریفہ کی طرف اور مسجد سے جب باہر ہو تو قبہ شریف جہاں سے نظر آتا ہو بار بار اس کو دیکھنا اس پر نظر جمائے رکھنا بھی افضل ہے، اور انشاء اللہ موجب ثواب ہے (شرح لباب وشرح مناسک نووی) نہایت ذوق وشوق کے ساتھ چپ چاپ والہانہ نظر جمائے رکھے۔

سکوت عشق و ترجیح ہے اظہار الفت پر
مری آہیں رسا نکلیں یہ نالے بے اثر نکلے

(فضائل حج ص ۱۲۰)

ادب نمبر ۴۸:

میں ہے بلاضرورت شدیدہ قبر شریف کی طرف پشت نہ کرے نہ نماز میں نہ بغیر نماز کے (شرح لباب) بلکہ نماز میں ایسی جگہ کھڑا ہونے کی سعی کرے کہ نہ اس جانب منہ ہو نہ پشت اور بلا نماز تو اس طرف پشت کرنے کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی۔ (فضائل حج ص ۱۲۰)

ادب نمبر ۵۰:

میں ہے اس کا لحاظ رکھے کہ جب قبر شریف کے مقابل سے گذرنا ہو تو کھڑے ہو کر سلام کر کے آگے بڑھے حتیٰ کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر مسجد سے باہر بھی قبر شریف کے مقابل سے گذرے تو کھڑے ہو کر سلام کر کے آگے بڑھے، حضرت ابو حازمؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آئے اور یہ کہا کہ میں نے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو حازم سے کہہ دینا کہ تم میرے پاس سے اعراض کرتے ہوئے گذر جاتے ہو، کھڑے ہو کر سلام بھی نہیں کرتے، اس کے بعد سے ابو حازم کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب ادھر سے گذرتے تو کھڑے ہو کر سلام کر کے آگے بڑھتے، (شرح لباب) (فضائل حج ص ۱۲۰)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ بانی دار العلوم دیوبند کے سفر حج کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے، اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ حضرت قدس سرہ کا قلب عشق نبوی اور احترام مدینہ منورہ روضۂ اطہر سے کس قدر لبریز تھا۔

''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند جب حج کے لئے گئے ہیں تو مدینہ منورہ کے قریب ایک منزل آتی ہے جس کو بیر علی کہتے ہیں ذرا سی پہاڑی ہے اس پر جب اونٹ یا کاریں چڑھتی ہیں تو ایک دم حرم

شریف کے منارے نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ وہاں سے مدینہ منورہ تین چار میل کے فاصلہ پر ہے، یہ حضرات جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور سارے بزرگ جب بیر علی پر پہنچے اور حرم کے منارے نظر پڑے تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بے تاب ہو کر ایک دم اونٹ سے کودے اور ننگے پیر چل پڑے تھے، اور کچھ عاشقانہ اشعار زبان پر تھے جیسے معلوم ہو کہ اپنے ہوش میں نہیں، حالانکہ وہاں کی کنکریاں ایسی ہیں کہ جب وہ چھبتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چھریاں چبھ رہی ہوں...... الی قولہ...... چار پانچ میل اسی طرح ننگے پاؤں چلے پیر لہولہان ہو گئے مگر انہیں کچھ ہوش نہیں تھا۔

(خطبات حکیم الاسلام ص ۸۸ ج ۲ ص ۸۹ وعظ رحمۃ للعلمین ﷺ)

حضرت اقدس مولانا نانوتوی قدس سرہ کا ایک مشہور قصیدہ بہاریہ ہے جو بہت طویل ہے موقع کی مناسبت سے اس میں سے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں، جس سے حضرت قدس سرہ کی والہانہ محبت اور عشق نبوی کا اندازہ ہوتا ہے۔

خوش نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے
تو جس قدر ہے بھلا میں برا اسی مقدار
یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
گناہ کیا ہیں اگر کچھ گناہ کئے میں نے
تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا ترے سوا غم خوار
تو بہترین خلائق میں بدترین جہاں
تو سرور دو جہاں میں کمینہ خدمت گار
بہت دنوں سے تمنا ہے کیجئے عرض حال
اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار
مگر جہاں ہو فلک آستان سے بھی نیچا
وہاں ہو قاسم بے بال و پر کا کیونکر گذار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی
کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار
رجا وخوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو موروما ر
اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
دلے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا
کہ جائے کوچہ ٔ اطہر میں تیرے بن کے غبار
غرض نہیں مجھے اس سے بھی کچھ رہی لیکن
خدا کی اور تیری الفت سے میرا سینہ فگار
تمہارے عشق میں رورو کے ہوں نحیف اتنا
کہ آنکھیں چشمۂ آبی سے ہوں درون غبار
بس اب درود پڑھ اس پر اور اس کی آل پہ تو
جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اس کی عشرت مآب
الٰہی اس پر اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار

(بحوالہ الشہاب الثاقب ۔اور فضائل درود)

فقط واللہ اعلم بالصواب وصلی اللہ علی النبی الامی وعلی الہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم تسلیماً کثیراً۔ ۱۳ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ۔

کوئی شخص حضور ﷺ کو نو مسلم لکھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۹) مکرمنا المحترم حضرت مفتی صاحب مدظلہم العالی، بعد سلام مسنون۔

یہاں ایک اخبار کے ایڈیٹر نے حضور پاک ﷺ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ (معاذ اللہ) نو مسلم تھے۔ جس پریس میں یہ اخبار چھپتا ہے اس کا مالک بھی مسلمان ہے، جس شخص نے حضور ﷺ کے متعلق یہ مضمون لکھا اور جس نے اسے چھاپا ان کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) ھو الموفق للصواب. آقائے نامدار خاتم الانبیاء ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ کہ آپ (معاذ اللہ) نو مسلم تھے، اور آپ کی چالیس سالہ زندگی (معاذ اللہ) کافرانہ اور مشرکانہ عقائد واعمال کے مطابق تھی چالیس سال بعد اس میں تبدیلی آئی یہ اسلام عقیدہ نہیں ہوسکتا بلکہ نصاریٰ اور دشمنان اسلام کا نظریہ ہے لہذا جو شخص یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ (معاذ اللہ) نو مسلم تھے اور اخبار کے ذریعہ اپنے اس فاسد عقیدہ کی اشاعت کرے وہ اسلامی عقائد اور تعلیمات کا مخالف اور نصاریٰ کی اندھی تقلید کررہا ہے اور ضلوا واضلوا (خود بھی

گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا) کا مصداق ہے ، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور زجراً واحتیاطاً تجدید ایمان وتجدید نکاح کا بھی حکم دیا جائے گا۔ وفی شرح الوھبانیة ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالا ستغفار والتوبة وتجدید النکاح (درمختار) شامی میں ھے .(قولہ والتوبة) ای تجدید الا سلام (قولہ وتجدید النکاح) ای احتیاطاً(وقولہ احتیاطاً) ای یا مرہ المفتی بالتجدید لیکون وطؤہ حلالا باتفاق الخ (درمختار مع الشامی ج۳ ص ۴۱۴ باب المرتد)

حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنا معمولی گناہ نہیں ہے ایسے فاسق العقیدہ اور گندہ ذہنیت والے شخص کو اخبار کا ایڈیٹر بنانا جائز نہیں ہے ، ورنہ وہ اسی قسم کے غلط مضامین شائع کر کے لوگوں کو گمراہ کرے گا اور جن لوگوں نے اسے چھاپا ہے (گو ان کے علم میں یہ بات تھی تو وہ بھی گنہگار ہوں گے ان پر بھی توبہ لازم ہے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی نور کے فیض سے نور محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا۔ (نشر الطیب ص ۵ مصنفہ حضرت تھانوی)

نیز حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آقائے نامدار ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! آپ کو نبوت سے کب سرفراز کیا گیا فرمایا اس وقت سے مجھے نبی بنادیا گیا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور بدن کے مابین تھے یعنی ابھی صرف حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا تھا روح نہیں ڈالی گئی تھی۔

عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قالوا یارسول اللہ متی وجبت لک النبوة قال وآدم بین الروح والجسد رواہ الترمذی (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۱ ابواب المناقب

(مشکوٰة شریف ص ۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامة علیہ)

(مظاھر حق ج ۴ ص ۵۰۷)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سب سے پہلے صفت نبوت سے سرفراز فرمادیئے گئے تھے گو کہ نبوت کا ظہور آپ کی عمر مبارک چالیس سال ہونے پر ہوا (جس طرح سرکاری عہدہ دار کا انتخاب پہلے ہوجاتا ہے مگر باقاعدہ چارج بعد میں دیا جاتا ہے)

شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا آدم اس وقت روح اور جسد کے درمیان تھے جب کہ مجھ سے میثاق (نبوت کا) لیا گیا (کما قال تعالیٰ واذا خذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح الآیة) (نشر الطیب ص ۶ فصل نور محمد کے بیان میں)

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ آپ کے لئے نبوت کا ثبوت سب سے پہلے ہو چکا تھا اور اس کا ظہور آپ کی پیدائش کے بعد چالیس سال کی عمر میں ہوا۔

جب حضور پاک ﷺ کی عمر مبارک بارہ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ اپنے چچا ابوطالب اور مشائخ قریش کے ساتھ بغرض تجارت شام کی طرف گئے ، راستہ میں ایک جگہ شہر بصریٰ کے قریب پڑاؤ ڈالا وہاں ایک راہب رہتا تھا (جو بحیرا راہب کے نام سے مشہور تھا) اس

سے پہلے بھی بار ہا مکہ والوں کا وہاں گذر ہوتا تھا مگر وہ کبھی ملتفت نہ ہوتا تھا، اس مرتبہ قریش کا کاروان تجارت جب وہاں جا کر اترا تو راہب خلاف معمول اپنے صومعہ سے نکل کر ان کے پاس آیا، اور متجسسانہ نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا، یہاں تک کہ حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ کہا **هذا سيد العلمين هذا رسول رب العلمين يبعثه الله رحمة للعلمين** یہی ہے سردار جہانوں کا یہی ہے رسول پروردگار عالم کا، جس کو اللہ جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا، سرداران قریش نے اس راہب سے کہا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا راہب نے کہا جس وقت آپ لوگ گھاٹی سے نکلے تو کوئی شجر وحجر ایسا باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو اور شجر وحجر نبی ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور علاوہ ازیں میں آپ کو مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو سیب کے مشابہ آپ کے شانہ کے نیچے واقع ہے، راہب یہ کہہ کر واپس ہو گیا اور فقط ایک آپ کی وجہ سے تمام قافلہ کے لئے کھانا تیار کرایا کھانے کے لئے سب حاضر ہوئے تو آپ موجود نہ تھے، راہب نے دریافت کیا کہ آپ کہاں گئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ اونٹ چرانے گئے ہوئے ہیں، آدمی بھیج کر آپ کو بلوایا جس وقت آپ تشریف لائے تو ایک ابر آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا، جب آپ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لوگ آپ سے پہلے درخت کے سایہ میں جگہ لے چکے ہیں، اب کوئی جگہ سایہ کی باقی نہ رہی آپ ایک جانب کو بیٹھ گئے، بیٹھتے ہی درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا درخت کے سایہ کو دیکھو کہ کس طرح آپ کی طرف مائل ہے۔ راہب نے پھر قریش کے قافلہ کو قسم دے کر یہ دریافت کیا کہ تم میں ان کا ولی کون ہے لوگوں نے ابو طالب کی طرف اشارہ کیا راہب نے ابو طالب سے کہا کہ آپ ان کو ضرور واپس بھیجدیں، ابو طالب نے آپ کو ابو بکر اور بلال کے ہمراہ مکہ واپس بھیج دیا، راہب نے ناشتہ کے لئے روٹی اور زیتون کا تیل ساتھ کر دیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۲ باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی ﷺ)

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۰ باب فی المعجزات۔ الفصل الثانی)

اسی طرح جب آپ ﷺ نے ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ کا تجارتی سامان لے کر شام کا دوسرا سفر کیا اور بصریٰ پہنچے اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے، وہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا آپ کو دیکھ کر وہ آپ کے پاس آیا اور علامات دیکھ کر کہا **هو وهو نبي وهو آخر الانبياء** یہ وہی نبی ہیں یہ آخری نبی ہیں۔

ان دو واقعات اور ان کے علاوہ دیگر واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت علامات نبوت سے متصف تھے انہیں علامتوں کو دیکھ کر ان دونوں راہبوں نے ان کے نبی ہونے کی پیشین گوئی کی، جب آپ ﷺ کا علامات نبوت سے متصف ہونا ثابت ہوا تو یہ تسلیم کرنا ہی ہوگا کہ آپ پہلے ہی سے صفت نبوت سے متصف تھے اور آپ کے لئے نبوت ثابت اور متحقق تھی (گو اس کا ظہور چالیس سال کی عمر میں ہوا)

حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد ﷺ کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت کر دیجئے سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا، عرض کیا کہ اے رب میں نے اس طرح پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا **لا اله الا الله محمد رسول الله** سو میں نے معلوم کر لیا

کہ آپ نے اپنے نام مبارک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے پیارا ہوگا حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم سچے ہو، واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے پیارا ہوگا اور جب تم نے مجھ سے ان سے واسطہ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کردی اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا (نشر الطیب ص ۱۰ ۹ فصل نمبر ۲)

اگر آپ ﷺ نو مسلم تھے اور اس سے پہلے آپ (معاذ اللہ) ایمان کے ساتھ متصف نہ تھے تو خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس نام کے ساتھ عرش کے پایوں پر آپ کا نام مبارک کیوں تحریر فرمایا؟

خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اس وقت سے صفت نبوت کے ساتھ متصف تھے جب کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن مبارک میں جان بھی نہیں پڑی تھی، نبوت اور کفر آپس میں ضد ہیں یہ دونوں ایک ذات میں جمع نہیں ہوسکتیں، لہذا جو نبی ہوگا وہ کسی حال میں کفر کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا، اور جو کافر ہوگا وہ کسی حال میں نبی نہیں ہوسکتا، جب یہ ثابت شدہ ہے کہ حضور ﷺ پہلے ہی سے صفت نبوت کے ساتھ متصف ہیں تو آپ نو مسلم کس طرح ہوں گے؟ نیز حضور پاک ﷺ بالذات وصف نبوۃ کے ساتھ متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالعرض متصف ہیں، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت آپ ﷺ کی نبوت کا فیض ہے، لیکن حضور ﷺ کی نبوت کسی اور کے فیض سے نہیں ہے، جس طرح آپ ﷺ اس امت کے نبی ہیں اسی طرح آپ نبی الانبیاء بھی ہیں، قرآنی آیت ہے **واذا اخذ اللہ میثاق النبیین**...... اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا تو کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے غیر نبی اور غیر مسلم پر ایمان لانے اور ان کی اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا؟

بدیں عقل و دانش بباید گریست

(فقط واللہ اعلم بالصواب)۔

فاسق کس کو کہتے ہیں اور شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟
گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی مختصر فہرست:

(سوال ۲۰) فاسق کی کیا تعریف ہے؟ اور شریعت میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کن گناہوں کے مرتکب کو فاسق کہیں گے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو ایسا شخص فاسق ہے، اور فاسق مردود الشہادت ہوتا ہے یعنی اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی، گناہ کبیرہ وصغیرہ کی فہرست کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ایک رسالہ مسمیٰ بہ ''گناہ بےلذت'' ہے، اس میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں سے بعض گناہ کبیرہ یہ ہیں، نماز چھوڑنا، نماز کو اپنے وقت سے مقدم یا مؤخر کرنا، زکوٰۃ نہ دینا، چوری کرنا، لوگوں کو گانے سنانا لوگوں کے سامنے ستر کھولنا (جیسے آج کل دریا کنارے سوئمنگ پول اور فٹبال وغیرہ کھیلوں میں عموماً ہوتا ہے)، از راہ تکبر لنگی یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا غیبت کرنا، چغل خوری کرنا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی قسم کھانا، کسی کا

مال غصب کرنا، سود کھانا، رشوت لینا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، یتیم کا مال ناحق کھانا، قطع رحمی کرنا، کسی صحابی کو برا کہنا (جیسے روافض اور خوارج فرق ضالہ کا طریقہ ہے اور جس پر آج کی مودودی جماعت گامزن ہے) علماء اور حفاظ قرآن کو برا کہنا ان کو بدنام کرنے کے درپے ہونا، باوجود قدرت کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑنا، جوا کھیلنا (جس کا ایک نیا طریقہ آج کل لاٹری ہے) معاصی پر کسی کی اعانت کرنا یا گناہ پر آمادہ کرنا، عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا، کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا، دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا، شراب پینا، لوگوں کے نسب پر طعنے دینا، گانے بجانے کے ساتھ رقص کرنا وغیرہ وغیرہ۔

گناہ صغیرہ پر اصرار یعنی بار بار کرنے سے وہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے، گناہ صغیرہ میں سے بعض یہ ہیں۔ غیر محرم عورت کو بقصد دیکھنا، کسی مسلمان کی ہجو کرنا، اگرچہ اشارہ کنایہ سے ہو اور بات سچی ہو، کسی فاسق کے پاس اٹھنا بیٹھنا، مسجد میں نجاست داخل کرنا، کھانے پینے کی ضروری اشیاء اناج وغیرہ کو گرانی کے انتظار میں روکے رکھنا، جمعہ کی اذان کے بعد بیع و شراء کرنا، شوقیہ کتا پالنا (آج کل۔ وباء عام ہو رہی ہے) شراب کو اپنے گھر رکھنا، کھڑے کھڑے پیشاب کرنا نماز میں دائیں بائیں یا آسمان کی طرف دیکھنا زکوٰۃ ردی مال سے ادا کرنا، زوجہ کو ایک سے زیادہ طلاق دینا، بحالت حیض طلاق دینا، اپنی اولاد کو چیز دینے میں برابری نہ کرنا (ہاں کسی لڑکے لڑکی میں علم و صلاحیت زیادہ ہونے کے سبب اسکو کچھ زیادہ دے دے تو مضائقہ نہیں۔) دانتوں کو سونے کے تار سے باندھنا، اذان سننے کے بعد گھر میں بیٹھ کر اقامت کا انتظار کرنا، محض ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا۔ مسلمان سے بدگمانی کرنا، گانا سننا، جو لوگ کسی شخص کی امامت سے ناراض ہوں ان کی امامت کرنا، اگر ان کی ناراضگی بے وجہ ہو راستہ میں نجاست ڈالنا وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کیا نسل انسانی کی ابتداء بندر سے ہے؟ قرآن وحدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے:

(سوال ۱۲۱) حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے متعلق چند افراد کا یہ خیال ہے کہ آپ (معاذ اللہ) بندر کے پیٹ سے پیدا ہوئے اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کر کے دنیا میں بھیجا ہے، اس حقیقت کا وہ لوگ انکار کرتے، شریعت میں انکار کرنے والوں کے لئے اور ایسے ناپاک خیال رکھنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (از سنگاپور)

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً۔

ابوالبشر حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق مٹی سے کی گئی ہے، قرآن مجید میں جا بجا اس حقیت کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون O

ترجمہ:

اور بلاشبہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو خمیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے۔ (قرآن مجید پارہ نمبر ۱۴ سورۂ حجر قصص القرآن ص ۲۰ ج ۱) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا اذ قال ربک للملئکۃ انی خالق بشرا

من طین O

ترجمہ:

اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔ (قرآن مجید پارہ ۲۳، سورہ ص)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو اس نے کہا میں ان سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور ان کو مٹی سے۔ قرآن مجید میں ہے۔

اذ قال ربک للمئلکة انی خالق بشراً من طین Oفاذا سویته' ونفخت فیه من روحی فقعوا له' سجدین O فسجد الملئکة کلهم اجمعون O الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین O قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ام کنت من العالین O قال انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته' من طین O

(قرآن مجید پارہ نمبر ۲۳ سورۂ ص)

جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں گارے سے ایک انسان (یعنی اس کے پتلے کو) بنانے والا ہوں، سو میں جب اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں (اپنی طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا سو (جب اللہ نے اس کو بنالیا) تو سارے کی سارے فرشتوں نے (آدم کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا، حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں بنایا اس کو سجدہ کرنے سے کون سی چیز مانع ہوئی، کیا تو غرور میں آ گیا (اور واقع میں بڑا نہیں) یا یہ کہ تو (واقع میں ایسے بڑے) درجہ والوں میں ہے، کہنے لگا کہ (شق ثانی واقع ہے یعنی) میں آدم سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے، اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس کے بعد اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا، اور بعد میں حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت حواء رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، اور انہی دونوں سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی حضرت حواء کی پیدائش کے متعلق قرآن مجید میں ہے وخلق منها زوجها اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا، اور اس کے بعد ارشاد فرمایا وبث منهما رجالاً کثیراً ونساءً اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ (قرآن مجید پ ۴ ع ۱۱، سورہ نساء)

بخاری شریف میں ہے استوصوا بالنساء خیراً فان المرأة خلقت من ضلع الخ عورتوں کے ساتھ نرمی اور خیر خواہی سے پیش آؤ اس لئے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔

(بخاری شریف ص ۴۶۹ ج ا کتاب الانبیاء باب خلق آدم وذریتہ)

مزید تفصیل کے لئے قصص القرآن جلد اول ص ۱۷ تا ص ۵۲ ملاحظہ فرمائیں، بہر حال مذکورہ آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے مٹی سے پیدا فرمایا اور نسل انسانی کی

ابتداء حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام سے ہوئی، سوال میں جو بات ذکر کی گئی ہے یہ قرآن وحدیث کے قطعاً خلاف ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا فرمایا، قرآن مجید میں ہے **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** O ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے (قرآن مجید پارہ نمبر ۳۰ سورہ والتین) مزید تفصیل کا نہ موقعہ ہے نہ ضرورت۔

لہٰذا مذکورہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، یہ ملحدانہ عقیدہ ہے یہ ڈارون کی تھیوری ہے اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس لئے اگر کوئی (معاذ اللہ) اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہو تو اسے فوراً اپنے عقیدہ سے توبہ کرنا چاہئے اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہئے، شامی میں ہے۔ **نعم سیذ کرا لشارح ان مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف یؤمر بالا ستغفار والتوبة وتجدید النکاح.**

(شامی ص ۳۹۹ ج ۳ باب المرتد) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

(سوال ۲۲) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ نظریہ کہ وہ وفات پا چکے ہیں اس بارے میں اہل سنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا مفصل و مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ (از سنگاپور)

(الجواب) حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا ہے اور آپ زندہ ہیں، قیامت کے قریب دنیا میں تشریف لائیں گے، دجال کو قتل کریں گے اور اس کے بعد آپ کی وفات ہوگی، یہ عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، لہٰذا جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے اور آپ کی وفات کا قائل ہو وہ قرآن وحدیث اور اجماع کا منکر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے، یہ اجماعی مسئلہ ہے اجتہادی چیز نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے۔

وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً O بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً O

اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے (ہم نے) قتل کر دیا، حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا، اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیالی میں ہیں ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں، بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑے حکمت والے ہیں۔

اس آیت مبارکہ سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے ان کو (معاذ اللہ) قتل کر دیا بالکل غلط ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا ہے اور آپ زندہ ہیں۔

روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے: **وھو حیی فی السماء الثانیة علی ما صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث المعراج وھو ھنا لک مقیم حتی ینزل الی الارض یقتل الدجال ویملؤھا عدلاً کما ملئت جوراً الخ** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسرے آسمان پر زندہ ہیں جیسا کہ یہ بات حدیث معراج میں صحیح طور پر مروی ہے، اور آپ آسمان پر مقیم ہیں، یہاں تک کہ آپ دنیا میں تشریف لائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ آپ کی آمد سے قبل دنیا ظلم وستم سے بھری پڑی تھی۔ (روح المعانی ص۱۲ ج۶)

حدیث میں ہے **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لینزلن ابن مریم حکماً عادلاً فلیکسرن الصلیب الخ** رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم حضرت ابن مریم (یعنی عیسیٰ) علیہ الصلوٰۃ والسلام یقیناً (قیامت کے قریب دنیا میں) نازل ہوں گے (اور آپ) حاکم عادل ہوں گے، پس آپ صلیب کو توڑیں گے الخ (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۹ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

مظاہر حق میں ہے:۔

فائدہ:

بالتحقیق ثابت ہوا ہے صحیح حدیثوں سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتریں گے آسمان سے زمین پر اور دین محمد ﷺ کے تابع ہوں گے اور حکم کریں گے آنحضرت ﷺ کی شریعت پر الخ (مظاہر حق بتغیر یسیر ص۳۲۷ ج۴ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے بیان القرآن میں اس پر علمی بحث فرمائی ہے جو قابل مطالعہ ہے، اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

تنبیہ ضروری:

تقریر تفسیر سے بعض ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو آج کل دعویٰ بلا دلیل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور آپ مدفون ہو گئے اور پھر قیامت کے قریب تشریف نہ لاویں گے اور اس پر جو احادیث عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے متعلق آئی ہیں، ان میں تحریف کی ہے کہ مراد اس سے مثیل عیسیٰ ہے، اور پھر اس مثیل کا مصداق اپنے کو قرار دیا ہے (الی قولہ) اور دوسری دلائل سے رفع وحیات ثابت ہے، پس اس کا قائل ہونا واجب ہے، رفع تو آیت رفعہ اللہ سے جو اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے نص ہے رفع مع الجسد میں اور بلا تعذر معنی حقیقی کے مجازی لینا ممتنع ہے اور دلیل تعذر مفقود ہے اور حیات احادیث واجماع سے ثابت ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے **ان عیسی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمة** اور دہ **السیوطی فی الدر المنثور واخرج ابن کثیر من آل عمران وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبدالرحمن حدثنا عبداللہ بن جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن لِفذکر اثراً عنہ ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود: ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمة (الی قولہ)** اور اجماع نہایت

ظاہر ہے کہ کسی مستند عالم سے سلفاً وخلفاً اس کے خلاف منقول نہیں الخ۔

(بیان القرآن ص ۲۵ و ص ۲۶ جلد دوم پارہ نمبر ۳ رکوع ۱۳ سورہ آل عمران)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنی مشہور تفسیر "معارف القرآن" میں تحریر فرماتے ہیں۔

مسئلہ حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام

دنیا میں صرف یہودیوں کا یہ کہنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب ہوکر دفن ہوگئے اور پھر زندہ نہیں ہوں گے اور ان کے اس خیال کی حقیقت قرآن کریم نے سورۂ نساء کی آیت میں واضح کردی اور اس آیت میں بھی ومکروا ومکر اللہ میں اس طرف اشارہ کردیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کے کید اور تدبیر کو خود انہی کی طرف لوٹا دیا کہ جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے مکان کے اندر گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک شخص کی شکل وصورت تبدیل کرکے بالکل عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں ڈھال دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا، آیت کے الفاظ یہ ہیں وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم نہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا، لیکن تدبیر حق نے ان کو شبہ میں ڈال دیا (کہ اپنے ہی آدمی کو قتل کرکے خوش ہولئے) اس کی مزید تفصیل سورۂ نساء میں آئے گی نصاری کا کہنا یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب تو ہوگئے مگر پھر دوبارہ زندہ کرکے آسمان پر اٹھالئے گئے، مذکورہ آیت نے ان کے اس غلط خیال کی بھی تردید کردی اور بتلادیا کہ جیسے یہودی اپنے ہی آدمی کو قتل کرکے خوشیاں منارہے تھے اس سے یہ دھوکا عیسائیوں کو بھی لگ گیا کہ قتل ہونے والے عیسیٰ علیہ السلام ہیں اس لئے شبہ لھم کے مصداق یہود کی طرح نصاری بھی ہوگئے۔

ان دونوں گروہوں کے بالمقابل اسلام کا وہ عقیدہ ہے جو اس آیت اور دوسری کئی آیتوں میں وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لئے آسمان پر زندہ اٹھالیا، نہ ان کو قتل کیا جاسکا نہ سولی پر چڑھایا وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوکر یہودیوں پر فتح پائیں گے اور آخر میں طبعی موت سے وفات پائیں گے۔

اسی عقیدہ پر تمام امت مسلمہ کا اجماع واتفاق ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے التلخیص الحبیر ص ۳۱۹ میں یہ اجماع نقل کیا ہے، قرآن مجید کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے یہ عقیدہ ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے، یہاں اس کی پوری تفصیل کا موقع بھی نہیں اور ضرورت بھی نہیں کیونکہ علمائے امت نے اس مسئلہ کو مستقل کتابوں اور رسالوں میں پورا پورا واضح فرمادیا ہے اور منکرین کے جوابات تفصیل سے دیئے ہیں ان کا مطالعہ کافی ہے، مثلاً حضرت حجۃ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کی تصنیف بزبان عربی عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسی علیہ السلام حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی کی تصنیف بزبان اردو "حیات عیسیٰ علیہ السلام" مولانا سید محمد ادریس صاحب کی تصنیف "حیات مسیح علیہ السلام" اور ابھی سینکڑوں چھوٹے بڑے رسائل اس مسئلہ پر مطبوع ومشتہر ہوچکے ہیں، احقر نے بامر استاذ محترم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سو ۱۰۰ سے زائد احادیث کو جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ اٹھایا جانا اور پھر قرب قیامت میں نازل ہونا بتواتر ثابت ہوتا ہے ایک مستقل کتاب

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح میں جمع کر دیا ہے جس کو حال میں حواشی وشرح کے ساتھ حلب (شام) کے ایک بزرگ علامہ عبدالفتاح ابوغدہ نے بیروت میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔

اور حافظ ابن کثیر نے سورۂ احزاب کی آیت **وانہ لعلم للساعة** کی تفسیر میں لکھا ہے **وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیمة اماماً عادلاً الخ** یعنی رسول اللہ ﷺ کی احادیث اس معاملہ میں متواتر ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل قیامت نازل ہونے کی خبر دی ہے الخ۔

(معارف القرآن ج ۲ ص ۸۷ وص ۹۷ پارہ نمبر ۳ رکوع نمبر ۱۳ سورہ آل عمران)

ایک شبہ کا جواب:

اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ قرآن کی اس آیت مبارکہ **یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی** سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے آپ کی وفات ہوگی پھر آپ کو آسمان پر اٹھایا گیا تو اس شبہ کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس آیت میں جو وعدے مذکور ہیں وہ اس وقت کئے گئے تھے جب کہ قوم یہود نے آپ کو شہید کرنے کی خفیہ سازش بنائی تھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو اس ناپاک سازش سے باخبر کر دیا اور وعدہ فرمایا کہ آپ اطمینان رکھیں کہ یہ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں مگر یہ اپنے ناپاک منصوبہ میں کامیاب نہ ہوں سکیں گے بلکہ قیامت کے قریب وقت موعود پر آپ اپنی طبعی موت سے ہی وفات پائیں گے اور فی الحال ان کے شر سے بچانے کے لئے آپ کو آسمان پر اٹھا لیا جائے گا، تو مذکورہ آیت **انی متوفیک ورافعک الی** میں جو دو وعدے مذکور ہیں وہ یقیناً پورے ہوں گے، البتہ **رافعک الی والا وعدہ** اسی وقت پورا کیا گیا، اور دوسرا وعدہ اس وقت پورا ہوگا جب قیامت کے قریب آپ دنیا میں تشریف لائیں گے تو آیت کے الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے، اور واؤ چونکہ ترتیب کے لئے وضع نہیں ہوا ہے لہذا یہ ضروری نہیں کہ پہلے متوفیک کا وقوع ہوا پھر **رافعک الی** کا اور اس تقدیم وتاخیر میں بھی مصلحت ہے جسے مفسرین نے بیان کیا ہے، **کما سیأتی انشاء اللہ**.

تفسیر روح المعانی میں ہے **(یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی) اخرج ابن ابی حاتم عن قتادة قال ھذا من المقدم والمؤخر ای رافعک الی ومتوفیک وھذا احد تاویلات اقتضاھما مخالفة ظاھر الآیة للمشھور المصرح بہ فی الآیة الاخری وفی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم "ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمة و ثانیھا ان المرا دانی مستوفی اجلک وممیتک حتف انفک لا اسلط علیک من یقتلک فالکلام کنایة عن عصمة من الا عداء وما ھم بصددہ من الفتک بہ علیہ السلام لانہ یلزم من استیفاء اللہ تعالیٰ اجلہ وموتہ حتف انفہ ذلک الخ** (روح المعانی ج ۳ ص ۱۷۹ سورہ آل عمران پارہ نمبر ۳) روح المعانی میں اور بھی جوابات مذکور ہیں تفصیل درکار ہو تو روح المعانی کا مطالعہ کیا جائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی معارف القرآن میں اس پر کلام فرمایا ہے، چنانچہ ایک

مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی منقول ہے کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس وقت جب کہ یہودی آپ کے قتل کے درپے تھے آپ کی تسلی کے لئے دو لفظ ارشاد فرمائے ایک یہ کہ آپ کی موت ان کے ہاتھوں قتل کی صورت میں نہیں بلکہ طبعی موت کی صورت میں ہوگی ، دوسرا یہ کہ اس وقت ان لوگوں کے نرغہ سے نجات دینے کی ہم یہ صورت کریں گے کہ آپ کو اپنی طرف اٹھالیں گے ، یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے ، تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت اس طرح منقول ہے اخرج اسحق بن بشر و ابن عساکر من طریق جو هر عن الضحاک عن ابن عباسؓ فی قوله تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الی یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان . (درمنثور ص ۳۶ ج ۲) اسحٰق ابن بشر اور ابن عساکر نے بروایت جوہر عن الضحاک حضرت ابن عباسؓ سے آیت انی متوفیک ورافعک الی کی تفسیر میں یہ لفظ نقل کئے ہیں کہ میں آپ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا پھر آخر زمانہ میں آپ کو طبعی طور پر وفات دوں گا۔

اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ توفی کے معنی موت ہی کے ہیں مگر الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہے رافعک کا پہلے اور متوفیک کا وقوع بعد میں ہوگا ، اور اس موقع پر متوفیک کو مقدم ذکر کرنے کی حکمت و مصلحت اس پورے معاملہ کی طرف اشارہ کرنا ہے جو آگے ہونے والا ہے یعنی یہ اپنی طرف بلا لینا ہمیشہ کے لئے نہیں ہے بلکہ چندروزہ ہوگا اور پھر آپ دنیا میں آئیں گے اور دشمنوں پر فتح پائیں گے اور بعد میں طبعی طور پر آپ کی موت واقع ہوگی اس طرح دوبارہ آسمان سے نازل ہونے اور دنیا پر فتح پانے کے بعد موت آنے کا واقعہ ایک معجزہ بھی تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اعزاز و اکرام کی تکمیل بھی نیز اس میں عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت کا ابطال بھی تھا ورنہ ان کے زندہ آسمان پر چلے جانے کے واقعہ سے ان کا یہ عقیدۂ باطل اور پختہ ہو جاتا کہ وہ بھی خدا حی و قیوم ہے اس لئے پہلے متوفیک کا لفظ ارشاد فرما کر ان تمام خیالات کا ابطال کر دیا پھر اپنی طرف بلانے کا ذکر فرمایا (معارف القرآن ص ۷۴ و ۷۵ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قادیانی کسی غیر مسلم کی سند سے مسلمان نہیں ہو سکتے :

(استفتاء نمبر ۲۳) مکرم و محترم حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب ، دامت برکاتہم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جنوبی افریقہ ایک عیسائی ملک ہے ، یہاں کی عدالت میں اسلامی قانون کا کوئی لحاظ نہیں ایسی خالص غیر اسلامی عدالت میں ایک مرزائی احمدی نے یہ دعویٰ دائر کیا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور دوسرے مسلمان ان کو کافر و مرتد کہتے ہیں اور اپنی مساجد میں عبادت نہیں کرنے دیتے لہٰذا اس نے عدالت سے استدعا کی ہے کہ :

(۱) یہ غیر مسلم جج اس مرزائی احمدی کو مسلمان ہونے کا قطعی فیصلہ دے۔

(۲) یہ غیر مسلم جج اس مرزائی احمدی کو اسلامی حقوق دلوائے تا کہ وہ مسلمانوں کی مسجد میں عبادت کر سکے اور مسلمانوں کے قبرستان میں مدفون بھی ہو سکے۔

عدالت نے مسلمانوں کو طلب کیا کہ عدالت میں حاضر ہو کر اپنے دلائل پیش کریں کہ وہ مرزائی احمدی کو

کیوں مسلمان قرار نہیں دیتے ،اور مرزائی احمدی بھی آ کر اپنے دلائل پیش کرے کہ وہ کس بنا پر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

یہ غیر مسلم یہودی یا عیسائی جج دلائل سننے کے بعد فیصلہ کرے گا کہ وہ مرزائی احمدی مسلمان ہے یا نہیں؟ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ:

نمبر۱۔غلام احمد اور اس کے متبعین دائرہ اسلام میں داخل ہیں یا نہیں؟

نمبر۲۔اسلامی حقوق ان کو حاصل ہیں یا نہیں؟

نمبر۳۔کیا غیر مسلم جج اس بات کی اہلیت رکھتا ہے کہ وہ مرزائیوں کے مسلمان ہونے کا فیصلہ دے؟

نمبر۴۔مسلمانوں کی جماعت کے لئے شرعاً کیا یہ جائز ہے کہ وہ ایسے مقدمہ میں حاضر ہو کر ایک غیر مسلم عیسائی یا یہودی جج کو یہ موقع دے کہ وہ مسلمانوں کے خالص دینی واعتقادی معاملہ میں فیصلہ کرے ، براہ کرم مدلل جواب تحریر فرما کر کرم فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً باللہ التوفیق :۔مرزا غلام احمد کے ساتھ اہل سنت والجماعت کا اختلاف اصولی اختلاف ہے ،فروع اور اجتہادی اختلاف نہیں ہے کہ اسے نظر انداز کیا جا سکے، پوری امت اسلامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں، نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو گیا ہے، آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو گا اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث سے ایسے محکم اور قطعی وطریقہ پر ثابت ہے کہ اس میں ذرہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، قرآن مجید میں آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے اور خود آپ ﷺ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ سلسلۂ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے میں خاتم النبیین ہوں اور اب میرے بعد کوئی نیا نبی اللہ کی طرف سے نہیں آئے گا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت سے لیکر آج تک پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس طرح توحید ورسالت قیامت وآخرت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا منکر پنجگانہ نماز روزہ زکوٰۃ اور حج کا منکر مسلمان نہیں ہوسکتا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا بھی کسی حال میں مسلمان نہیں ہوسکتا، ایسا شخص کذاب ہے ملعون ہے، دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہے اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جائے گا۔

امت کی پوری تاریخ میں عملاً یہی ہوتا رہا ہے مثلاً سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مدعیٔ نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے ماننے والوں کے متعلق یہی فیصلہ صادر فرمایا تھا، حالانکہ یہ بات محقق ہے کہ وہ لوگ توحید ورسالت کی قائل تھے ان کے یہاں اذان بھی ہوتی تھی اور اذان میں اشھدان لا الٰہ الا اللہ اور اشھدان محمداً رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا، ختم نبوت سے متعلق یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔

لیکن غلام احمد نے اس بنیادی اور اجماعی عقیدہ سے بغاوت کی ہے اور اپنے لئے ایسے الفاظ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کہ اس میں کسی طرح کی کوئی تاویل اور توجیہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس کے معتقدین اس کو دیگر

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مثل ''نبی'' کہتے ہیں، اور اس غلط عقیدہ پر ان کو بے حد اصرار بھی ہے، مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے حقیقۃ النبوۃ ایک کتاب شائع کی تھی جس کا موضوع ہی مرزا غلام احمد کی نبوت کو ثابت کرنا تھا اور اس کتاب میں مرزا صاحب کے نبوت کے دلائل خود مرزا غلام احمد کی کتابوں سے پیش کئے گئے ہیں، اس کے علاوہ مرزا غلام احمد نے اپنے لئے مسیحیت اور مہدویت کا اتنی کثرت سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا انکار یا اس کی تاویل ناممکن ہے، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بالاجماع معصوم ہیں ان کی بہت سخت توہین کی ہے اور بہت سے مقامات پر خود کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل بلکہ تمام انبیاء کی روح بتلایا ہے، نیز معجزات کا استہزاء کیا ہے، قرآن میں تحریف کی ہے، احادیث کی بے حرمتی کی ہے وغیرہ وغیرہ۔

دعویٰ نبوت واقوال کفریہ قادیانی کی تحریر کے آئینہ میں

(۱) خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا (اربعین نمبر ۳ ص ۳۴)

(۲) میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقۃ النبوت ص ۲۶۵)

(۳) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں جن میں بطور نمونہ کسی قدر اس کتاب میں لکھے گئے ہیں (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

(۴) سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء ص ۱۱)

(۵) میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ (مرزا صاحب کا آخری خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ص ۱۹۰۸)

(۶) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔ (بدر ۵۔ مارچ ۱۹۰۸ء)

(۷) پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشن گوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لئے ایک نشانی ہے، یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصہ زمین میں تکذیب ہو مگر اس کی تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۱)

(۸) سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔

اے غافلو تلاش کرو شاید تم میں کوئی خدا کی طرف سے نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو (تجلیات الٰہیہ ص ۸۔۹)

(۹) خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے (دافع البلاء ص ۸)

(۱۰) تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں

رہے گو ستر برس رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ (دافع البلاء ص ۱۰)

(۱۱) الہامات میں میری نسبت بار بار کہا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ (انجام آتھم ص ۷۹)

(۱۲) انا ارسلنا احمد الی قومه فاعرضوا وقالوا كذاب اشر (اربعین ص ۳ ص ۳۴)

(۱۳) فكلمني ونادانی وقال انی ارسلک الی قوم مفسدين وانی جاعلک للناس اماما وانی مستخلفک اکراماً كما جرت سنتی فی الاولین (انجام آتھم ص ۷۹)

(۱۴) اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کے اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانیوں سے مجھ پر کھل گئی ہے، اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میری پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا، میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی اسی طرح آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفہ اللہ ہوں مگر پیشین گوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا (ایک غلطی کا ازالہ منقول از ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ ص ۲۶۴)

(۱۵) آپ (یعنی مرزا صاحب) نبی ہیں اور خدا نے اور اس کے رسول نے ان ہی الفاظ میں آپ کو نبی کہا ہے جس میں قرآن کریم اور احادیث میں پچھلے نبیوں کو نبی کہا گیا ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۷۰)

(۱۶) پس اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود قرآن کریم کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں اور لغت کے معنوں سے بھی نبی ہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۱۱۶)

(۱۷) پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس معنی کو بیان کر حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۱۷۴)

(۱۸) بلحاظ نبوت ہم بھی مرزا صاحب کو پہلے نبیوں کی مطابق نبی مانتے ہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۲۹۲)

مسیح ہونے کا دعویٰ

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہمارا (یعنی اہل سنت والجماعت کا) عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا ہے، اور قیامت کے قریب تشریف لائیں گے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میرا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا، مگر بعد میں ان کا یہ خیال ہو گیا کہ اللہ نے اس کو بذریعۂ وحی یہ بتلایا کہ یہ سراسر غلط خیال ہے کہ عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں، اور کسی وقت دنیا میں دوبارہ آئیں گے بلکہ وہ مسیح اور عیسیٰ جو آنے والا تھا وہ خود تو ہی ہے تیرا ہی نام ابن مریم رکھا گیا ہے، اس سلسلہ میں خود مرزا صاحب کا بیان ملاحظہ ہو۔

"اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا اس زمانہ اور اس امت کے لئے تو ہی عیسیٰ ابن مریم ہے۔" (براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۸۵)

حضرت عیسیٰؑ پر فضیلت کا دعویٰ

پہلے تو مرزا جی مسیح موعود اور عیسیٰ ابن مریم ہی بنے تھے، لیکن پھر وہ اور آگے بڑھے اور انہوں نے حضرت

عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا اعلان شروع کر دیا، ان کے لڑکے مرزا بشیر احمد نے مرزا جی کا یہ قول نقل کیا ہے ''میں مسیح علیہ السلام کی خدائی کا منکر ہوں ہاں بے شک وہ خدا کے نبیوں میں سے ایک نبی تھا مگر مجھے خدا نے اس سے برتر مرتبہ عطا کیا ہے۔'' (تبلیغ ہدایت ص ۱۶۹) اور دیکھو آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے (دافع البلاء ص ۱۳)

مرزا صاحب کا درج ذیل شعر بہت مشہور ہے اور خود مرزا صاحب کو اپنا یہ شعر بہت پسند تھا اس لئے انہوں نے بار بار اپنی تصنیفات میں اس کو نقل کیا ہے۔ شعر یہ ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

(معاذ اللہ) (دافع البلاء ص ۳)

مرزا جی کا دوسرا شعر ہے۔

مرہم عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار

(درثمین)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

ہاں آپ کو (یعنی حضرت عیسیٰؑ کو) گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی، ادنی ادنی بات میں غصہ آ جاتا تھا اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵)

یہ بھی یاد رہے کہ کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی (استغفر اللہ) (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ نمبر ۵)

عیائیسوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (حاشیہ صفحہ نمبر ۶ ضمیمہ انجام آتھم)

''مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن کریم میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہیں رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔'' (ازالۂ اوہام حصہ اول ص ۱۵۸)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی نسبت مرزا جی کے خیالات

کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید بھی نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیا بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں، اور میں نے سنا ہے کہ کُل کے ذریعہ سے بعض چڑیا پرواز بھی کرتی ہیں۔ (ازالۃ الاوہام حصہ اول ص ۳۰۳)

کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک کے مارنے سے کسی طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے، اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ (توضیح المرام ص ۹)

نوٹ:

اس حوالہ میں خط کشیدہ عبارت پر غور کیجئے، حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ پر کسی قدر گندہ بہتان لگایا ہے، قرآن مجید کی بیان کی ہوئی اس حقیقت پر تمام اہل اسلام کا بلا کسی شک وشبہ کے ایمان ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا کسی شخص کی وساطت کے امر ''کن'' سے پیدا فرمایا تھا حضرت مریم عفیفہ اور پاک دامن تھیں، آپ کا کسی شخص سے تعلق قائم نہیں ہوا تھا، قرآن کی اس صریح وضاحت کے باوجود مرزا غلام احمد نے کس قدر غلط بات لکھی ہے، یہ قرآن کے بالکل خلاف ہے، اور قرآن کا انکار ہے، اس کے باوجود اس کو مسلمان سمجھنا اور اس کے متبعین کا اپنے کو مسلمان کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

''اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے، وہ خدا کے نبی ہیں اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔'' (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸)

''اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ **وھذا تحدیث نعمة الله و لا فخر.** (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۱)

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کا دعویٰ

بس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعاء کر کے بھی قید سے بچالیا گیا مگر یوسف ابن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۷۶)

میں سب کچھ ہوں

مرزا صاحب کا دعویٰ یہ تھا کہ میں تمام نبیوں کی روح اور ان کا خلاصہ ہوں، میری ہستی میں تمام انبیاء سمائے ہوئے ہیں، چنانچہ اس نے لکھا ہے۔

''میں خدا کے دفتر میں صرف عیسیٰ ابن مریم کے نام سے موسوم نہیں بلکہ اور بھی میرے نام ہیں، میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسمٰعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں

داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں...... سوضرور ہے کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔''
(تحفہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵)

معجزات کی کثرت

جب مرزا جی نے پیغمبری اور نبوت کا دعویٰ کیا تو معجزات کا دعویٰ بھی لازم تھا چنانچہ انہوں نے معجزات کا دعویٰ بھی معمولی انداز سے نہیں کیا بلکہ اللہ کے تمام نبیوں کو معجزات کے معاملہ میں بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

''اللہ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۳۱۷)

ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلاسکتا ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کردیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کردی ہے اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۶)

''اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۷)

''ان چند سطروں میں جو پیشین گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانیوں پر مشتمل ہے جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گی اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اول درجہ پر فائق ہیں۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶)

''اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶)

احادیث کے متعلق مرزا جی کا خیال

''ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں، اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔
(ازالہ اوہام ص ۳۱۰ ص ۳۱۱)

شیخ المحدثین حضرت مولانا ادریس کاندھلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

فرقۂ قادیانیہ ومرزائیہ

اس زمانے کے گمراہ ترین فرقوں میں سے ایک فرقہ قادیانیہ اور مرزائیہ ہے جو مرزا غلام احمد ساکن قصبہ قادیان ضلع

گورداسپور کا پیرو ہے، اس کا دعویٰ یہ تھا کہ میں مسیح موعود اور مہدی منتظر ہوں اور نبی اور رسول ہوں اور تمام پیغمبروں کا ظل اور بروز ہوں اور سب سے افضل واکمل ہوں۔

ومبدم گفتے کہ من پیغمبر م
وزہمہ پیغمبراں بالا ترم

اور نہایت ڈھٹائی اور بے حیائی سے یہ کہتا تھا کہ میں وہی رسول موعود اور مبشر معہود ہوں جس کی قرآن پاک میں بدیں الفاظ بشارت موجود ہے۔ **واذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد** . گویا کہ مرزائے قادیان کے گمان میں یہ آیت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ قادیان کے ایک دہقان کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اسی طرح بہت سی آیات جو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازل ہوئیں ان کے متعلق کہتا ہے کہ یہ آیتیں میرے بارے میں نازل ہوئیں کوئی دیوانہ ہی ہوگا جو اس بات کو مانے گا کہ قرآن کی آیتیں مرزائے قادیان کے بارے میں نازل ہوئیں۔

آبلہ گفت دیوانہ باور کرد

اور کہا کہ میں کلمۃ اللہ ہوں اور روح اللہ اور عیسیٰ ہوں بلکہ اس سے بڑھ کر ہوں جیسا کہ خود اس کا قول ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور جب مرزا نے یہ دعویٰ کیا کہ میں مثیل مسیح ہوں تو سوال ہوا کہ آپ عیسیٰ ابن مریم جیسے معجزات دکھلائیے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرتے تھے، تو جواب میں یہ بولا کہ عیسیٰ کا یہ تمام کام مسمریزم تھا میں اسی باتوں کو مکروہ جانتا ہوں ورنہ میں بھی کر دکھاتا۔

اور مرزا حضرت عیسیٰ کو یوسف نجار کا بیٹا بتاتا تھا اور بغیر باپ کے پیدا ہونے کا منکر تھا اور طرح طرح سے ان کی شان میں گستاخانہ کلمات کہتا تھا۔

علمائے ربانیین نے اس مسیلمہ پنجاب کے رد میں بے مثال کتابیں لکھیں، مرزائے غلام احمد کی مایہ ناز کتاب ازالۃ الاوہام ہے، حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی نے اس کی تردید میں بے مثال کتاب لکھی جس کا نام افادۃ الافہام رکھا اور اس ناچیز نے بھی متعدد رسائل اس مسیلمۂ پنجاب کے رد میں لکھے جو چھپ چکے ہیں، اے مسلمانو! عہد رسالت سے لے کر اس وقت تک سینکڑوں مدعیٔ نبوت ورسالت اور مدعی عیسویت او مہدویت گذر چکے ہیں جو مرزائیوں کے نزدیک بھی کافر اور مرتد اور ملعون تھے جس دلیل سے گذشتہ مدعیان نبوت مرزا کے نزدیک کافر اور مرتد تھے، اسی دلیل سے یہ جدید مدعی نبوت مرزائے قادیان بھی کافر و مرتد ہے۔

(عقائد اسلام ص ۱۸۱، ص ۱۸۲ حصہ اول از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال کفریہ میں سے چند اقوال کفریہ بطور نمونہ نقل کئے گئے ہیں ان سے صراحۃً یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ نبوت کا مدعی ہے اور اس کے معتقدین بھی اس کی نبوت کے قائل ہیں، لہذا غلام احمد قطعی طور پر

اسلام سے خارج اور اس کے متبعین بھی جو اس کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں یا دعویٰ نبوت کے باوجود اسے دائرہ اسلام میں سمجھتے ہیں وہ لوگ بھی قطعی طور پر کافر مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔

علمی لطیفہ:

موقعہ کی مناسبت سے ایک علمی لطیفہ ذہن میں آیا، رنگون میں خواہ کمال الدین پہنچا، بڑا عیار چالاک اور چالباز تھا، اس نے اہل رنگون کے سامنے اپنے اسلام کا دعویٰ کیا اور کہا کہ ہم غلام احمد کو نبی نہیں مانتے ہیں، اور یہ بات قسمیہ کہتا (جیسا کہ بہت سے خصوصاً لاہوری کہتے ہیں) خواہ مخواہ ہم کو بدنام کیا جاتا ہے، حالانکہ ہم پکے مسلمان ہیں، قرآن کو مانتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کو اللہ کا سچا رسول سمجھتے ہیں، عوام اس کی باتوں میں آ گئے، اس کی تقریریں ہونے لگیں بہت سے مقامات پر نماز بھی پڑھائی، جمعہ تک پڑھایا رنگون کے ذمہ دار بہت فکر مند تھے کہ عوام کو کس طرح اس فتنہ سے محفوظ رکھیں، عوام میں دن بدن اس کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے، مقامی علماء سے اس کی گفتگو بھی ہوئی مگر اپنی چالبازی کی وجہ سے اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دیتا۔

مشورہ کر کے یہ طے پایا کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کو مدعو کیا جائے، چنانچہ تار دیدیا گیا اُدھر وہاں اس کی شہرت بھی ہوگئی کہ بہت جلد مولانا عبدالشکور صاحب تشریف لا رہے ہیں وہ اس سے گفتگو کریں گے، خواجہ کمال الدین نے جو مولانا کا نام سنا تو راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت دیکھی چنانچہ مولانا کے وہاں پہنچنے سے پہلے پہلے چلا گیا، مولانا تشریف لے گئے، مولانا کی تقریریں ہوئیں عوام کو حقیقت سے خبردار کیا اور ذمہ داروں کی ایک مجلس میں فرمایا کہ آپ حضرات نے غور فرمایا کہ وہ کیوں یہاں سے چلا گیا دراصل وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھ گیا کہ میں اس سے یہ سوال کردوں گا۔ ''کہ تو مرزا غلام احمد کی نبوت کا قائل نہیں مگر تو اسے مسلمان سمجھتا ہے یا کافر؟ اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا جو جواب بھی دیتا پکڑا جاتا وہ مرزا کو کسی حال میں کافر تو کہہ نہیں سکتا تھا اگر مسلمان کہتا تو اس پر بھی اس کی گرفت ہوتی کہ جو شخص مدعی نبوت ہو وہ کسی حال میں مسلمان نہیں رہ سکتا، ایسے آدمی کو مسلمان سمجھنا خود کفر ہے۔ میں اس سے یہی سوال کرتا، اور انشاء اللہ اسی ایک سوال پر وہ لاجواب ہو جاتا اور اس کا راز فاش ہو جاتا یہ سوال آپ لوگوں کے ذہن میں نہیں آیا اس لئے آپ لوگ پریشان رہے۔

بہر حال یہ ایسا ظاہر و باہر مسئلہ ہے کہ اس میں کسی کو فیصل بنانے اور اس سے فیصلہ کرانے کی بھی ضرورت نہیں ہے، لہذا مرزائی احمدی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی غیر مسلم کے پاس اپنا مقدمہ لے جا کر اس سے اپنے مسلمان ہونے کی سند حاصل کرے اور ایسی سند سے وہ مسلمان بھی نہیں ہو سکتا، اس کو سچا اور پکا مسلمان ہونا ہے تو اس کی صورت صرف یہی ہے کہ جس راہ پر وہ گامزن ہے اس کو چھوڑ کر صدق دل سے توبہ کرے اور اس کا اعلان کرے، مرزا غلام احمد کی نبوت کا انکار کرے، اور اس کی تکفیر کرے اور اس کے تمام عقائد باطلہ سے یکسر توبہ کرے، اور اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے، جب وہ مسلمان ہی نہیں ہے تو اسلامی حقوق بھی اس کو حاصل نہیں ہوں گے اور اسلامی اصطلاحات کا استعمال بھی اس کے لئے جائز نہ ہوگا، لہذا اس کا فر دمرتد فرقہ کو اہل سنت والجماعت کی مسجد میں نماز پڑھنے اور مدارس میں داخلہ لینے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کا قطعاً حق حاصل نہیں ہے

اوراس کا یہ مطالبہ بالکل غلط ہے۔

یہ مسلمانوں کا خالص دینی واعتقادی مسئلہ ہے ایسے معاملہ میں جو دین کے ماہر ہیں انہی کا فیصلہ قابل قبول ہوسکتا ہے، اس لئے عدالت کو چاہئے کہ اس معاملہ کو علمائے محققین کی کمیٹی کے سپرد کردے، اس لئے کہ فیصلہ نافذ کرنے اور قاضی بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے اندر تمام شرائط شہادت موجود ہوں، اور شرائط شہادت میں سے پہلی شرط اسلام ہے، جب پہلی ہی شرط مفقود ہو تو وہ شرعی طور پر قاضی نہیں ہوسکتا اور اس کا فیصلہ شرعی فیصلہ نہیں کہا جاسکتا، یہ شرط فقہ کی تمام کتابوں میں درج ہے، مثلاً البحر الرائق میں ہے۔

(قوله اهله اهل الشهادة) ای اهل القضاء ای من یصح منه او من تصح تولیته' (الیٰ قوله) وهو ان یکون حراً مسلماً بالغاً عاقلاً عد لا (الی قوله) فلا تصح تولیة کافرو صبی . یعنی قاضی وہ شخص بن سکتا ہے جس میں (مسلمانوں کے باہمی معاملات میں) شہادت دینے کی صلاحیت ہو، اور صلاحیت اس شخص کے اندر ہوسکتی ہے جو آزاد ہو (غلام نہ ہو) مسلمان ہو (غیر مسلم نہ ہو) بالغ ہو (نابالغ نہ ہو) عاقل ہو (مجنون اور دیوانہ نہ ہوں) عادل اور ثقہ ہو (فاجر اور فاسق نہ ہو) الی قولہ اسی بنا پر کافر اور بچہ کو عہدۂ قضاء سپرد کرنا صحیح نہیں ہے۔
(ص ۲۶۰ جلد نمبر ۶ کتاب القضاء)

اور کسی کمیٹی کو بھی اسلامی حیثیت اسی وقت حاصل ہوگی جب اس کے تمام ارکان میں شرائط شہادت مجتمع ہوں لہذا اگر کمیٹی کا ایک رکن بھی غیر مسلم ہوگا تو کمیٹی کی اسلامی حیثیت باقی نہ رہے گی اور اس کا فیصلہ اسلامی فیصلہ نہ ہوگا۔

مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ عدالت میں اپنا موقف ظاہر کردیں اور یہ بتلا دیں کہ یہ ہمارے خالص ایمان وعقائد کا مسئلہ ہے، اور اس خالص دینی واعتقادی مسئلہ میں ہمارے لئے ماہرین دین علمائے اسلام ہی کا فیصلہ قابل قبول ہوسکتا ہے اور مسلمہ اصول ہے کہ ہر مسئلہ اور ہر معاملہ کے حل کے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں اور مسئلہ انہیں ضوابط واصول کے ماتحت حل کیا جاتا ہے، اس مسئلہ کے حل کے لئے ہم اپنے اصول وضوابط کی پابندی کررہے ہیں اس لئے عدالت کو چاہئے کہ اس مسئلہ کے حل میں شریعت اسلام کے اصول وضوابط کی قدر کرے اور یہ مسئلہ مسلمانوں کی کمیٹی کے حوالہ کردے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ احقر سید عبدالرحیم لاجپوری ثم راندیری غفرلہٗ راندیر۔ مورخہ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

فرقۂ مہدویہ کے متعلق وضاحت اور حضرت امام مہدی کے حالات:

(سوال ۲۴) فرقہ مہدویہ کی کچھ عقائد تحریر ہیں ان عقائد کے پیش نظر کیا یہ لوگ حق پر ہیں؟ اہل سنت والجماعت کے اندر داخل ہیں؟

نمبر ۱۔ مہدی موعود دنیا میں آکر چلے گئے۔

نمبر ۲۔ دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

نمبر ۳۔ صبح کی چھ رکعت نماز پڑھتے ہیں، دوگانہ، دوسنت دوفرض۔

نمبر۴۔ ہر نماز سے پہلے دوگانہ پڑھتے ہیں۔
نمبر۵۔ رمضان کی چھبیسویں رات کو ڈیڑھ دو بجے دو رکعت امام کے پیچھے پڑھتے ہیں، اس رات عشاء کی نماز نہیں پڑھتے۔
نمبر۶۔ جمعہ کا خطبہ نہیں پڑھتے۔
نمبر۷۔ عید کی نماز نہیں پڑھتے۔ بینوا توجروا (از بڑودہ)

الجواب حامداو مصلیا و مسلما! (۱) فرقہ ،مہدویہ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ مہدی موعود کی ولادت جونپور میں ۱۴ جمادی الاولی ۸۴۷؁ھ کو ہو چکی ہے اور وہ دنیا میں آکر چلے گئے، اب کوئی مہدی نہیں آئے گا یہ عقیدہ احادیث صحیحہ کے قطعاً خلاف اور بالکل غلط ہے احادیث صحیحہ میں جس مہدی موعود کا ذکر ہے وہ قرب قیامت میں دجال کے وقت ظاہر ہوں گے، حضرت حسنؓ کی اولاد میں سے ہوں گے، نصاریٰ سے آپ کی بہت عظیم الشان جنگ ہوگی اور آپ ان پر فتحیاب ہوں گے، آپ کے زمانے میں دین کی خوب اشاعت ہوگی، دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی، مکہ مکرمہ کے باشندے ان سے بیعت کریں گے اور جس سال آپ کا ظہور ہوگا اس سال رمضان میں چاند اور سورج کا گہن ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوگی، آپ کے حالات کتب احادیث میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی نے بھی اپنی مشہور ومعروف کتاب ''عقائد اسلام'' میں امام مہدی موعود کا احادیث کی روشنی میں تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے جو اس جواب کے اخیر میں درج ہے اس کو ضرور ملاحظہ فرمالیں، عقائد اسلام میں علامہ نے فرقہ مہدویہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں اسی طرح اکبر کے عہد میں سید محمد جونپوری نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا جن کے مرید اب تک دکن میں موجود ہیں، ان کا مہدی بھی وہ مہدی نہیں کیونکہ جس قدر علامات امام مہدی کے ہیں ان میں سے کوئی بھی محمد جونپوری میں نہ پائی گئی، نہ ان کے عہد میں دجال موجود تھا، نہ نصاریٰ سے مقابلہ ہوا، نہ اشاعت دین ہوئی نہ اس مہینہ میں دوبار کسوف وخسوف ہوا، نہ مکہ میں لوگوں نے ان سے بیعت لی، بلکہ کل علمائے مکہ نے ان کے پیروؤں کے قتل کا فتویٰ دیا اور امراء پر ان کا قتل واجب ٹھیرایا (عقائد اسلام ص:۱۸۱، ص ۱۸۲)

یہ فرقہ سید محمد جونپوری کو صرف مہدی موعود ہی نہیں سمجھتا بلکہ ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ وہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اور اسی طرح خلفاء راشدین حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین سے افضل ہیں، اور ان کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ کے مرتبہ کے بالکل برابر ہے سرموکی بیشی نہیں ہے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام وغیرہ انبیاء علیہم والسلام کو (معاذ اللہ) کامل الایمان نہیں سمجھتے اور جو ان کے عقیدہ کے مطابق محمد جونپوری کو مہدی موعود نہ مانے وہ کافر ہے، اس کے علاوہ اور بھی عقائد باطلہ ہیں جن کو علامہ ابو رجا محمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''ہدیہ مہدویہ'' میں انھی کی کتابوں کے حوالوں سے نقل کر کے تفصیل کے ساتھ ان کا رد کیا ہے، اور آپ نے کتاب کے شروع میں اختصاراً ان کے عقائد باطلہ کو بیان کر کے اہل سنت والجماعت کے عقائد صحیحہ سے تقابل کر کے واضح فرمایا ہے کہ ان کے عقائد قطعاً اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں، نمونہ کے طور پر کچھ عقائد ''ہدیہ مہدویہ'' کے حوالہ سے ملاحظہ ہوں۔

فرقۂ مہدویہ کے عقائد کا اسلامی عقائد سے تقابل:

(۱) سید محمد جونپوری مہدی موعود ہیں کہ ۹۰۵ھ میں دعویٰ مہدویت کا کر کے ۹۱۰ھ پر انتقال کیا......اور اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ ایک شخص آل محمد ﷺ سے بلا شک مہدی ہونے والے ہیں اور ان کی شناخت موقوف ہے ان علامات کے موجود ہونے پر، جو احادیث صحیحہ میں امام مہدی کے متعلق مذکور ہیں اور چونکہ علامات شیخ موصوف کے حق میں مفقود تھیں اس واسطے یہ مہدی نہیں ہیں اور دعویٰ ان کا باطل ہے (ہدیہ مہدویہ ص ۱۶)

(۲) ان کا عقیدہ ہے کہ تصدیق مہدویت سید محمد جونپوری کی فرض ہے اور انکار ان کی مہدویت کا کفر ہے اور سن نو سو پانچ سے اس طرف (یعنی ۹۰۵ھ کے بعد) جس قدر اہل اسلام مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک گذرے ہیں اور گذریں گے سب بہ سبب اس انکار کے کافر مطلق ہیں، مسلمان فقط مہدوی ہیں......اور اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ چونکہ شیخ موصوف علامات مہدویت سے عاری (خالی) ہیں ان کی مہدویت کی تصدیق حقیقی مہدی کی تکذیب کو مستلزم ہے، جو حرام ہے اور انکار ان کی مہدویت کا واجب اور موجب نجات وثواب ہے، اور اہل اسلام کو کافر کہنا کفر ہے کہ ان لوگوں کی شامت اعمال نے ان کو اس میں مبتلا کیا ہے۔ (ہدیۂ مہدویہ ص ۱۷)

(۳) ان کا عقیدہ ہے کہ شیخ موصوف اگر چہ امت محمدی میں داخل ہیں لیکن افضل ہیں امرائے مومنین ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ذی النورین اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے......اور اعتقاد تمام اہل سنت بلکہ امت محمد ﷺ کا یہ ہے کہ انبیاء مرسلین کے بعد نہ کوئی امت محمدیہ میں ان حضرات سے افضل ہے اور نہ امم انبیاء سابقین میں (ہدیہ مہدویہ ص ۱۷)

(۴) ان کا عقیدہ ہے کہ سید محمد جونپوری محمد ﷺ کے سوا ابراہیمؑ، موسیٰ وعیسیٰؑ ونوحؑ وآدم علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام انبیاء مرسلین سے افضل ہیں......اور اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی اگر چہ غوث واقطاب وابدال واوتار وائمہ اہل بیت وصحابہ وتابعین ومجتہد ومہدی ہو کسی پیغمبر کے درجہ کو نہیں پہنچتا ہے انبیاء ومرسلین تمام خلائق سے افضل ہیں (ہدیۂ مہدویہ ص ۱۷)

(۵) ان کا عقیدہ ہے کہ سید محمد جون پوری اگر چہ تابع تام ہیں محمد ﷺ کے لیکن رتبے میں آنحضرت ﷺ خاتم المرسلین کے برابر ہیں کہ دونوں میں ایک سر مو (بال برابر) کمی وبیشی نہیں ہے......اور اعتقاد اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی امتی کیا بلکہ کوئی پیغمبر مرسل یا فرشتہ مقرب رتبہ حضرت سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین کو نہیں پہنچتا ہے، اور عالم وجود میں کوئی موجود حضرت کا ہم رتبہ موجود نہیں ہے اور بعد خداوند عالم کے جو مقام ومنزلت کہ حضرت کے واسطے ہے کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہے کہ۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(ہدیہ مہدویہ ص ۱۷)

(۶) ان کا عقیدہ ہے کہ جو احادیث رسول خدا کی اور تفاسیر قرآن اگر چہ کیسی ہی روایت صحیحہ سے مروی ہوں لیکن شیخ جونپور کے احوال و

بیان سے مقابل کر کے دیکھنا اگر مطابق ان کے احوال کے ہوویں تو صحیح جاننا ورنہ غلط جاننا......اور اہل سنت کے اعتقاد اس کے برعکس ہے یعنی مسلمان کو چاہئے کہ اپنے احوال کو احادیث وتفاسیر کے خلاف پاوے اس سے توبہ کر کے ترک کر دے (چھوڑ دے) اور وہ احوال پیدا کرے کہ مطابق سنت ہیں اللہ (ﷺ) اور مشرب جماعت صحابہ اور اہل بیت کے ہوویں، اس سبب سے ان کو اہل سنت والجماعت بولتے ہیں (ہدیہ مہدویہ ص ۱۷۔۱۸)

(۷) ان کا عقیدہ ہے کہ سید محمد جونپوری اور محمد ﷺ پورے مسلمان ہیں اور سوائے ان کے حضرت ابراہیمؑ و موسیٰ وعیسیٰ ونوح آدم اور تمام انبیاء ومرسلین ناقص الاسلام ہیں کہ کوئی پیغمبر نیم مسلم ہے اور کوئی پاؤ مسلمان اور کوئی اس سے بھی کم چنانچہ پنج فضائل (یہ ان کی ایک کتاب کا نام ہے) میں ہے کہ شاہ دلاور نے اپنے مہدی سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام ناک کے نیچے سے بالائے سر تک مسلمان تھے اور نوحؑ زیر حلق سے بالائے سر تک مسلمان تھے اور ابراہیم وموسیٰ زیر سینہ سے سر تک مسلمان تھے، اور عیسیٰ زیر ناف سے بالائے سر تک مسلمان تھے دوسری بار جب آویں گے تب پورے مسلمان ہو جاویں اب آدھے مسلمان ہیں، انتہی۔

اور اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ درجۂ اسلام، درجۂ نبوت ورسالت سے کمتر ہے انبیاء ومرسلین ہو کر اسلام میں ناقص رہنا کیا معنی؟ بلکہ تمام حضرات انبیاء پورے مسلمان کامل الاسلام والایمان ہیں الخ (ہدیہ مہدویہ ص ۱۹)

اپنے معتقدین اور خلفاء کے متعلق سید محمد جونپوری کا نظریہ

''شواہد الولایت'' (یہ بھی اس فرقہ کی ایک کتاب ہے) کے دسویں باب میں لکھا ہے کہ ان کے مہدی کے پاس امیر المؤمنین ابوبکر صدیقؓ کی صفات کا تذکرہ آیا کہ کچھ اوپر تین سو صفتیں ان میں تھیں ان کے خلیفہ نظام نے پوچھا کہ اس میں سے ہم میں بھی کوئی صفت ہے کہا بلکہ وہ سب تم میں موجود ہیں۔ انتہیٰ (ہدیہ مہدویہ ص ۲۳۱)

پنج فضائل میں ہے کہ سید محمد جونپوری نے کہا کہ میاں نعمت (یہ اس کے ایک خلیفہ ہیں) ہماری ولایت کے عمر ہیں اور یہ بھی کہا کہ حیاء میں ثانی عثمان ہیں (بحوالہ ہدیہ مہدویہ ص ۲۳۲)

مطلع الولایت (یہ بھی اس فرقہ کی ایک کتاب ہے) میں لکھا ہے کہ میران نے کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں کسی پیغمبر کو نہ بھیجتا اور کوئی کتاب بھی نہ اوتارتا تب بھی سید محمود (یہ سید محمد جونپوری کے بڑے لڑکے کا نام ہے) اور خوند میر (یہ ان کے داماد کا نام ہے) کو یہی مقام اور قرب حاصل ہوتا اور ہم نے ان کے مرتبے کا کوئی آدمی کسی نبی اور مرسل کے پاس پیدا نہ کیا یہ فقط تم ہی پر احسان کیا گیا۔ (بحوالہ ہدیہ مہدویہ ص ۲۳۲)

پنج فضائل میں ہے کہ ان کے مہدی جونپور نے کہا کہ میاں سید خوند میر ولایت کے اسد اللہ الغالب ہیں (بحوالہ ہدیہ مہدویہ ص ۲۳۲)

نیز پنج فضائل میں لکھا ہے کہ مہدی کے خلیفہ دلاور کو مراقبے میں معلوم ہوا کہ جیسا جناب رسالت مآب کے چار یار ہیں مہدی کے بھی ہیں پھر جب کہ مہدی سے اس کی تصدیق کے طالب ہوئے انہوں نے سر مراقبے میں جھکا کر پھر اٹھا کر کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میران سید محمود ہیں، پھر جھکا کر اور اٹھا کر بولے میاں سید خوند میر ہیں پھر جھکا کر اور اٹھا کر بولے کہ میاں نعمت ہیں، پھر جھکا کر اور اٹھا کر بولے کہ میاں نظام ہیں، پھر جھکا کر اور اٹھا کر بولے کہ

سائل ہیں (یعنی ان کے خلیفہ دلاور) لو یہاں پانچ ہو گئے اور اس کی وجہ یہ بولے کہ زمانہ رسول میں نبوت تھی وہاں چار اصحاب ہوئے اور بندے پر ولایت ہے بحکم اس حدیث کے کہ الولایت افضل من النبوۃ یہاں پانچ ہیں (بحوالۂ ہدیۂ مہدویہ ص۲۳۲، ص۲۳۳)

نیز رسالۂ بشارت نامے میں رسالہ سیدو میاں سے نقل کیا ہے کہ جیسا حضرت رسالت مآب کے اصحاب میں عشرۂ مبشرہ تھے مہدی کے اصحاب میں بارہ شخص ہیں، انتہیٰ اور تذکرۃ الصالحین وغیرہ میں ان کی تفصیل بھی دیکھنے میں آئی کہ پانچ یہی ہیں جو کہ اوپر مذکورہ ہوئے اور سات یہ ہیں ۔(۱) امین محمد (۲) ملک معروف (۳) عبدالمجید (۴) ملک الوحی (۵) یوسف (۶) ملک گوہر (۷) ملک برہان الدین (بحوالہ ہدیۂ مہدویہ ص۲۳۳)

نوٹ:

ہدیہ مہدویہ کی اردو بہت قدیم ہے، مفہوم کو علی حالہ قائم رکھتے ہوئے کہیں کہیں الفاظ میں معمولی تغیر کیا گیا ہے

ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقد ظهر فی البلاد الهندیة جماعة تسمی المهدویة (الیٰ قوله) انهم یعتقدون ان لمهدی الموعود هو شیخهم الذی ظهر ومات ودفن فی بعض بلاد خراسان ولیس یظهر غیره مهدی فی الوجود ومن ضلالتهم انهم یعتقدون ان من لم یکن علی هذه العقیده فهو کافر وقد جمع شیخنا العارف بالله الولی الشیخ علی المتقی رحمه الله رسالت جامعة فی علامات المهدی منتخبة من رسائل السیوطی رحمه الله واستفتی من علماء عصره الموجودین فی مکة من المذاهب الاربعة وقد افتوا بوجوب قتلهم علیٰ من یقدر من ولاة الامر

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۷۹ ج ۱۰ مطبوعہ ملتان باب اشراط الساعة)

یعنی ہندوستان میں ایک جماعت پیدا ہوئی جس کا نام مہدویہ ہے عقیدہ رکھتے ہیں کہ "مہدی موعود" ان کے شیخ ہیں جو ظاہر ہو چکے ہیں اور مر گئے ہیں اور خراسان کے کسی شہر میں مدفون ہیں اب ان کے علاوہ اس دنیا میں کوئی مہدی نہیں آئے گا اور اس فرقہ کی گمراہی میں سے ایک یہ ہے کہ جو یہ عقیدہ نہ رکھے (یعنی ان کو مہدی موعود نہ مانے) وہ کافر ہے، ہمارے شیخ عارف باللہ شیخ علی متقی رحمہ اللہ نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی رسائل میں سے انتخاب کر کے ایک رسالہ امام مہدی کی علامات میں تحریر کیا ہے اور انہوں نے اپنے زمانہ کے مکہ مکرمہ کے چاروں مذہب کے علماء سے اس فرقہ کے متعلق استفتاء فرمایا ان تمام نے بالاتفاق اس کے قتل کا فتویٰ دیا اور حکام پر جن کو اس پر قدرت حاصل ہو اس کے قتل کو لازم قرار دیا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۱۷۱ ج۱۰)

مظاہر حق میں ہے:۔ اور ایک جماعت پیدا ہوئی ہند میں مشہور ساتھ مہدویہ کے کہ نہایت جاہل تھے اعتقاد ان کا یہ تھا کہ مہدی موعود ہمارا شیخ تھا کہ جو ظاہر ہوا اور مر گیا اور دفن کیا گیا بعضے شہروں خراسان میں اور ان کی گمراہیوں میں سے یہ بھی تھا کہ اعتقاد کرتے تھے کہ جو اس عقیدہ پر نہ ہو وہ کافر ہے چنانچہ مکہ کی چاروں مذاہب کے علماء

نے فتویٰ دیا کہ واجب ہے قتل ان کا ان امراء پر کہ قادر ہوں ان کے قتل پر (مظاہر حق ص ۲۹۹ ج ۴ کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)

یہ ہے ان کے عقائد باطلہ کی ایک جھلک۔ اب آپ کے بقیہ سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

جواب نمبر ۲:۔ نماز کے بعد اور دیگر مواقع میں بھی دعاء میں ہاتھ اٹھانا احادیث سے ثابت ہے ایک حدیث میں ہے۔ **عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتیٰ یمسح بھما وجھہ رواہ الترمذی،** حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دعاء میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تو جب تک دونوں ہاتھ اپنے چہرۂ انور پر نہ پھیر لیتے نیچے نہ کرتے، (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵ کتاب الدعوات)

نیز حدیث میں ہے:۔ **عن سلمان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفراً رواہ الترمذی.**

یعنی حضرت سلیمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا رب شرم والا ہے کریم ہے اپنے بندہ سے شرم کرتا ہے جب وہ اپنے ہاتھوں کو اس کے سامنے اٹھاتا ہے کہ ان کو خالی واپس لوٹائے۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵)

نیز حدیث میں ہے **عن مالک بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا وفی روایۃ ابن عباس قال سئلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم، رواہ ابو داود.**

یعنی حضرت مالک ابن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اللہ سے دعا کرو تو ہتھیلیوں سے کرو ہاتھوں کی پشت سے نہ کرو، حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیو سے سوال کیا کرو ہاتھوں کی پشت سے نہ کرو، پس جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵)

نیز حدیث میں ہے **عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی والہ ابراھیم واسحاق ویعقوب والہ جبریل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنیٰ فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یردیدیہ خائبین .**

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ نماز کے بعد اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے پھر یوں دعاء کرتا ہے **اللھم الٰھی والہ ابراھم** ...... الخ تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے دونوں ہاتھوں کو ناکام اور خالی واپس نہ کرے (عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۰-۲۹)

نیز حدیث میں ہے:۔ **حتی جاء البقیع فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلث مرات وفی النووی**

(قولھا حتیٰ جاء البقیع فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلث مرات) فیه استحباب اطالة الدعاء وتکریره ورفع الیدین الخ (مسلم کتاب الجنائز مسلم شریف مع شرحه للنووی ص ۳۱۳ ج ۱)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ جنت البقیع میں آنحضرت ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے، نیز ابوعوانہ کی حدیث جس کی تخریج حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرمائی ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تدفین کی بعد حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی ہے وفی حدیث ابن مسعود رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قبر عبد الله ذی البجادین وفیه فلما فرغ مَن دفنه استقبل القبلة رافعاً یدیه، اخرجه ابو عوانة فی صحیحه . (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۱ ص ۱۲۲)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کو عبداللہ ذی البجادین کی قبر پر دیکھا جب ان کے دفن سے فارغ ہو گئے تو آنحضرت ﷺ قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں مشغول ہو گئے۔

(از فتاوی رحیمیہ ص ۲۴۷، ص ۲۴۸ ج ۲)

احادیث کے پیش نظر علماء محققین نے تحریر فرمایا ہے کہ دعاء میں ہاتھ اٹھانا آداب دعاء میں سے ہے مشہور کتاب حصن حصین میں ہے وبسط الیدین ورفعهما وان یکون رفعهما حذْوَ المنکبین وکشفهما. یعنی: دونوں ہاتھ کو مونڈھوں تک اٹھانا دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھنا (حصن حصین مترجم ص ۱۲۸ از حضرت مولانا ادریس صاحبؒ)
(حصن حصین عربی ص ۲۲، ص ۲۳ آداب الدعاء)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔
ادب (۱۰) دعاء کے لئے دونوں ہاتھ پھیلانا (ترمذی، مستدرک، حاکم)
ادب (۱۱) دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے برابر اٹھانا (ابوداؤد، مسند احمد حاکم)
(جواہر الفقہ ص ۳۷۲ ج ۱ فضائل وآداب دعاء) فقط۔

(جواب ۳۔۴) صبح کی نماز اور ہر نماز سے پہلے دوگانہ کس نیت سے اور کیا سمجھ کر پڑھتے ہیں؟ اگر فرض سمجھ کر پڑھتے ہیں تو یہ اپنی طرف سے دین میں زیادتی ہے جو قطعاً حرام ہے، فقط۔

(جواب نمبر ۵) رمضان المبارک کی چھبیسویں رات وعشاء کی نماز نہیں پڑھتے یہ عمل قطعاً ناجائز ہے فرض نماز جان بوجھ کر نہ پڑھنا موجب فسق ہے اگر اس رات عشاء کی فرضیت کا انکار کرتے ہوں تو یہ عقیدہ موجب کفر ہے، درمختار میں ہے ھی (الصلوٰۃ) فرض عین علی کل مکلف بالاجماع (ویکفر جاحد ھا لثبوتھا بدلیل قطعی تارکھا عمداً) (مجانۃً) ای تکاسلاً (فاسق) الخ یعنی جمہور علماء امت کے نزدیک نماز ہر مکلف پر فرض عین ہے اس کا انکار کرنے والا کافر ہے دلیل قطعی سے ثابت ہونے کی وجہ سے، اور جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا فاسق ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار ص ۳۲۵ و ص ۳۲۶ ج ۱، کتاب الصلوٰۃ) فقط۔

جواب نمبر ۶۔ جمعہ کا خطبہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، حضور اقدس ﷺ خلفاء راشدین، ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے اور خیر القرون سے لے کر آج تک اہل سنت و الجماعت کا اسی پر عمل ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے: عن کعب بن عجرة رضی الله عنه انه دخل المسجد وعبدالرحمن

بن ام الحکم یخطب قاعداً فقال انظر واالیٰ ھذا الخبیث یخطب قاعد او قد قال اللہ تعالیٰ واذا رأوا تجارۃً او لھوا ن انفضوا الیھا و ترکوک قائما (رواہ مسلم)

یعنی:۔حضرت کعب بن عجرہؓ مسجد میں داخل ہوئے اور عبدالرحمن ابن ام الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا تو آپ نے فرمایا اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے واذا رأوتجارۃ...... وہ لوگ جب تجارت یا مشغولی کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں، رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص۱۲۴ باب الخطبہ والصلوٰۃ)

حضرت کعب ابن عجرہؓ نے آیت سے استدلال فرمایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وترکوک قائما کی مراد یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر دیتے تھے، روح المعانی میں ہے (واذا رأ واتجار ۃ اولھوا ن انفضوا الیھا) اخرج الامام احمد والبخاری و مسلم والترمذی و جماعت عن جابر بن عبداللہ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ قائماً اذ قدمت عیر المدینۃ فابتدرھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ لم یبق منھم الا اثنا عشر رجلا انا فیھم وابو بکر وعمر فانزل اللہ تعالیٰ (واذا رأو تجارۃ) الیٰ اخر السورۃ)

یعنی:۔امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک مدینہ منورہ کا تجارتی قافلہ آیا، پس رسول اللہ ﷺ کے اصحاب چلے گئے اور صرف بارہ حضرات باقی رہ گئے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں باقی رہنے والوں میں سے ایک میں تھا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر وغیرہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی واذا رأوا تجار ۃ اولھو ان انفضوا لیھا وترکوک قائما قل ما عند اللہ خیر من اللھو و من التجارۃ واللہ خیر الرازقین. یعنی (بعضے لوگوں کا حال یہ ہے کہ) وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ جو چیز (از قسم ثواب وقرب خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدر جہا بہتر ہے (اور اگر اس سے افزونی رزق کی طمع ہو تو سمجھ لو کہ) اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔(روح المعانی ص۱۰۴ جز ۲۸ سورۂ جمعہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین خطبہ کی حالت میں بازار چلے گئے، یہ بات کچھ عجیب معلوم ہوتی ہے تو اس کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

اور حسن بصریؒ اور ابو مالکؒ نے فرمایا کہ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مدینہ میں اشیاء ضرورت کی کمی اور سخت گرانی تھی (تفسیر مظہری) یہ اسباب تھے کہ حضرت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بڑی جماعت تجارتی قافلہ کی آواز پر مسجد سے نکل گئی، اول تو نماز فرض ادا ہو چکی تھی، خطبہ کے متعلق یہ معلوم نہ تھا کہ جمعہ میں وہ بھی فرض کا جز ہے، دوسرے اشیاء کی گرانی، تیسرے تجارتی قافلہ پر لوگوں کا ٹوٹ پڑنا جس سے ہر ایک کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ دیر کروں گا تو اپنی ضروریات نہ پاسکوں گا، بہر حال ان اسباب کے تحت صحابہ کرام سے یہ لغزش ہوئی جس پر حدیث مذکور میں وعید کے الفاظ آئے کہ سب کے سب چلے جاتے تو اللہ کا عذاب آجاتا اسی پر عار دلانے اور تنبیہ کرنے کے لئے آیت مذکورہ

نازل ہوئی، اذا راُوتجارۃ اوراسی کے سبب رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے معاملے میں اپنا طرز بدل دیا کہ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ دینے کا معمول بنالیا، اور یہی اب سنت ہے (ابن کثیر)

(معارف القرآن ج ۸ ص ۴۴۴ مطبوعہ مکتبہ مصطفائی دیوبند)

الغرض مذکورہ بیان سے ثابت ہوا کہ وترکوک قائماً کی مراد جمعہ کے دن کا خطبہ ہے اب چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنه قال کانت للنبی صلی اللہ علیه وسلم خطبتان یجلس بیهما یقرأ القرآن ویذکر الناس فکانت صلوته قصداً او خطبة قصداً. حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دو خطبے دیتے تھے اوران دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے، خطبوں میں قرآن مجید کی تلاوت اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے، آپ کی (جمعہ کی) نماز اور خطبہ متوسط ہوتا تھا (نہ بہت طویل نہ بہت مختصر رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۳ باب الخطبہ والصلوٰۃ)

(۲) عن عمار رضی اللہ عنه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ان طول صلوٰة الرجل وقصر خطبته مئنة من فقهه فاطیلوا الصلوٰة واقصروا الخطبة......(رواہ مسلم) یعنی: حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خطیب کی نماز کا طویل ہونا اور اس کے خطبے کا مختصر ہونا اس کے فقیہ ہونے کی علامت ہے، لہذا نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر کرو......رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۳)

(۳) عن عمرو بن حریث ان النبی صلی اللہ علیه وسلم خطب وعلیه عمامة سوداء قدارخی طرفیها بن کتفیه یوم الجمعة. رواہ مسلم، یعنی: حضرت عمرو ابن حریثؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور آپ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے، اور آپ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے دونوں شانوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔ (رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۳)

(۴) عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتیٰ یفرغ اراہ المؤذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب ، رواہ ابو داؤد.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ دو خطبے دیتے تھے آپ منبر پر تشریف لے جاتے اور بیٹھ جاتے، جب مؤذن اذان پوری کر لیتا تو آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے اور اس وقت گفتگو نہ فرماتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۴)

(۵) عن جابر بن سمرة قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یخطب قائما ثم یجلس ثم یقوم فیخطب قائما فمن نباک انه کان یخطب جالسا فقدکذب واللہ صلیت معه اکثر من الفی صلوٰة. رواہ مسلم: یعنی حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطب دیتے جو تم کو یہ خبر دے کہ حضور ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے تو اس نے جھوٹ بولا، واللہ

میں نے آپ ﷺ کے ساتھ دو ہزار سے زائد نمازیں پڑھی ہیں (آپ ﷺ کا معمول وہی تھا جو میں نے بیان کیا) رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۴)

مذکورہ احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دیتے تھے، اسی بنیاد پر فقہاء رحمہم اللہ نے جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے خطبہ کو شرط لکھا ہے، اگر خطبہ کے بغیر نماز پڑھی جائے گی تو نماز صحیح نہ ہوگی، مراقی الفلاح میں ہے والرابع الخطبة قبلها کما فعله النبی صلی الله علیه وسلم بقصدها فی وقتها (مراقی الفلاح) یعنی جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی چوتھی شرط نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا ہے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ پڑھا ہے اور خطبہ، خطبہ کی نیت سے پڑھا ہے اور خطبہ بھی جمعہ کی نماز کے وقت میں ہو۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ وهی (ای الخطبة) شرط بالا جماع خلاف للامامیة وقد شذوا .خطبہ جمہور علماء امت کے نزدیک شرط ہے صرف شیعہ امامیہ اس کا خلاف کرتے ہیں اور وہ اس میں منفرد ہیں (طحطاوی ص ۲۷۷ باب الجمعہ) لہذا خطبہ نہ پڑھنا بھی قرآن حدیث اور جمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔ فقط۔

(۷) عید کی نماز احادیث صحیحہ سے ثابت ہے حضور اکرم ﷺ نے ہمیشہ پابندی سے عید کی نماز ادا فرمائی ہے، اور آج تک جمہور اہل سنت والجماعت کا اس پر عمل ہے۔

حدیث میں ہے: عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یخرج یوم الفطر والاضحیٰ الی المصلی فاول شئی یبدأ به الصلوٰة ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی صفوفهم فیعظهم ویو صیهم ویأمر هم وان کان یرید ان یقطع بعثا قطعه او یامر بشیئی امر به ثم ینصرف ، متفق علیه .

یعنی حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ تشریف لے جاتے، سب سے پہلے عید کی نماز ادا فرماتے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور صحابہ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے تھے آپ انہیں نصیحت فرماتے (یعنی خطبہ دیتے) اور اگر کسی جگہ لشکر بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو لشکر روانہ فرماتے یا کوئی خاص امر ہوتا تو اس کا حکم فرماتے پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے۔ بخاری و مسلم۔

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۵ باب صلوٰۃ العیدین)

(۲) عن جابر بن سمرة قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم العیدین غیر مرة ولا مرتین بغیر اذان ولا اقامة .رواه مسلم .

یعنی:۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دونوں عیدوں (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی نماز کئی بار بغیر اذان اور بغیر اقامت کے پڑھی ہے، رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۵)

(۳) عن ابن عمر قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابو بکر و عمر یصلون العیدین قبل الخطبة (متفق علیه)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت

عمرؓ دونوں عیدوں کی نماز خطبہ سے قبل پڑھتے تھے۔ (بخاری ومسلم) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۵)

(۴) عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلھما متفق علیہ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عید الفطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں اوران سے قبل کوئی نماز نہیں پڑھی۔ (بخاری ومسلم) مشکوٰۃ ص ۱۲۵۔

اور بھی احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پابندی سے عیدین کی نماز ادا فرمائی ہے، اسی وجہ سے احناف کے نزدیک عیدین کی نماز واجب ہے درمختار میں ہے (تجب صلوتھما) فی الاصح اصح قول کے مطابق دونوں عیدوں کی نماز واجب ہے، شامی میں ہے لانہ صلی اللہ علیہ وسلم واظب علیھما اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے مواظبت کے ساتھ عیدین کی نماز ادا فرمائی ہے۔ (درمختار وشامی ج ۱ ص ۷۷۳ باب العیدین) لہذا عیدین کی نماز نہ پڑھنا بھی احادیث صحیحہ اور سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔

مندرجہ بالا گذارشات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فرقہ مہدویہ کے عقائد قرآن، احادیث اور جمہور علماء اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں اس لئے یہ فرقہ قطعاً گمراہ اور زندیق ہے اہل سنت والجماعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

آخر میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

(سوال) فرقہ مہدویہ جو یہ کہتے ہیں کہ توبہ کا دروازہ بند ہوگیا، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) فرقہ مہدویہ جو اطراف دکن میں پایا جاتا ہے کافر ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۴۲۱ کتاب العقائد)

نوٹ:

احباب سے معلوم ہوا کہ رفتہ رفتہ اس فرقہ کے بیشتر افراد کی اصلاح ہوچکی ہے، اور نئی نسل تو اپنے عقائد سے بالکل ناواقف ہے اور صحیح العقائد حضرات کی صحبت کی وجہ سے وہ بھی صحیح العقیدہ ہو گئے ہیں، صرف برائے نام مہدوی ہیں، البتہ کچھ افراد اپنے عقائد پر قائم ہیں، لہذا جو لوگ صحیح العقیدہ ہو گئے ہیں وہ مذکورہ حکم کے مصداق نہ ہوں گے اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تمام لوگوں کی صراط مستقیم پر قائم ودائم رکھیں اور حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔

امام مہدی کے حالات

علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی ''عقائد اسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں واضح ہو کہ مہدی لغت میں ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں، اس معنی سے بہت سے مہدی ہو چکے ہیں اور بہت سے تا زمانہ مہدی موعود ہوں گے، لیکن وہ مہدی کہ جن کا ذکر احادیث میں بکثرت ہے وہ ایک شخص خاص ہیں جو دجال موعود کے وقت میں ظاہر ہوں گے اور اس سے پہلے نصاریٰ سے جنگ کر کے فتح یاب ہوں گے، حلیہ مبارک ان کا یہ ہے قد مائل بہ درازی قوی الجثہ رنگ سفید سرخی مائل چہرہ کشادہ ناک باریک و بلند زبان میں قدرے لکنت کہ جب کلام کرنے میں تنگ ہوں گے تو زانو پر ہاتھ ماریں گے اور علم آپ کا لدنی ہوگا، چالیس برس کی عمر میں ظاہر ہوں گے بعد اس کے سات یا آٹھ برس تک علی اختلاف الروایات زندہ رہیں گے، نام آپ کا محمد والد کا نام عبداللہ ماں کا نام آمنہ ہوگا، جناب امام حسنؓ کی اولاد میں سے ہوں گے، مدینے کے رہنے والے ہوں گے، یہ علامت اکثر احادیث میں مذکور ہے چنانچہ بعض کا ذکر کرتا ہوں۔

ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا تمام نہ ہوگی جب تک کہ میری اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک نہ ہوگا اور اس کا نام میرا نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۰ باب اشراط الساعۃ)

فائدہ:

حدیث میں حضرت ﷺ نے یوں فرمایا کہ عرب کا مالک ہوگا، حالانکہ امام مہدی تمام زمین کے مالک ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب اسلام کا مرکز اور پایہ تخت ہے اس لئے اس کا ذکر کافی ہوا ابوداؤد نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الا نف یملاء الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلما و جورا یملک سبع سنین (یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں ص ۴۷۰ پر ہے)

ترجمہ:

مہدی میری اولاد میں سے ہے کشادہ پیشانی، بلند بینی بھر دے گا زمین کو عدل و انصاف سے جیسے کہ بھر گئی تھی جور و ظلم سے۔ المختصر امام مہدی مدینہ سے مکہ آئیں گے، لوگ ان کو پہچان کر ان سے بیعت کریں گے اور اپنا بادشاہ بنادیں گے اور اس وقت غیب سے یہ آواز آوے گی ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاستمعوا و اطیعوا کہ خدا کا خلیفہ مہدی یہ ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

اور دوسری علامت یہ ہوگی کہ اس سال جو رمضان ہوگا اس میں چاند اور سورج کا گہن ہوگا، کذا ذکرہ مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ تعالیٰ، ابدال و عصائب آکر ان سے بیعت کریں گے، اور عرب کی فوج ان کی مدد کو جمع ہوگی، اور کعبہ کے دروازے کے آگے جو خزانہ مدفون ہے کہ جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں نکالیں گے اور مسلمانوں کو تقسیم فرمادیں گے، جب یہ خبر مسلمانوں میں منتشر ہوں گی تو ایک امیر خراسانی کہ جس کی فوج کا سپہ سالار ایک شخص منصور نامی ہے، امام مہدی کی مدد کو آوے گا، چنانچہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماوراء النہر

یعنی ملک خراسان سے ایک شخص حارث حراث کہ جس کی فوج کے آگے ایک شخص منصور ہوگا محمد کی اہل بیت یعنی امام مہدی کی مدد کو آوے گا جیسا کہ قریش نے نبی ﷺ کی مدد کی ہی وہ کرے گا، ہر مسلمان پر اس کی مدد واجب ہے۔

ابوداؤد نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک بادشاہ کے مرنے سے اختلاف پڑ جائے گا تو ایک شخص مدینہ کا رہنے والا بھاگ کر مکہ میں آوے گا اہل مکہ اس کو گھر سے بلا کر حالانکہ وہ انکار کرتے ہوں رکن اور مقام کے درمیان بیعت کریں گے اور شام کی فوج اس پر چڑھائی کرے گی، مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیداء میں زمین میں دھنس جاوے گی، جب لوگ حال دیکھیں گے تو ابدال شام سے اور عصائب عراق سے آ کر ان سے بیعت کریں گے پھر ایک قوم قریش کا کہ جس کی ننھیال قبیلہ کلب ہوگا امام مہدی پر فوج بھیجے گا، وہ سب مغلوب ہو جاویں گے اور امام مہدی اور ان کے اتباع غالب آویں گے اور یہ فوج کلب کہلاوے گی، امام مہدی سنت نبوی پر عمل کریں گے اور زمین پر خوب اسلام پھیلے گا اور سات برس امام مہدی زندہ رہیں گے پھر انتقال کریں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔ ان تمام احادیث کی تفصیل رجاجۃ المصابیح باب اشراط الساعۃ ج ۴ ص ۱۵۱ پر دیکھئے۔

القصہ امام مہدی مع لشکر اسلام مکہ سے مدینہ میں نبی ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کو آویں گے، پھر وہاں سے ملک شام میں دمشق تک پہنچیں گے اور نصاریٰ اسی ۸۰ نشان کہ ہر نشان کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی لے کر مقابلہ کو آویں گے جیسا کہ روایت کیا اس کو امام بخاری نے اور دمشق کے قریب دابق یا اعماق میں آ ٹھہریں گے اور ان کے مقابلہ کو امام مہدی دمشق سے فوج لے کر باہر نکلیں گے وہ کہیں گے کہ جن مسلمانوں نے ہمارے لوگ پکڑے ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دو ہم انہیں کو قتل کریں گے، امام مہدی فرمادیں گے واللہ ہم اپنے بھائیوں کو نہ دیں گے پس مسلمانوں کے تین فریق ہوں گے، ایک نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جاویں گے ان کی توبہ خدا کبھی قبول نہ فرمائے گا یعنی حالت کفر میں مرجاویں گے اسلام نصیب نہ ہوگا، اور ایک فریق شہید ہو جاوے گا اور عنداللہ افضل شہداء کا مرتبہ پاوے گا، اور تیسرا فریق فتح پاوے گا اور ہمیشہ فتنہ سے امن میں رہے گا روایت کیا ہے اس کو امام مسلم نے مگر صحیح مسلم میں بجائے شہر دمشق لفظ مدینہ بمعنی شہر آیا ہے لیکن علماء نے اس کو دمشق ہی کہا ہے لہذا اس کو لکھ دیا۔

اور تفصیل اس فریق کے فتح یاب ہونے کی نصاریٰ پر جیسا کہ امام مسلم نے بروایت عبداللہ ابن مسعودؓ نبی ﷺ سے تو روایت کیا ہے کہ یوں ہے کہ امام مہدی جب اس جماعت سے مقابل ہوں گے تو مسلمان یہ قسم کھائیں گے کہ ماریں گے یا مر جائیں گے شام تک جنگ رہے گی آخر دونوں اپنے اپنے فرودگاہوں پر لوٹ جائیں گے، دوسرے روز پھر بہت سے لوگ قسم کھا کر امام مہدیؓ کے ہمراہ میدان جنگ میں آئیں گے دن بھر لڑتے رہیں گے بہت سے جوانمردی کی داد دے کر شہادت کا پیالہ پئیں گے آخر دونوں فریق لوٹ جاویں گے، تیسرے روز پھر جماعت کثیر اسی طرح قسم کھا کر میدان جنگ میں آوے گی، تمام دن کشت وخون رہے گا، ہر دو فریق آخر شام کے وقت اپنے اپنے خیموں میں جاویں گے، چوتھے روز کچھ اہل اسلام جو باقی رہ گئے ہیں امام مہدی کے ہمراہ ہو کر میدان جنگ میں آویں گے اور دلیرانہ اس طرح جنگ کریں گے کہ نصاریٰ کے کشتوں کے پشتے لگادیں گے یہاں تک کہ اگر ان لاشوں پر پرندا اڑے گا تو اس سرے سے دوسری سرے تک نہ جاسکے گا آخر نصاریٰ کی بڑی شکست ہوگی بہت سے جہنم واصل ہوں گے باقی

ماندہ سراسیمہ ہوکر بھاگیں گے پھر امام مہدیؓ انعام بیشمار دلاوران اسلام کو عطا فرمائیں گے اور مال غنیمت کو تقسیم کریں گے لیکن لوگوں کو اس سبب سے کہ ان کے خویش وقارب بہت سے شہید ہوں گے اس سے کچھ خوشی نہ ہوتی یہاں تک کہ جس قبلیہ کے سو آدمی تھے ایک باقی رہ گیا ہوگا پس وہ کسی غنیمت سے خوش ہوگا اور کس میراث کو تقسیم کرے گا۔

بعد اس کے امام مہدی بلد اسلام کا انتظام اور لشکر جمع کرنے کا اہتمام کر کے قسطنطنیہ پر چڑھائی کریں گے تا کہ ان نصاریٰ کو جنہوں نے سلطان کو وہاں سے نکالا تھا شکست دیویں اور تفصیل اس کی موافق روایت ابو ہریرہؓ کے نبی ﷺ سے جیسا کہ روایت کیا ہے اس کو امام مسلم نے یوں ہے کہ جب امام مہدیؓ مع فوج کثیر قسطنطنیہ کو آ گھیریں گے تو اولاد اسحاق کے ستر ہزار مسلمان اس کو گھیر لیں گے اور اس کے ایک جانب دریا اور دوسری طرف خشکی ہے پس وہ اولاد اسحٰق آواز لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر بلند کریں گے تو دریا کی طرف کی دیوار گر پڑے گی، پس جب دوسری بار تکبیر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کہیں گے تو خشکی کی طرف کی دیوار گر پڑے گی پس جب تیسری بار تکبیر لا الـہ الا اللہ و اللہ اکبر کہیں گے تو راہ کھل جاوے گی اور شہر میں گھس آویں گے اور کفار کو قتل کریں گے اور تلواروں کو درخت زیتون سے لٹکا کر مال غنیمت تقسیم کرتے ہوں گے کہ اتنے میں کوئی پکارے گا کیا بیٹھے ہو دجال تمہارے گھروں میں آ گیا ہے جب اس کی تحقیق کو نکلیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ خبر جھوٹ بلکہ آواز شیطانی تھی۔

پھر جب لشکر اسلام شام کی طرف لوٹ آوے گا تو دجال نکلے گا، الحاصل بعد فتح قسطنطنیہ کے دجال نکلے گا، ایک بار اس کے نکلنے کی جھوٹی خبر مشہور ہوگی تو امام مہدی دس سوار اس کی تحقیق کو بطور طلیعہ کی بھیجیں گے، مسلم میں آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ ان سواروں کے نام اور ان گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں اور وہ اس وقت کے سب روئے زمین کے سواروں سے افضل ہوں گے پس معلوم ہوگا کہ یہ خبر غلط ہے ابھی دجال نہیں نکلا، اس کے بعد امام مہدی بہ آہستگی ملک کا بندوبست کرتے ہوئے شام میں آویں گے پھر دجال نکلے گا۔ (عقائد اسلام از ص ۱۸۱ تا ص ۱۸۶)

امام مہدیؓ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا اور قیامت کے قریب دنیا میں تشریف لائیں گے، دجال کو قتل کریں گے، احادیث صحیحہ سے ان کا آنا ثابت ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے عقائد اسلام میں ہے:

مسلم نے روایت کیا ہے کہ اس وقت (جب دجال کا ظہور ہو چکا ہوگا) اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا وہ شہر دمشق کے شرقی سفید منارے پر زرد حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے، جب سر نیچا کریں گے تو پسینے سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھاویں گے تو موتیوں کے دانوں کے مانند قطرے گریں گے۔

پھر امام مہدیؓ سے ملاقات کریں گے امام بتواضع پیش آئیں گے اور کہیں گے اے نبی امام ہو کر نماز پڑھایئے، تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماویں گے نہیں بلکہ تمہیں امامت کرو، اور میں خاص دجال کے قتل کو آیا ہوں۔ مسلم کی ایک روایت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت کریں گے، اور دوسری روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے

کہ امام مہدی کو اس امت کی تعظیم وتکریم کے لئے امام بنادیں گے، مسلم شریف میں ہے اخبرنی نافع مولیٰ ابی قتادة الا نصاری انه سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم فامكم. دوسری روایت میں ہے۔ عن ابی جریج قال اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابر بن عبدالله يقول سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لا تزال طائفة من امتي يقاتلون على الحق ظاهرين الى يوم القيمة قال فينزل عيسىٰ بن مريم صلى الله عليه وسلم فيقول امير هم تعال صل لنا فيقول الا ان بعضكم على بعض امرآء تكرمة لهذه الامة ایک اور روایت میں ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم فامكم منكم ...... الخ (مسلم شریف ج۱ ص ۸۷ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) سو علماء نے اس کی تطبیق یوں کی ہے کہ اول روز تو امام مہدی نماز پڑھاویں گے تاکہ تکریم امت ہو پھر عیسیٰ علیہ السلام بسبب اس کے کہ وہ نبی ہیں۔ واللہ اعلم۔ اور عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کو آمادہ ہوں گے اور جیسا کہ مسلم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم میں یہ تاثر ہوگی کہ جس کافر کو وہ ہوا لگ جاوے گی مر جاوے گا اور ہوا ان کی وہاں تک جاوے گی کہ جہاں تک ان کی نظر پڑے گی، پس وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور باب لد کے پاس اسے قتل کریں گے (لد شام کے کسی پہاڑ کا نام ہے بعض کہتے ہیں کہ شام میں ایک گاؤں ہے) اور نیزہ سے اس کو قتل کر کے اس کا خون لوگوں کو دکھلاویں گے اور اگر اس کے قتل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلدی نہ کرتے تو وہ کافر خود بخود نمک کی طرح گھل جاتا۔

پھر لشکر اسلام دجال کے لشکر کو کہ جو اکثر یہودی ہوں گے بہت قتل کرے گا، ابوداؤد نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے جنگ عظیم میں جو کہ نصاریٰ سے ہوگی اور فتح قسطنطنیہ میں جو کہ اہل اسلام فتح کریں گے چھ برس کا فاصلہ ہوگا پھر ساتویں برس دجال نکلے گا، اور ایک روایت میں بجائے چھ برس کے چھ مہینہ کا فاصلہ آیا ہے مگر اول روایت زیادہ صحیح ہے۔

القصہ جب دجال اور اس کی فوج پامال ہو چکے گی تو امام مہدیؓ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک کی سیر کریں گے اور جن کو دجال کی مصیبت پہنچی تھی ان کو تسلی دیں گے اور ان کے نقصان کا الطاف وعنایت سے تدارک کریں گے، کما رواہ مسلم۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم دیں گے کہ خنزیر قتل کئے جائیں اور صلیب کو جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں توڑی جاوے اور کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جاوے بلکہ وہ اسلام لائے کما رواہ البخاری ومسلم۔

پس اس وقت تمام روئے زمین پر اسلام پھیل جاوے گا، کفر مٹ جاوے گا جور وظلم جہاں سے منہدم ہوگا، اور جیسا کہ ابوداؤد نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے حضرت امام مہدی کی خلافت سات برس ہوگی اور بعض روایات میں آٹھ بعض میں نو بھی آیا ہے اس کے بعد امام مہدی دنیا سے تشریف لے جاویں گے، عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان ان کی نماز پڑھ کر دفن کریں گے اس حساب سے کل عمر ان کی سینتالیس یا اڑتالیس یا انچاس برس کی ہوگی۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۴۰) بعد اس کے تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختیار میں ہوگا اور عالم اچھی حالت پر ہوگا، الخ۔ (عقائد اسلام ص ۱۸۸، ص ۱۸۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سال گرہ کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں، برطانیہ (انگلینڈ یو، کے) میں عیسائیوں کے اندر بچہ کی سالگرہ (برتھ ڈے) منانے کا دستور ہے، بچہ کی پیدائش کی جو تاریخ ہوتی ہے ہر سال اس تاریخ پر اپنے رشتہ دار اور دوست واحباب کو دعوت دیتے ہیں، بعض اوقات گانے بجانے کا اہتمام بھی ہوتا ہے لوگ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تحفہ پیش کرتے ہیں اور یوم سالگرہ کی مناسبت سے ایک خاص قسم کا کیک بنایا جاتا ہے اس کی لمبائی چوڑائی بچہ کے عمر کی مناسبت سے ہوتی ہے، کیک پر بچہ کی عمر کے مطابق موم بتیاں جلائی جاتی ہیں، پانچ برس کا بچہ ہو تو پانچ موم بتیاں، چھ برس کا ہو تو چھ، شام کے وقت جب کہ تمام مدعوئین جمع ہو جاتے ہیں اس وقت وہ بچہ جس کی سالگرہ ہوتی ہے پھونک مار کر موم بتیاں بجھاتا ہے، اگر ایک پھونک سے تمام موم بتیاں بجھ جائیں تو اسے بہت اچھا سمجھا جاتا ہے اور تالیوں سے محفل گونج اٹھتی ہے اس کے بعد وہ بچہ اپنے ہاتھ سے کیک کاٹتا ہے اور اس مجلس میں، ہپی برتھ ڈے ٹو یو (HAPPIBIRTHDAYTOYOU) (تجھ کو سال گرہ مبارک) کو گانے کے طرف پر گایا جاتا ہے۔ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے اور ان میں رائج ہے، بتدریج یہ رسم مسلمانوں میں سرایت کر گئی ہے ہندوستانی اور پاکستانی اکثر مسلمان اس طریقہ پر ''رسم سالگرہ'' مناتے ہیں، آپ سے مؤدبانہ التماس ہے کہ تفصیل کے ساتھ شریعت کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں، اللہ پاک آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، کیا بعید ہے کہ آپ کی تحریر مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔ فقط بینوا توجروا۔

(باٹلی، انگلینڈ)

(الجواب) حضور اقدس ﷺ کی پیشین گوئی ہے **لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبرو ذرا عابذراع حتی لو دخلوا حجر ضب لتبعتموھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاریقال فمن ؟(عن ابی سعیدالخدریؓ)**

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ ضرور بالضرور اگلے لوگوں کے قدم بقدم چلو گے (یعنی ان کی پوری پوری پیروی کرو گے) یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل (سوراخ) میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی اسی طرح کرو گے، ہم نے کہا اگلے لوگوں سے یہود ونصاری مراد ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اور کون؟ (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۸۸ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن سنن من کان قبلکم)

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ **عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیأتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک**۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ضرور بالضرور میری امت میں وہ تمام باتیں اسی طرح پوری ہوں گی جو بنی اسرائیل کو پیش آئی ہیں، حتی کہ اگر ان میں سے کسی شخص نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کا ارتکاب کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو اس طرح کرے گا۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل نمبر ۲)

جولوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا سچا پیغمبر مانتے ہیں، آپ کا کلمہ پڑھتے ہیں کیا وہ سوال میں درج شدہ حرکتوں کا ارتکاب کرتے ہیں، تو یہ استغفر اللہ یہ جاہلانہ اور کافرانہ رسم وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ایمان سے محروم یا اضعف الایمان ہیں، تفسیر بیضاوی میں ہے وانما عد لبس الغیار وشد الزنار ونحوهما كفراً لا نها تدل على التكذيب لا نها كفر فى انفسها یعنی غیار پہننا اور زنار (جنوئی) باندھنا اور ان کے مانند چیزوں کا اختیار کرنا کفر ہے اس لئے کہ یہ چیزیں آپ ﷺ کی تکذیب پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو سچا نبی جانے گا وہ ان چیزوں پر جرأت نہیں کر سکتا اور نہ یہ چیزیں اپنی ذات کے اعتبار سے موجب کفر نہیں ہیں۔
(تفسیر بیضاوی ص ۲۳ سورہ بقرہ)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے من تشبه بقوم فهو منهم.
ترجمہ: جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ (صورتاً) بھی مشابہت اختیار کی وہ (انجام کار) اسی قوم میں سے (حقیقۃً بھی) ہو جائے گا۔ (کتاب اللباس فصل الثانی مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۵)

آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ لا یؤمن احد کم حتی یکون هواه تبعاً لما جئت به تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

غوث اعظم پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے اما بقولک انا من امته من غير متابعة لا نفعک اذا تبعتموه فى اقواله كنتم معه فى صحبته فى دار الاخرة.
ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ کا) اتباع کئے بغیر تیرا یوں کہنا کہ میں آپ کا امتی ہوں تیرے لئے مفید نہیں، جب تم آپ ﷺ کے اقوال و افعال میں آپ کے متبع بن جاؤ گے تو دار آخرت میں تم کو آپ ﷺ کی مصاحبت نصیب ہوگی۔ (الفتح الربانی ص ۱۷۸، مجلس نمبر ۲۵)

غیر قوم کے ساتھ تشبیہ اختیار کرنے کی بہت ہی مذمت آئی ہے، علامہ ابن حجر ہیثمیؒ نے اپنی کتاب "الزواجر عن اقتران الكبائر" میں مالک ابن دینار محدث کی روایت سے ایک نبی کی وحی نقل کی ہے کہ وقال مالک بن دینار اوحى الله الى نبى من الا نبياء ان قل لقومک لا يد خلوا مداخل اعدائى و لايلبسوا ملا لبس اعدائى ولا يركب مراكب اعدائى فيكونوا اعدائى كما هم اعدائى.
ترجمہ: خدا نے انبیاء میں سے ایک نبی علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے نبی اپنی قوم سے کہہ دو کہ میرے دشمنوں کے گھسنے کی جگہوں سے گھسیں بھی نہیں اور میرے دشمنوں کا سا لباس بھی نہ پہنیں اور میرے دشمنوں جیسے کھانے بھی نہ کھائیں اور میرے دشمنوں کی سواریوں جیسی سواریوں پر سوار بھی نہ ہوں۔ (یعنی ان میں سے ہر چیز میں کسی امتیاز کی شان پیدا کر لیں اور امتیاز سب سے بہتر اس طریقہ سے ہو جائے گا جو سنت نبوی ہو) کہ کہیں وہ بھی ان دشمنوں کی طرح میرے دشمن نہ بن جائیں۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۱۵ مقدمہ۔ خاتمہ فی التحذیر من جملۃ المعاصی صغیرہا و کبیرہا)

ڈاکٹر علامہ اقبال جواب شکوہ میں تحریر کرتے ہیں۔

شور ہے ہوگئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں رسم سالگرہ منانے کے لئے لوگوں کو دعوت دے کر جمع نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ختنہ جو سنت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے اس کے لئے بھی دعوت دے کر لوگوں کو جمع کرنے کا دستور نہیں تھا۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو کسی نے ختنہ میں دعوت دی، آپ نے قبول نہ فرمائی، اور فرمایا کہ آنحضور ﷺ کے مبارک دور میں ہم لوگ ختنہ کی تقریب میں نہیں جاتے تھے اور نہ اس کی دعوت دی جاتی تھی۔ (مسند امام احمد ص ۲۱۷ ج ۴)

رسم سالگرہ یہ خالص غیر اقوام کا طریقہ اور انہی کی رسم ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ مذکورہ طریقہ سے اجتناب کریں ورنہ اس کی نحوست سے ایمان خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔

(معاذ الله ، اللهم اهدنا الصراط المستقيم)

ارشاد خداوندی ہے **ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار وما لكم من دون الله من اولياء ثم لا تنصرون.**

ترجمہ: اور (اے مسلمانو) ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے (اس وقت) خدا کے سوا تمہارا کوئی رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر حمایت تو تمہاری ذرہ برابر بھی نہ ہو (قرآن مجید، سورۂ ہود پارہ نمبر ۱۲ رکوع نمبر ۸)

شرعاً جن کاموں کا کرنا ضروری ہے ان کے متعلق احکامات موجود ہیں اور ان احکامات پر عمل کرنے کے لئے اللہ نے رسول اقدس ﷺ کی ذات کو ہمارے لئے نمونہ بنایا ہے ارشاد خداوندی ہے، **لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الآخر وذكر الله كثيراً.**

ترجمہ: تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ ﷺ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔ (قرآن مجید، سورۂ احزاب پ ۲۱ رکوع نمبر ۲۱)

نیز ارشاد فرمایا: **ما آتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا.**

ترجمہ: رسول تم کو جو دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لئے) سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جایا کرو (قرآن مجید سورۂ حشر پارہ نمبر ۲۸)

لہٰذا آپ ﷺ کا جو مبارک نمونہ ہو اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے اس مبارک نمونہ کو چھوڑ کر غیر قوام سے بھیک مانگ کر ان کا طریقہ اختیار کرنا کفران نعمت اور ضلالت کی دلیل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس مبارک نمونہ کو اپنا مشعل راہ بنایا اور اس کے مطابق اپنی زندگی بنائی تو بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے جو قیامت تک یادگار رہیں گے اللہ کی غیبی نصرت ان کے شامل حال رہی دشمنوں کے دل میں اللہ نے رعب ڈال، امداد کے لئے ملائکہ بھیجے، چنانچہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر فرمایا **اذ يوحي ربك الى**

الملئکة انی معکم فثبتو االذین امنوا سأ لقی فی قلوب الذین کفرو الرعب.
ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی (مددگار) ہوں سو (مجھ کو مددگار سمجھ کر) تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلب میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔ (سورہ انفال پارہ نمبر ۹ رکوع نمبر ۱۶) غزوہ احد کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب بما اشرکوا باللہ مالم ینزل به سلطاناً ومأ وٰهم النار بئس مثوی الظلمین.
ترجمہ: ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں ہول (رعب ہیبت) کافروں کے دلوں میں بسبب اس کے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ایسی چیز کو ٹھہرایا ہے جس پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی اور ان کی جگہ جہنم میں اور وہ بری جگہ ہے بے انصافوں کی۔ (سورہ آل عمران پارہ نمبر ۴ رکوع نمبر ۷)

مدینہ منورہ کے قریب ایک یہودی قبیلہ ''بنوقریظہ'' آباد تھا، وہ لوگ اہل اسلام کو تکلیف پہنچانے اور ان کو نیست و نابود کرنے کی سازش کرتے رہتے تھے ان کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ ہوا اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی وانزل الذین ظاهر وهم من اهل الکتاب من صیاصیهم وقذف فی قلوبهم الرعب فریقاً تقتلون وتاسرون فریقاً.
ترجمہ: اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھلا دیا، اور بعضوں کو تم قتل کرنے لگے اور بعضوں کو قید کر لیا۔ (سورۂ احزاب پارہ نمبر ۲۱ رکوع نمبر ۱۹)

یہودیوں کا ایک دوسرا قبیلہ ''بنونضیر'' بھی مدینہ منورہ کے قریب آباد تھا ان کے ساتھ مقابلہ کے وقت یہ آیت نازل ہوئی وقذف فی قلوبهم الرعب یخربون بیوتهم بایدیهم وایدی المؤمنین فاعتبروا یآ اولی الابصار.
ترجمہ: اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑے جا رہے تھے، سوائے دانشمندو اس حالت کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ (سورۂ حشر پارہ نمبر ۲۸ رکوع نمبر ۳) یہ سب اتباع شریعت اور اتباع سنت کا ثمرہ ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

ہوا ہے دامن گلچیں ہی کوتاہ ورنہ گلشن میں
وہی ہے لالہ وگل وہی ہے برگ وباراب بھی
اگر پہلو میں دل ہو اور تڑپ اسلام کی دل میں
برس سکتا ہے ابررحمت پروردگار اب بھی
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

حدیث میں بھی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے من حفظ سنتی اکرمهم اللہ تعالیٰ باربع خصال المحبة فی قلوب البررة والهیبة فی قلوب الفجرة والسعة فی الرزق والثقب فی الدین.
ترجمہ: جس شخص نے میری سنت کی حفاظت کی (دل و جان سے اس کو مضبوط پکڑا اور اس پر عمل کیا) تو اللہ تعالیٰ چار

باتوں سے اس کی تکریم کرے گا (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرے گا (۲) فاجر اور بدکار لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈال دے گا (۳) رزق میں وسعت اور برکت عطا کرے گا (۴) دین میں پختگی نصیب فرمائے گا۔ (شرح شرعۃ الاسلام ص ۸ سید علی زادہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قادیانیوں کا کیا حکم ہے؟ اور ان کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟:

(سوال ۲۶) محترمی ومعظمی حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب دامت فیوضہم وبرکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو، ایک مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی شخص پہلے سے مسلمان تھا بعد میں قادیانی ہوا تو وہ مرتد ہے اور اس پر مرتدین ہی کے احکام جاری ہوں گے، لیکن جو شخص شروع ہی سے قادیانی ہے (یعنی پیدائش سے قادیانی ہے جو آج کل کے اکثر قادیانیوں کا حال ہے) تو وہ اہل کتاب کے حکم میں ہیں" کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر یہ بات صحیح ہو تو ان کے ذبیحہ کا کیا حکم ہوگا؟ امید ہے کہ اس کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔ بینوا، توجروا۔

(الجواب) قادیانیوں کی اولاد (نسلی مرزائی قادیانی) غلام احمد قادیانی کو نبی یا کم از کم مسلمان مانتے ہو تو بھی وہ کافر ہیں، ان کا ذبیحہ حرام اور مردار ہونا چاہئے، ان کو اہل کتاب کے حکم میں قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا ہے، علامہ شامی غالی روافض کو کافر مانتے ہیں اور ان کو اہل کتاب نہیں سمجھتے تو قادیانیوں کی اولاد کا شمار اہل کتاب میں کیسے ہوگا؟ **والظاهر ان الغلاة من الروافض المحكوم بكفرهم لا ينفكون عن اعتقادهم الباطل فى حال اتيانهم بالشهادتين وغيرهما من احكام الشرع كالصوم والصلوة فهم كفار لا مرتدون ولا اهل كتاب.** (رسائل ابن عابدین ص ۳۷۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم جو اس موضوع پر کافی بصیرت رکھتے ہیں رد قادیانیت پر کئی رسائل تصنیف فرمائے ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے

- جو شخص خود قادیانیت کی طرف مرتد ہوا وہ مرتد بھی ہے اور زندیق بھی۔
- اس کی صلبی اولاد بھی اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکماً مرتد ہے اور زندیق بھی۔
- اس کی اولاد کی اولاد مرتد نہیں بلکہ خالص زندیق ہے۔
- مرتد اور زندیق دونوں واجب القتل ہیں، دونوں سے مناکحت باطل اور دونوں کا ذبیحہ حرام اور مردار ہے، اس لئے کسی قادیانی کا ذبیحہ کسی حال میں حلال نہیں۔ (رسالہ قادیانی ذبیحہ ص ۲۴، ص ۲۵ شائع کردہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ پاکستان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

علامات قیامت کا ثبوت:

(سوال ۲۷) کیا حضور اقدس ﷺ نے قیامت کی علامتیں بیان فرمائی ہیں؟ اگر بیان فرمائی ہیں تو وہ کون سی علامات ہیں اس کو وضاحت سے بیان فرمائیں، یہاں ایک دو آدمی انے مانتے نہیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس طرح کسی عظیم الشان چیز کے فنا ہونے سے پہلے کچھ علامتیں اور آثار ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح دنیا کے فنا ہونے سے قبل علامتوں اور آثار کا ظاہر ہونا ثابت ہے اس لئے کہ دنیا کا فنا ہونا بھی ایک عظیم الشان امر ہے، احادیث مبارکہ میں ان علامات کو بیان کیا گیا ہے، حضور اقدس ﷺ سے ان کا ثبوت ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، اس لئے انہیں تسلیم کرنا چاہئے ۔ علامات دو قسم کی ہیں ۔(۱) علامات صغریٰ (۲) علامات کبریٰ، امام مہدی کے ظہور تک جو علامتیں پیش آنے والی ہیں وہ علامات صغریٰ ہیں، اور امام مہدی کے ظہور کے بعد سے نفخ صور تک جو علامات ظاہر ہوں گی وہ علامات کبریٰ ہیں اور یہیں سے قیامت کی ابتداء ہوگی، یہاں کچھ علامات صغریٰ و کبریٰ بیان کی جاتی ہیں۔

یہ امر پیش نظر رہے کہ جو اختیاری امور علامات قیامت میں سے ہیں وہ گناہ کے کام ہوتے ہیں (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۶۵) لہذا ایسی علامات جن کا تعلق بندوں کے اختیاری امور سے ہے ان کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں، گناہوں سے توبہ کریں، نفس کی اصلاح کریں، جن کے حقوق اپنے ذمہ باقی ہیں ان کو ادا کریں اور جو علامات قیامت بیان کی گئیں ہیں ان سے بچنے کی پوری کوشش کریں اور قابل غور بات یہ ہے کہ سینکڑوں سال قبل حضور اقدس ﷺ نے جو نقشہ کھینچا تھا ہو بہو سامنے آرہا ہے، آپ ﷺ نے جو باتیں بیان فرمائی تھیں وہ پوری ہوتی نظر آرہی ہیں اس سے حضور اقدس ﷺ کی نبوت کی صداقت بھی ثابت ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے **عن انس رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان من اشراط الساعۃ ان یرفع العلم ویکثر الجھل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال ویکثر النساء حتی یکون لخمسین المرأۃ القیم الواحد . متفق علیہ.**

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا (یعنی رفتہ رفتہ علمائے ربانی اٹھتے جاویں گے) اور جہل بڑھ جائے گا، اور زنا کی کثرت ہو جائے گی، اور شراب خوری زیادہ ہو جائے گی، اور مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں اس قدر زیادہ ہو جائیں گی کی پچاس عورتوں کے لئے (بعض مقامات میں یا بعض اوقات میں) ایک نگراں ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۹ باب اشراط الساعۃ)

علامہ ابو محمد عبدالحق دہلوی مفسر تفسیر حقانی اپنی مشہور کتاب ''عقائد اسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں بخاری اور مسلم نے بروایت انسؓ نبی ﷺ سے یوں روایت کیا ہے، کہ علامت قیامت یہ ہیں۔ (۱) علم اٹھ جائے گا۔ (۲) جہل زیادہ ہوگا۔ (۳) زنا اور شراب خوری کی بڑی کثرت ہوگی۔ (۴) عورتیں بہت مرد کم ہوں گے یہاں تک کہ (بعض جگہ) بیس عورتوں کا کاروبار کرنے والا ایک آدمی ہوگا، صحیح مسلم میں جابرؓ سے نقل ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے جھوٹے بہت کثرت سے ہو جاویں گے، صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بڑے بڑے کام نا اہل لوگوں کے سپرد کئے جائیں گے، صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگ مصائب دنیا کی کثرت سے موت کی آرزو کیا کریں گے۔ ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے سردار لوگ جہاد کی غنیمت کو اپنا حصہ سمجھیں گے اور کسی کی امانت کو مال نصیحت سمجھ کر دبا بیٹھیں گے اور زکوٰۃ دینے کو جرمانہ سمجھیں گے علم دنیا کے لئے پڑھیں گے مرد عورت کا مطیع ماں کا نافرمان ہو جاوے گا، اور یار کو نزدیک اور باپ کو دور کردے گا مسجدوں میں شور کریں گے، چلاویں گے، فاسق

لوگ قوم کے سردار ہو جاویں گے اور رذیل لوگ قوم کے ضامن ہوں گے اور بدی کے خوف سے آدمی کی تعظیم کریں گے باجے علانیہ ہو جاویں گے، شراب خوری ہوا کرے گی، امت کے لئے لوگوں پر پچھلے لوگ لعنت کریں گے پس اس وقت انتظار کریں گے سخت آندھی کا کہ سرخ رنگ کی ہوگی اور زلزلے اور خسف اور مسخ اور قذف کا۔ الخ۔

(عقائد اسلام ص ۱۸۰)

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ "علامات قیامت" میں تحریر فرماتے ہیں۔ قیامت کی علامت صغری کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب حکام زمین وملک کے اگان ومحصول کو اپنی ذاتی دولت بنائیں (یعنی اس کو مصرف شرعی میں خرچ نہ کریں) زکوٰۃ بطور تاوان ادا کریں، لوگ امانت کو مال غنیمت کی طرح (جو کفار سے جہاد میں حاصل کیا جاتا ہے) حلال وطیب سمجھیں، شوہر اپنی بیوی کی بیجا اطاعت کرے، اولاد والدین کی نافرمانی اور بدلوگوں کی دوستی کرے، علم دین حصول دنیا کی غرض سے سیکھا جاوے، ہر قبیلہ وقوم میں ایسے لوگ سردار بن جاویں جوان میں سب سے زیادہ کمینے، بداخلاق لالچی ہوں۔ انتظامات ایسے اشخاص کے سپرد کیئے جاویں جوان کے لائق نہ ہوں، خوف وضرر کی وجہ سے ایسے آدمیوں کی تعظیم وتکریم کی جائے جو خلاف شرع ہوں، شراب خوری ظاہراً ہونے لگے، آلات لہو ولعب وناچ گانے کا رواج عام ہو جائے، زنا کاری کی کثرت ہو امت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت وطعنہ زنی کرنے لگیں تو اس وقت جھگڑنا اور نہایت سرخ آندھی اور دیگر علامات اور عذاب آنے کا انتظار کرو جیسے زمین دھنسنا آسمان سے پتھروں کا برسنا، صورتوں کا بدل جانا، ان کے علاوہ دوسری علامتیں بھی اس طرح پے در پے ظاہر ہونے لگیں گی جیسے تسبیح کا ڈورا ٹوٹ جائے اور اس کے دانے یکے بعد دیگرے گرنے لگتے ہیں، دوسری حدیثوں میں آیا ہے (الی قولہ) اغلام بازی، چپی بازی، مساجد میں کھیل کود، ملاقات کی وقت بجائے سلام کے گالی گلوچ بکنا، علوم (شرعیہ) کا کم ہونا جھوٹ کو اچھا سمجھنا، دلوں سے امانت ودیانت کا اٹھنا، فاسقوں کا علم سیکھنا، شرم اور حیا کا جاتا رہنا، مسلمانوں پر کفار کا چاروں طرف سے جمع ہو کر ظلم میں اس قدر بڑھ جانا کہ جس سے پناہ لینی مشکل ہو، باطل مذاہب، جھوٹی حدیثوں اور بدعتوں کا فروغ پانا۔ (علامات قیامت ص ۴، ۵)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں کفار ایک دوسرے کو ممالک اسلامیہ پر قابض ہونے کے لئے اس طرح مدعو کریں گے جیسے کہ دستر خوان پر کھانے کے لئے ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ فرمایا نہیں بلکہ اس وقت تم کثرت سے ہو گے لیکن بالکل ایسے جیسے پانی کے زد کے سامنے خس وخاشاک اور تمہارا رعب دشمنوں کے دل سے اٹھ جائے گا اور تمہارے دلوں میں سستی پڑ جائے گی، ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضور سستی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم دنیا کو دوست رکھو گے اور موت سے خوف کرو گے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۹ باب تغیر الناس، ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب الملاحم باب فی تداعی الامم علی الاسلام)

حدیث میں ہے عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعة حتی یتقارب الزمان فتکون السنة کالشھر و الشھر کا لجمعة وتکون الجمعة کالیوم

ویکون الیوم کالساعة وتکون الساعة کالضرمة بالنار، رواه الترمذی.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمانہ پاس پاس ہو جائے (کہ وقت گذرتا معلوم ہی نہ ہو) پس سال مثل مہینہ کے ہو جائے گا اور مہینہ مثل ہفتہ کے اور ہفتہ مثل ایک دن کے اور دن مثل گھڑی کے اور گھڑی مثل آگ کی لپیٹ کے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۰ باب اشراط الساعۃ، ترمذی شریف ج ۲ ص ۵۶، ۵۷ باب ماجاء فی تقارب الزمن ابواب الزہد)

الجواہر الزواہر ترجمہ البصائر میں ہے: خطیب نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نضلہ بن ساویہ کو قادسیہ کی جانب روانہ کیا پس جب عصر کا وقت آیا تو نضلہ نے اذان دی اور کہا، اللہ اکبر، اللہ اکبر، دفعۃً پہاڑ سے ایک جواب دینے والے کی آواز سنائی دی کہ کہتا ہے۔ بڑی ذات کی بڑائی بیان کی تو نے اے نضلہ پھر انہوں نے کہا اشھد ان محمداً رسول اللہ جواب آیا وہ ڈرانے والے اور مژدہ سنانے والے پیغمبر ہیں، جن کی بشارت دی عیسیٰ ابن مریم نے اور انہیں کی امت پر قیامت قائم ہوگی، (کہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ ہوگا) پھر انہوں نے کہا حی علی الصلوٰۃ، جواب آیا مبارک اس کو جو اس کی طرف چلا اور اس کا پابند رہا، پھر انہوں نے کہا حی علی الفلاح آواز آئی فلاح پائی جس نے کہا مانا محمد ﷺ کا کہ یہی امت محمدیہ کی بقاء کا سبب ہے، پھر انہوں نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ جواب آیا کہ پورا اخلاص ظاہر کیا تو نے اے نضلہ، لہٰذا حرام کر دیا اللہ نے تیرا بدن دوزخ پر پس جب نضلہ اذان سے فارغ ہوئے اور سب لوگ اٹھے تو پہاڑ سے جو شخص مؤذن کو جواب دے رہا تھا اس سے سب نے کہا تو کون شخص ہے اللہ کی تجھ پر رحمت ہو کیا تو کوئی فرشتہ ہے یا کوئی جن ہے یا بندگان غیبی میں سے کوئی ہاتف سیاح ہے تو نے ہم کو اپنی آواز سنائی پس اب اپنی صورت بھی دکھا دے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کا وفد ہیں، اور عمر بن خطاب کے بھیجے ہوئے ہیں، راوی کہتا ہے کہ پہاڑ شق ہوا اور ایک بزرگ صفت سفید ریش شخص ظاہر ہوئے بدن پر صوف کی دو چادریں تھیں، پس کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سب نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ تم کون ہو اللہ کی رحمت تم پر ہو، اس نے کہا میں زرنب ولد برتملا ہوں، بندۂ صالح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا وصی کہ انہوں نے مجھ کو اس پہاڑ میں ٹھیرا کر میری درازی عمر کی دعا فرمائی اس وقت تک کہ آسمان سے اتریں اور خنزیر کو قتل کریں صلیب کو توڑیں اور نصاریٰ نے جن محرمات کو حلال بنالیا ان سے بیزاری ظاہر کریں، پس محمد ﷺ سے مجھ کو ملاقات نصیب نہ ہوئی تو عمر ہی سے میرا اسلام کہہ دو اور ان سے کہو کہ اے عمر احتیاط اور اعتدال کے راستہ پر چلو کہ وقت قریب آ لگا ہے اور ان کو ان خصال کی خبر دے دو جو میں تم سے بیان کرتا ہوں کہ جب وہ امت محمدیہ میں ظاہر ہوں گے تو بس بھاگو، بھاگو، یعنی مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے ضرورت پوری کرنے لگیں۔

(۲) اور لوگ اپنے آپ کو دوسرے خاندانوں اور دوسرے آقاؤں کی طرف نسبت کرنے لگیں۔

(۳) اور بڑے ترس نہ کھاویں اپنے چھوٹوں پر۔

(۴) اور نیکی متروک ہو جائے کہ اس کا حکم نہ کیا جائے اور بدی سے روکنا چھوڑ دیا جائے۔

(۵) اور اس غرض سے علم حاصل کریں کہ اس سے روپیہ حاصل کریں۔

(۶) اور بارش بند ہو جائے۔

(۷)اور اولاد سرتا پا غیض وغضب بن جائے۔
(۸)اور اونچے اونچے مناروں کی تعمیر ہونے لگے۔
(۹)اور قرآنوں پر سونے چاندی کے پانی پھیرے جاویں۔
(۱۰)اور مکانات مستحکم بنائے جاویں۔
(۱۱)اور لوگ خواہشات کا اتباع کریں۔
(۱۲)اور دین کو دنیا کے بدلہ فروخت کریں۔
(۱۳)اور خون بہانا اور رشتہ ناطہ سے بے تعلقی کو معمولی بات سمجھیں۔
(۱۴)اور حکومت کی بیع ہونے لگے (کہ جو زیادہ رشوت دے وہی عہدہ حاصل کرے)۔
(۱۵)اور سودخواری ہونے لگے۔
(۱۶)اور تونگری پر عزت مدار رہ جائے۔
(۱۷)اور انسان اپنے گھر سے نکلے تو اس سے بہتر شخص اس کی تعظیم کو کھڑا ہو اور اس کو سلام کرے۔
(۱۸)اور عورتیں زین پر سواری کرنے لگیں۔ (اسکوٹر پر شوہر کے ہمراہ بے پردہ اور عورتوں کا خود اسکوٹر چلانے کا رواج عام ہوتا جارہا ہے) اس کے بعد وہ یعنی زرنب بن برتملا غائب ہوگئے کہ کہیں نظر ہی نہ آئے، پس نضلہ بن معاویہؓ نے یہ قصہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا اور حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا، پس حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو لکھا کہ اے سعد! براہ کرم تم اپنے ساتھی مہاجرین وانصار کے ساتھ روانہ ہو کر اس پہاڑ پر پڑاؤ ڈالو پس اگر ان سے ملاقات ہو تو میرا اسلام پہنچاؤ کیونکہ رسول اللہ نے ہم کو خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی وصی اطراف عراق کے اس پہاڑ میں مقیم ہوا ہے، پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ چار ہزار مہاجرین وانصار کے ساتھ روانہ ہوئے اور چالیس دن تک اس پہاڑ میں ٹھہرے کہ ہر نماز کے وقت اذان دیتے تھے مگر کوئی جواب ہی نہ آیا۔ (الجواہر الزواہر، ترجمہ البصائر ص ۲۸۶ وص ۲۸۷ پچپنویں بصیرت)

یہاں تک علامات صغریٰ بیان ہوئیں، اب اختصار کے ساتھ علامت کبریٰ تحریر کی جاتی ہیں، یہ عقائد اسلام سے ماخوذ ہیں، جو مزید تفصیل سے دیکھنا چاہے وہ عقائد اسلام، علامت قیامت اور کتب حدیث ملاحظہ کریں۔

امام مہدیؓ ظاہر ہوں گے اور بہت ہی عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کریں گے کانا دجال نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچائے گا اس کے قتل کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے اتریں گے اور باب لد کے پاس اس کو قتل کریں گے، جب دجال اور اس کی فوج پامال ہو چکے گی تو امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ملک کی سیر کریں گے اور جن کو دجال سے مصیبت پہنچی تھی ان کو تسلی دیں گے اور اس وقت تمام روئے زمین پر اسلام پھیل جائے گا، کفر مٹ جاوے گا دنیا سے ظلم وجور منہدم ہوگا، حضرت امام مہدیؓ کی خلافت سات یا آٹھ علی اختلاف الروایات رہے گی اس کے بعد آپ کی وصال ہو جائے گا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کریں گے، اس کے بعد تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار میں ہوگا، ہر طرف امن وسکون ہوگا اس دوران آپ پر وحی آئیگی کہ میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جاؤ، میں نے ایسی قوم (یعنی یاجوج ماجوج)

نکالی ہے کہ کسی کو اس قوم کے ساتھ جنگ کی طاقت نہیں ہے چنانچہ یاجوج ماجوج دنیا میں پھیل پڑیں گے اور خوب ادھم مچائیں گے اور پھر خدا کے قہر سے ہلاک ہوں گے، قوم یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے بعد پھر زمین میں خیر وبرکت ظاہر ہوگی یہاں تک کہ ایک انار کو ایک گھر کے آدمی شکم سیر ہو کر کھاویں گے اور ایک بکری کے دودھ سے ایک گھر کے لوگ سیر ہو جائیں گے، یہ خیر وبرکت سات برس تک رہے گی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے انتقال کریں گے اور حضور اقدس ﷺ کے روضہ میں دفن ہوں گے پھر آہستہ آہستہ دنیا میں شر وفساد کفر والحاد پھیل جاوے گا اور ان دنوں میں آسمان سے ایک دھواں نمودار ہوگا، مؤمنین کو زکام سا معلوم ہوگا، اور کافروں کو نہایت تکلیف ہوگی کل چالیس روز یہ دھواں رہے گا، مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت نہ ہوگی جب تک کہ دس علامتیں نہ دیکھو گے، پھر آپ نے ذکر فرمایا (۱) دھواں (۲) اور دجال (۳) اور دابۃ الارض (۴) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) اور عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا (۶) یاجوج ماجوج کا نکلنا (۷) اور تین جگہ زمین میں خسف ہونا، ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک جزیرہ عرب میں (۸) اور سب سے پیچھے ایک آگ کہ یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف پہنچاوے گی۔

انہیں دنوں میں کہ ماہ ذی الحجہ ہوگا یوم النحر کے بعد رات نہایت دراز ہوگی یہاں تک کہ لوگ ہیبت اور قلق سے بے قرار ہو کر نالہ وزاری کریں گے اور توبہ توبہ پکارینگے اس رات کی درازی تین یا چار رات کے برابر ہو جائیں گی اور لوگ نہایت مضطرب ہوں گے تب قرص آفتاب تھوڑے سے نور کے ساتھ مغرب کی جانب سے طلوع کرے گا اور اتنا بلند ہو کر کہ جتنا چاشت کے وقت ہوتا ہے پھر غروب ہو جائے گا اور پھر حسب دستور قدیم مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا، اس کے بعد نہ کسی کی توبہ قبول ہوگی نہ کسی کا ایمان، احادیث صحیحہ میں یہ مضمون بکثرت آیا ہے، چنانچہ بخاری اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت نہ ہوگی جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے گا، پس جب وہ طلوع کرے گا اور لوگ اس کو دیکھیں گے تو ایمان لاویں گے مگر اس وقت کا ایمان نفع نہ دے گا۔ مغرب سے آفتاب طلوع ہونے کے دوسرے روز یہ حادثہ پیش آوے گا کہ مکہ مکرمہ میں جو ایک پہاڑ ہے جس کو صفا کہتے ہیں زلزلہ آ کر شق ہو جائے گا اور ایک جانور جس کی عجیب صورت ہوگی باہر آوے گا اور لوگوں سے بات چیت کرے گا، خدا کی قدرت کا کرشمہ معلوم ہوگا، دابۃ الارض کا نکلنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، طلوع آفتاب اور خروج دابہ سے نفخ صور میں سو برس کا فاصلہ ہوگا، دابۃ الارض کے نکلنے کے چند عرصہ کے بعد شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی جس سے کوئی اہل ایمان اور اہل خیر زمین پر نہ رہے گا سب اس سے مرجاویں گے، یہاں تک کہ اگر کوئی پہاڑ کی غار میں چھپے گا تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچے گی اور اس کو مارے گی، اس کے بعد بدلوگ جو نیکی اور بھلائی نہ جانیں گے باقی رہ جاویں گے، اس کے بعد حبشہ کے کفار کا غلبہ ہوگا اور ملک میں ان کی سلطنت ہو جائے گی اور وہ حبشی خانہ کعبہ کو گرادیں گے اور اس کے نیچے سے خزانے نکالیں گے اس وقت ظلم وفساد پھیلے گا، چوپائیوں کی طرح لوگ کوچہ وبازاروں میں ماں، بہن سے جماع کیا کریں گے قرآن کا غذوں سے اٹھ جائے گا، کوئی اہل ایمان دنیا پر نہ رہے گا اور آپس کے ظلم وستم سے شہر اجاڑ ہو جاویں گے، قحط ووبا کا ظہور ہوگا پھر چند مدت کے بعد جنوب کی طرف سے ایک آگ اٹھے گی کہ لوگوں کو گھیر کر جہاں مرنے کے بعد حشر ہوگا یعنی ملک شام کی طرف لاوے گی جب شام کے وقت لوگ ٹھہر جایا کریں گے آگ

بھی ٹھہر جائے گی پھر جب آفتاب بلند ہوگا وہ آگ اس کے پیچھے چلے گی جب لوگ شام کے ملک میں پہنچ جائیں گے تو وہ آگ غائب ہوجائے گی، چنانچہ مسلم نے حذیفہ ابن اسید غفاریؓ سے انہوں نے نبی ﷺ سے دس علامات قیامت روایت کئے ہیں ان میں آخر میں یہ ہے نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرھم کہ ایک آگ یمن سے کہ جنوب میں واقع ہے نکلے گی لوگوں کو محشر کی طرف کہ وہ ملک شام ہے ہانک کر لے جاوے گی اس کے بعد چار پانچ برس تک لوگوں کو خوب عیش وآرام میسر ہوگا اور شیطان آدمی کی صورت میں آکر کہے گا تم کو حیا نہیں آتی وہ کہیں گے اب تو کیا کہتا ہے، تب وہ کہے گا بتوں کی عبادت کرو تب لوگ بتوں کی عبادت کریں گے اس میں ان کو روزی کی فراخی اور فراخ دستی حاصل ہوگی جیسا کہ روایت کیا اس کو مسلمؒ نے، الغرض جب دنیا میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا جیسا کہ روایت کیا اس کو مسلمؒ نے، تب صور پھونکے گا قیامت ہوجائے گی الحاصل لوگ اس وقت عیش وآرام میں ہوں گے کوئی کسی کام میں کوئی کسی میں مصروف ہوگا کہ یکا یک جمعہ کو روز عاشورہ ہوگا علی الصباح لوگوں کے کان میں ایک باریک آواز آوے گی، لوگ متحیر ہوں گے کہ یہ کیا ہے تب رفتہ رفتہ وہ آواز بلند ہوتی جاوے گی یہاں تک کہ کڑک اور رعد کے برابر ہوگی، تب لوگ مرنے شروع ہوں گے، صور ایک چیز ترئی یا بگل کے مانند ہے میکائل اس کو منہ سے بجاویں گے اس کی آواز کی شدت سے ہر چیز فنا ہوجاوے گی، چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ صور ایک سینگ سا ہے کہ اس میں پھونک ماری جائے گی، صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اول صور کی آواز ایک شخص کے کان میں پڑے گی کہ وہ اپنے اونٹ کے حوض کو لیپتا ہوگا، سنتے ہی بے ہوش ہوجاوے گا، اور پھر سب آدمی بے ہوش ہوجاویں گے، وتری الناس سکری وما ھم بسکری ولکن عذاب اللہ شدید یعنی دیکھے گا تو لوگوں کو بے ہوش پڑے اور وہ بے ہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ کے سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے پس دمبدم آواز زیادہ ہونے لگے گی کہ باہر کے وحشی جانور شہروں میں آویں گے اور شہروں کے لوگ گھبراہٹ سے جنگل میں جاویں گے کما قال اللہ تعالیٰ واذا الوحوش حشرت اور جب وحوش میں رول پڑے جاوے گی پس سب جاندار مر جائیں گے تب آواز زیادہ ہونے کے سبب سے درخت اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھرینگے وتکون الجبال کالعھن المنفوش یعنی ہوجاویں گے اس روز پہاڑ دھنی اون کے مانند پھر جب آواز تیز ہوگی تو آسمان کے تارے اور چاند سورج ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکرے ہوجاوے گا اور زمین بھی معدوم ہوجاوے گی اذا السماء انشقت جس وقت آسمان پھٹ جاوے واذا الارض مدت اور جب زمین کھینچی جائے اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت جس وقت سورج لپیٹا جاوے اور جس وقت ستارے بے نور ہوجائیں گے۔ فاذا نفخ فی الصور نفخة واحدة وحملت الارض والجبال فدکتا دکة واحدةً فیو مئذ وقعت الواقعة وانشقت السمآء پس جب پھونکا جاوے صور میں ایک ہی دفعہ اور اٹھائی جاوے زمین اور پہاڑ بس ایک ہی بار توڑے جائیں پس اس روز ہوجائے گی ہونے والی یعنی قیامت اور پھٹ جاوے گا آسمان۔

فائدہ:

بعض علماء کہتے ہیں کہ فناء کلی سے آٹھ چیزیں مستثنٰی ہیں کہ ان کو فنا نہ ہوگی، (۱) عرش (۲) کرسی

(۳) ولوح (۴) وقلم (۵) وبہشت (۶) ودوزخ (۷) وصور (۸) وارواح لیکن ارواح پر ایک قسم کی بے ہوشی طاری ہووے گی، اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ سوائے ذات باری تعالیٰ کے ہر چیز فنا ہوگی، اور ان چیزوں پر بھی ایک دم بھر کے لئے فنا آوے گی۔ کما قال تعالیٰ کل شی ھالک الا وجھہٗ یعنی ہر چیز اس کے سوا ہلاک ہوگی، المختصر جب فقط اللہ تعالیٰ باقی رہے گا کما قال تعالیٰ ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام اور باقی رہ جاوے گا، ایک اللہ بزرگی اور جلال والا اس وقت فرماوے گا لمن الملک الیوم کہ آج کس کا ملک ہے؟ پھر کوئی جواب نہ دے گا تو پھر آپ ہی فرمادے گا للہ الواحد القھار کہ ملک ایک اللہ قہار ہی کا ہے، بعد اس کے پھر دوسری بار صور پھینکے گا اس سے ہر چیز دوبارہ پھر زندہ موجود ہو جاوے گی الخ۔ (عقائد السلام ص ۱۷۸ تا ص ۱۹۶ مختصراً باب سوم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی:

(سوال ۲۸) کیا یہ بات ممکن ہے کہ مردے زندہ لوگوں سے بات کریں اور زندہ لوگ مردوں کا کلام سن سکیں امید ہے اس کے متعلق تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں گے۔

(الجواب) اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، اللہ کی مشیت سے جس طرح مردے زندہ لوگوں کی بات سن سکتے ہیں اسی طرح اللہ کی مشیت سے مردوں کی بات زندہ بھی سن سکتے ہیں اور یہ سننا زیادہ تر خواب (نیند) میں ہوتا ہے اور گاہے بیداری کی حالت میں بھی ہو جاتا ہے اور دونوں قسم کے صحیح واقعات مستند کتابوں میں ملتے ہیں۔

(۱) حضرت زید بن خارجہؓ یہ جلیل القدر انصاری صحابی ہیں، حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ان کا وصال ہوا، حضرت نعمان بن بشیرؓ راوی ہیں کہ جب ان کا جنازہ تیار کر کے رکھ دیا گیا اور نماز کے لئے حضرت عثمانؓ کا انتظار ہونے لگا تو میں نے ارادہ کیا کہ انتظار کے اس وقفہ میں دو رکعت نماز ہی پڑھ لوں، چنانچہ میں ایک طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا، دوسرے لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے اتنے میں جنازے سے آواز آئی السلام علیکم انصتوا انصتوا (یعنی خاموش ہو کر بات سنو) اس کے بعد مرحوم حضرت زید ابن خارجہؓ نے ایک طویل کلام فرمایا جس میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں شہادت دی اور ان کے کچھ اوصاف بیان فرمائے اور اخیر میں حضرت عثمان کے بارے میں ایک پیشین گوئی فرمائی جو بعد میں بالکل حق ثابت ہوئی۔

حضرت زید ابن خارجہ کے بعد الموت تکلم کرنے کا یہ واقعہ اور ان کا وہ پورا کلام قریب قریب ان سب کتابوں میں مروی ہے جو صحابہ کرام کے احوال میں لکھی گئی ہیں اور ائمہ حدیث وروایت نے اس کو قبول کیا ہے امام بخاری تک نے اس کو ذکر کیا ہے، کما فی الاصابہ، (بحوالہ تذکرہ شاہ عبد الرحیم وشاہ ابو الرضا دہلوی مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہی علیہ الرحمہ مع ضمیمہ ''اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی'' از مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم ص ۱۷۱، ص ۱۷۲) (تہذیب، عمدۃ الاخبار، اکفار الملحدین بحوالہ ملفوظات محدث کشمیریؒ، مرتب مولانا سید احمد رضا بجنوری مؤلف انوار الباری دامت برکاتہم ص ۱۲۸)

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمہ اللہ اکبر آباد میں حضرت اقدس مرزا محمد زاہد ہروی رحمہ اللہ کے درس سے فارغ ہو کر واپس تشریف لا رہے تھے، راہ میں ایک غیر آباد لمبی گلی پڑتی تھی اس وقت حضرت والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم صاحبؒ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ کے ابیات مزے لے لے کر پڑھ رہے تھے، وہ ابیات یہ ہیں۔

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است

جز سر عشق ہرچہ بخوانی بطالت است

(یاد الٰہی کے سوا جو کچھ کہ تو کرے گا زندگی برباد کرنا ہے، اور عشق الٰہی کے اسرار کے بجز جو کچھ تو پڑھے گا وہ بے ہودگی اور غفلت ہے)

سعدی بشوئی لوح دل از نقش غیر حق

(اے سعدی تو دل کی تختی کو غیر اللہ کے نقش سے پاک اور صاف کر دے)

اب اس کے بعد والا مصرعہ یاد نہیں آ تا اس لئے بار بار دہراتے اور آخری مصرعہ کو پڑھنا چاہتے ہیں مگر ذہن میں نہیں آ تا اس پریشانی کے عالم میں تھے کہ پیچھے سے ایک درویش (جن کی وضع قطع فقیرانہ تھی) آپ کی داہنی طرف سے نکلے اور کہا کہ

علمے کہ راہ حق ننماید جہالت است (جو علم کہ خدا کی طرف راہ نہ دکھلائے وہ علم جہالت ہے) یہ سنتے ہی دل باغ باغ ہو گیا اور فرمایا اے درویش خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ نے میرے دل کے اضطراب کو رفع کر دیا جو وہ درویش آگے بڑھ گئے تو خوشی کے عالم میں پوچھا کہ اے بھائی اتنا تو بتلاؤ کہ آپ کون ہیں؟ کہ آپ کے لئے دعا کرتا رہوں، انہوں نے فرمایا ''سعدی ہمیں فقیر است'' (جسے سعدی کہتے ہیں وہ اسی فقیر کا نام ہے)

(۳) ''ملفوظات'' مولانا احمد رضا خاں صاحب میں ہے:۔

عرض:۔ کیا یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت محبوب الٰہیؒ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے؟

ارشاد:۔ یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی، آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لیا ہے ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں، حالانکہ اس وقت بار گاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے حضرت سید ابرہیم امیر جی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیروں کے سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے اور گذارش کی کہ مجلس میں تشریف لے چلئے۔ حضرت سید ابراہیم امیر جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم جاننے والے ہو، مواجہ اقدس میں حاضر ہوا گر حضرت راضی ہوں تو میں ابھی چلتا ہوں، انہوں نے مزار اقدس میں مراقبہ کیا، دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔ ''ایں بدبختاں وقت ما را پریشان کردہ اند'' وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں فرمایا آپ نے دیکھا؟ (ملفوظات جلد نمبر ص ۹۰ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۹ ص ۱۰۰ جلد ۲)

(۴) علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ شیخ اسکندری کی قبر شریف پر زیارت کے لئے

گئے اور سورۂ ہود پڑھنی شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے۔ فمنھم شقی وسعید (یعنی پس بعض ان لوگوں میں سے بد بخت ہیں اور بعض نیک بخت) تو شیخ قبر کے اندر بلند آواز سے جواب دیتے ہیں کہ ''لیس فینا شقی'' (یعنی اے کمال ہم میں کوئی بد بخت نہیں ہے) اسی لئے علامہ کمال الدین ابن ہمام نے وقت انتقال وصیت کی کہ میں شیخ کی قبر کے متصل دفن کیا جاؤ۔ (اکمال الشیم ص ۳)

(۵) حضرت محمد بن نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے مرحوم ابونواس رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ رحمت کے لباس میں ہیں، تب میں نے کہا کہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا، کہا کہ میں نے اپنی موت سے پہلے چند ابیات لکھے تھے جس کے باعث مجھے بخش دیا گیا اور وہ ابیات میرے تکیہ کے نیچے رکھے ہیں، چنانچہ صبح ہوتے ہی میں ان کے گھر پہنچا اور خواب کا واقعہ گھر والوں کو سنا کر تکیہ اٹھا کر دیکھا تو ابیات والا کاغذ پایا جس میں یہ اشعار تھے۔

یا رب ان عظمت ذنوبی کثیرۃً
فلقد علمت بان عفوک اعظم
ان کان لایرجوک الا محسن
فمن الذی یدعوا ویرجوا المجرم
ادعوک رب کما امرت تضرعا
فاذا رددت یدی فمن ذایرحم
مالی الیک وسیلۃً الا الرجاء
وجمیل عفوک ثم انی مسلم

ترجمہ: (۱) اے میرے رب اگر چہ میرے گناہ بہت زیادہ ہیں لیکن میرا عقیدہ ہے کہ تیرا کرم اور عفو میرے گناہوں سے کئی درجہ زیادہ ہے۔

(۲) اگر جو تیری ذات پاک سے نیک بندہ ہی بخشش کا امیدوار ہو تو (مجھ جیسا سیاہ کار کس کو پکارے اور کس سے بخشش کی امید رکھے۔

(۳) اے خدا میں تجھے آہ وزاری کے ساتھ پکارتا ہوں جیسا کہ تو نے حکم دیا ہے اگر تو مجھ گنہگار کا دست دعا رد کردے تو مجھ تباہ کار پر کون رحم کرے۔

(۴) سوائے امید کے میرا کوئی وسیلۂ نجات نہیں ہے اور دراصل بات یہ ہے کہ تیری بخشش تو روشن اور ظاہر ہے ہاں ایک بات یہ ہے کہ میں مسلمان اور اسلام کا نام لیوا ہوں۔

(۶) بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ابراہیم قاضی نیشاپوریؒ سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تب کسی نے اس آدمی کی متعلق آپ سے کہا کہ حضرت اس شیخ کا عجیب قصہ ہے اس وقت حضرت ابراہیمؒ نے اس سے کہا کہ اے شخص وہ کیا قصہ ہے اس نے کہا کہ حضور اس سے پہلے میں کفن چور تھا، اتفاقاً ایک عورت کا انتقال ہو گیا تو میں اس کی قبر کو پہچاننے کے لئے وہاں گیا اور اس پر نماز بھی پڑھی اور جب کہ رات کو میں

نے قبر کھود کر اس کی قبر پر اپنا ہاتھ بڑھایا تب اس عورت نے کہا کہ سبحان اللہ یہ کیا عجیب بات ہے کہ ایک جنتی مرد ایک جنتی عورت کا کپڑا کھینچ رہا ہے، تجھے خبر بھی ہے کہ تو نے مجھ پر نماز پڑھی ہے اس کی خدا نے مغفرت فرمائی ہے، اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم (ص ۲۱۷، ص ۲۱۸)۔

(۷) ''کتاب المنامات'' میں منقول ہے) کہ ابوبکر ابن خیاطؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز خواب میں میں نے اپنے آپ کو قبرستان میں دیکھا دیکھ رہا ہوں کہ اہل قبور اپنی اپنی قبروں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے جنت کی خوشبو اور ریحان ہے اور شیخ المشائخ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ آمد ورفت فرما رہے ہیں تب میں نے حضرت معروف کرخی سے کہا کہ حضور آپ تو وفات پا چکے ہیں، جواب میں فرمایا۔

موت التقی حیات لا نفاد لها

قد مات قوم وهم فی الناس احیاء

یعنی:۔ جس نے پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کیا، موت کے بعد اس کو ایسی زندگی میسر ہوتی ہے کہ جس کے لئے فنا نہیں ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

شہیدان محبت کو کبھی مرتے نہیں دیکھا

حیات جاودانی ملتی ہے تو فنا ہو کر

(۸) مشہور تابعی ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ کی طرف آیا ایک منزل پر میں نے قیام کیا وہاں میں نے رات کو وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں وہاں ایک قبر بھی تھی میں اسی پر سر رکھ کر سو گیا پھر میری آنکھ کھل گئی تو صاحب قبر نے شکایت کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ تم نے آج رات مجھے ایذاء پہنچائی (یعنی تمہارا سر رکھ کر سونا میری ایذاء کا سبب ہوا) پھر اسی صاحب قبر نے کہا کہ تم زندہ لوگ عمل کرتے ہو اور (اس کا نتیجہ کا) علم تم کو نہیں ہے اور مردوں کو علم ہو گیا ہے مگر افسوس ہم عمل نہیں کر سکتے، پھر کہا کہ جو دو رکعتیں تم نے اس وقت پڑھیں وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں، اللہ تعالیٰ دنیا کے زندہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بہتر جزا دے میری طرف سے ان کو سلام پہنچاؤ ان کی دعاؤں سے ہم مردوں کو پہاڑوں کی عظیم مقدار میں انوار ملتے ہیں۔

(اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی ص ۱۶۱، ص ۱۶۲ مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہم ضمیمہ تذکرہ حضرت شاہ عبد الرحیم وشاہ ابوالرضا دہلویؒ)

(۹) جلیل القدر تابعی مطرف بن عبد اللہ الحراشیؒ فرماتے ہیں کہ ایک جمعہ کے دن میں ایک قبرستان کے پاس سے گذرا، میں نے دیکھا کہ ایک جنازہ وہاں آیا ہوا ہے، میں نے سوچا کہ موقع غنیمت ہے اس جنازہ میں بھی شرکت کر لو، چنانچہ میں اسی ارادے سے قبرستان میں آ گیا، پھر میں لوگوں کے پاس سے ہٹ کر ایک طرف آ گیا اور وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور بالا رادہ ہلکی اور مختصر پڑھی، اس کے بعد مجھے کچھ اونگھ سی آ گئی، یہاں ایک قبر تھی، میں نے دیکھا کہ صاحب قبر مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تم نے یہ دو رکعتیں زیادہ اچھی نہیں پڑھیں، میں نے کہا ہاں بے شک ایسا ہی ہوا ہے، اس صاحب قبر نے فرمایا ''تم زندہ لوگ عمل کرتے ہو لیکن تم کو علم نہیں ہے (یعنی اعمال کے ثواب وعذاب کے بارے میں وہ علم نہیں ہے جو مرنے کے بعد ہم کو حاصل ہو گیا ہے) اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم یہاں کوئی عمل نہیں

کر سکتے (پس تم لوگوں پر رشک کرتے ہیں) بخدا اگر مجھے یہاں ایسی ہلکی اور مختصر ہی دو رکعتیں پڑھنے کا موقع دے دیا جائے جیسی تم نے پڑھی ہیں تو میرے لئے یہ دو رکعتیں پوری دنیا اور اس کے سارے ساز و سامان سے زیادہ ہوں گی (مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ) اس کے بعد میں نے اس صاحب قبر سے پوچھا کہ یہاں کس قسم کے لوگ مدفون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ خدا کے فضل سے سب مسلمین ہیں اور سب کو اللہ تعالیٰ کا فضل نصیب ہے میں نے کہا اچھا یہ بتایئے کہ یہاں کے مدفونوں میں سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا...... میں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس قبر والے اپنے بندے کو میرے لئے باہر نکال دے تاکہ میں اس سے کچھ باتیں کرسکوں تو اس قبر سے ایک جوان نکل کر میرے سامنے آ گیا، میں نے اس سے کہا آپ یہاں والوں میں سب سے افضل ہیں، اس نے کہا یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں میں نے کہا اس چھوٹی سی عمر میں آپ کو یہ بلند مقام کیوں کر حاصل ہوا؟ کیا حج وعمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے اعمال کی کثرت سے؟ انہوں نے کہا میرا معاملہ یہ ہے کہ مجھے دنیوی زندگی میں مصائب اور تکلیف کا بہت سامنا ہوا اور مجھے ان پر صبر کی توفیق ملی، بس اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل وکرم اسی کا صلہ ہے۔

(اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی ص ۱۶۲، ص ۱۶۳)

(۱۰) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے عہد صحابہ کا ایک عجیب وغریب واقعہ صعب بن جثامہ اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہم کا نقل کیا ہے۔

صعب بن جثامہ اور عوف بن مالک ان دونوں کے درمیان عہد مواخات (یعنی بھائی چارہ کا معاہدہ) ہوا ان میں سے صعب بن جثامہ کا انتقال ہوگیا، عوف بن مالک نے ان کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے (چند دوسری باتوں کے علاوہ) عوف کو یہ بھی بتایا کہ میں نے فلاں یہودی سے دس دینار قرض لئے تھے اور وہ میرے ہاں ''قرن'' (سینگ) میں رکھے ہوئے ہیں وہ اس یہودی کو دے دیئے جائیں، عوف کہتے ہیں کہ صبح ہوئی تو میں نے دل میں کہا کہ اس کو خواب میں تو بڑی تعلیم اور بڑا پیغام ہے میں صعب کے گھر آیا، سب سے پہلے میں نے ''قرن'' اتروایا اور جو کچھ اس میں تھا اس کو نکالا تو اس میں وہ تھیلی نکلی جس میں دینار محفوظ تھے، میں وہ دینار لے کر اس یہودی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ کیا صعب پر تمہارا کچھ قرض تھا یا نہیں تو اس نے کہا کہ ہاں انہوں نے دس دینار قرض لئے تھے عوف کہتے ہیں کہ میں نے وہ دینار جو قرن سے نکلوائے تھے وہ اس کے سامنے ڈال دیئے تو اس نے دیکھ کر کہا خدا کی قسم یہ تو بعینہ میرے والے دینار ہیں۔'' (کتاب الروح ص ۱۹ مختصراً وملخصاً ''بحوالہ'' اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی ص ۱۶۶)

(۱۱) اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ حضرت ابن قیس بن شماسؓ کا ہے جس کو ابو عمر وعبدالبر نے سند کے ساتھ ان کی صاحبزادی کی روایت سے نقل کیا ہے۔

ثابت بن قیس معرکہ یمامہ میں شہید ہوئے (یعنی اس جنگ میں جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر کے ساتھ حضرت خالد ابن ولیدؓ کی کمان میں لڑی گئی) جس وقت وہ شہید ہوئے تو ان کے جسم پر ایک بہت نفیس اور قیمتی زرہ تھی، مسلمانوں ہی کے لشکر میں کا ایک آدمی ان کے پاس سے گذرا تو اس نے ان کی وہ زرہ اتار کر اپنے قبضہ میں کر لی۔ لشکر کے ایک مجاہد نے ثابت بن قیس کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ تم یہ خیال کر کے کہ یہ ایک بے حقیقت خواب ہے اس کو ضائع کر دو، مجھے کہنا یہ

ہے کہ میں کل شہید کر دیا گیا ہوں اور مسلمانوں ہی میں ایک شخص نے میری زرہ لے لی ہے اوراس کا خیمہ بالکل آخری کنارہ پر ہے اور ایک پہچان یہ ہے کہ اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا ہے جو بہت اچھلتا کودتا ہے اس نے میری زرہ کو اس طرح چھپایا ہے کہ اس کے اوپر ایک بڑی ہانڈی الٹ دی ہے اوراس کے اوپر کجاوہ ہے، تم خالد بن ولید سے کہو کہ وہ کسی کو بھیج کر اس سے میری زرہ حاصل کریں، اور جب تم مدینہ پہنچو تو خلیفہ رسول ابوبکر صدیقؓ سے عرض کرنا کہ مجھ پر اتنا قرض ہے اور میرے غلاموں میں سے فلاں فلاں آزاد ہیں (یعنی میں ان کو آزاد کرتا ہوں) چنانچہ یہ صاحب جن کو ثابت بن قیس نے خواب میں یہ وصیت کی تھی حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور ان سے زرہ والی بات کہی، انہوں نے آدمی بھیج کر خواب کی نشاندہی کے مطابق وہ زرہ حاصل کر لی اور جب یہ صاحب مدینہ آئے تو حضرت ابوبکرؓ کو حضرت ثابت کا خواب والا پیغام پہنچایا حضرت ابوبکرؓ نے ان کی وصیت کے نفاذ کا حکم دیا۔

(کتاب الروح ص ۲۱ بحوالہ ''اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی ص ۱۶۶ تا ص ۱۶۹)

(۱۲) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی تصنیف ''شوق وطن'' میں ہے۔

عن جبیر رضی اللہ عنه قال اما واللہ الذی لا الہ الا ھو لقد ادخلت ثابتا البنانی فی الحدہ ومعی حمید الطویل فلما سوینا علیه اللبن سقطت لبنة فاذا ھو فی قبرہ یصلی وکان یقول فی دعائه اللّٰھم ان کنت اعطیته احدا من خلقت الصلوٰۃ فی قبرہ فاعطینھا فما کان اللہ لیرد دعاۂ.

(اخرجه ابو نعیم فی الحلیة.

ترجمہ: حضرت جبیرؓ سے روایت ہے وہ قسم اللہ وحدہ لاشریک لہ، کی کھا کر کہتے ہیں کہ میں نے ثابت بنانیؒ کو ان کی لحد میں رکھا اور میرے ساتھ حمید طویل بھی تھے جب ہم نے ان پر کچی اینٹیں چنیں تو ایک اینٹ گر پڑی میں دیکھتا کیا ہوں کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ اپنی دعاء میں کہا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر کسی کو آپ نے قبر میں نماز پڑھنا عطا فرمایا ہے تو مجھ کو بھی عطا کیجئے، سو خدا تعالیٰ نے ان کی دعا رد نہیں فرمائی (بلکہ جیسا موسیٰؑ کو یہ دولت عطا فرمائی ہے (اخرجہ مسلم) اسی طرح ان کو عطا ہوئی۔ (شوق وطن ص ۲۳) (ص ۳۹، ص ۴۰ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ محمد علی روڈ بمبئی)

نیز شوق وطن میں ہے۔

(۱۳) عن ابن عباس قال ان بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم جلس علی قبر وھو لا یحسب انه قبر فاذا فیه انسان یقرأ سورۃ الملک حتی ختمھا فاتی النبی صلی اللہ علیه وسلم فاخبرہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ھی المانعة وھی المنجیة تنجیه من عذاب القبر اخرجه الترمذی. شوق وطن ص ۲۳۔۲۴، ص ۴۰ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ بمبئی نمبر ۳۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے کوئی صحابہ کسی قبر پر بیٹھ گئے اور (بوجہ نشان نہ ہونے کے) ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے سو دیکھتے کیا ہیں کہ اس کے اندر ایک آدمی ہے جو سورۂ ملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس کو پورا ختم کیا انہوں نے نبی ﷺ کو آ کر خبر کی آپ نے فرمایا کہ یہ سورت (عذاب سے) بچانے والی ہے اور وہ نجات دینے والی ہے کہ مردے کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔

(۱۴) حکایت:

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اخبار الاخیار میں شیخ محمد ترک نارنولیؒ کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ وہاں دو شہیدوں کی قبریں ہیں ایک کو بوجہ بلند زمین بلند شہید اور دوسرے کو بوجہ نشیب زمین نشیب شہید کہتے ہیں یہ دونوں شہداء حافظ کلام اللہ تھے کہتے ہیں کہ بعض بزرگوں نے ان کی قبروں سے تلاوت قرآن کی آواز سنی ہے جو بطریق دور پڑھتے تھے۔

(۱۵) حکایت:

صاحب خزینۃ الاصفیاء شیخ روز بھان کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابو طاہر جو شیخ روز بھان کے اصحاب میں سے ہیں کہتے) ہیں کہ میں اور شیخ روز بھان ہر روز صبح کو قرآن کا دور کیا کرتے تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا تو دنیا میری نظر میں تیرہ و تاریک ہو گئی، ایک دن میں نے پچھلی رات کو اٹھ کر نماز پڑھی اور شیخ کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا مگر مجھے اپنی تنہائی و بے کسی پر رونا آیا اسی حالت میں میں نے شیخ کی قبر سے تلاوت قرآن کی آواز سنی اور جب تک لوگ جمع نہیں ہوئے برابر سنتا رہا یہی حال ایک عرصہ تک رہا مگر جب میں نے اس کا ذکر اپنے ایک دوست سے کر دیا تو اس روز سے آواز کا آنا موقوف ہو گیا۔

(۱۶) حکایت:

صاحب ماثر الکرام نے بحوالہ کتاب اخبار الاصفیاء رقم فرمایا ہے کہ حافظ محمود قرآن خواں بلگرامی قدس سرہٗ جو اپنے وقت کے ممتاز و برگزیدہ بزرگ تھے جب سے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو تشریف لے گئے ہمیشہ ہر شب جمعہ کو ان کے مرقد منور سے قرآن خوانی کی آواز کاملین کو سنائی دیتی ہے۔

(۱۷) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع احکام القرآن میں تحریر فرماتے ہیں۔

علامہ یافعیؒ نے روض الریاحین میں بعض صالحین سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک شخص کی قبر کھودی اور لحد بنائی لحد بناتے ہوئے اس کے قریب کے قبر کی ایک اینٹ گر پڑی میں نے دیکھا کہ ایک شیخ تشریف فرما ہیں اور ان کے بدن پر سفید کپڑے لہرا رہے ہیں ان کی گود میں ایک قرآن ہے جو سونے کا لکھا ہوا ہے اور تلاوت میں مشغول ہیں انہوں نے سر اٹھایا اور مجھ سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا قیامت قائم ہو گئی؟ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے کہا اینٹ اسی جگہ رکھ دو اللہ آپ کو عافیت سے رکھے چنانچہ میں نے اینٹ اسی جگہ رکھ دی۔

ویشبہ هذا ما حکاه الیافعی فی روض الریاحین عن بعض الصالحین قال: حضرت قبر الرجل من العباد والحدته ،فبینا انا اسوی اللحد اذ سقطت لبنة من لحد قبر یلیه ، فنظرت ، فاذا بشیخ جالس فی القبر علیه ثیاب بیض تقعقع وفی حجره مصحف من ذهب مکتوب بالذهب وهو یقرأ فیه فرفع رأسه و قال لی اقامت القیامة رحمک الله ؟ قلت لا، قال رد اللبنة الی موضعها عافاک الله تعالیٰ فردوتها.

(احکام القرآن ص ۱۷۸ ج ۳ مطبوعۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی، پاکستان)

(۱۸) نیز احکام القرآن میں ہے۔

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے......ابن میناء فرماتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں پہنچا اور دو رکعت مختصر سی پڑھیں، پھر ایک قبر سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا میں ابھی بیدار ہی تھا کہ قبر سے ایک آواز سنی، تم اٹھ جاؤ، تم نے مجھے ایذا پہنچائی تم عمل کرتے ہو لیکن تم کو علم نہیں (کہ اس کا کتنا ثواب ہے) اور ہم جانتے ہیں لیکن عمل نہیں کر سکتے، اللہ کی قسم میں تمہاری طرح دو رکعتیں پڑھوں یہ مجھے دنیا و مافیہا سے محبوب ہے اخرج ابن ابی الدنیا و البیہقی فی دلائل النبوۃ من طریق المعتمر بن سلیمان عن ابیہ عن ابی عثمان النھدی عن ابن میناء قال دخلت الجبانۃ فصلیت رکعتین خفیفتین ثم اضطجعت الی قبر فو اللہ انی لنبھان اذسمعت قائلاً فی القبر یقول، قم فقد اذیتنی، انکم لتعملون ولکن لا تعلمون ونحن نعلم ولا نعمل فاللہ لان اکون صلیت مثل رکعتیک احب الی من الدنیا وما فیھا (احکام القرآن ص ۱۷۹ ج ۳)

(۱۹) نیز احکام القرآن میں ہے، حاکم نے تاریخ نیشاپور میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ایسی سند کے ساتھ جس میں ایک راوی مجہول ہیں سعید بن مسیبؒ سے روایت کی ہے، آپ فرماتے ہیں ہم امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے آپ نے پکارا اے اہل قبور اسلام علیکم، تم ہمیں اپنی خبر بتاؤ یا تم ہم سے خبر سننا چاہتے ہو، ہم نے ایک قبر میں سے آواز سنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المؤمنین ہمارے بعد کیا ہوا آپ اس کی خبر بتاؤ، حضرت علیؓ نے فرمایا تمہاری بیویوں نے نکاح کرلیا، تمہارا مال تقسیم ہو گیا اولاد یتیم ہوگئی تمہارے مکانوں میں تمہارے دشمن رہنے لگے یہ ہماری خبر ہے، تمہاری کیا خبر ہے؟ ایک میت نے جواب دیا تحقیق کہ کفن پھٹ گئے بال بکھر گئے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، آنکھیں نکل پڑیں ناک سے خون پیپ بہنے لگا، ہم نے جو آگے بھیجا وہ پایا، اور جو چھوڑ کر آئے اس میں ہمیں نقصان ہوا اور ہم اپنے اعمال میں مرہون و محبوس ہیں۔

واخرج الحاکم فی تاریخ نیسابور و البیھقی وابن عساکر فی تاریخ دمشق بسند فیہ من یجھل عن سعید بن المسیب قال: دخلنا مقابر المدینۃ مع علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ فنادی، یا اھل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تخبرونا باخبارکم ام تریدون ان نخبرکم؟ قال فسمعنا صوتاً من داخل القبر وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المؤمنین اخبرنا عما کان بعدنا فقال علی رضی اللہ عنہ اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد قسمت والاولاد فقد حشر وافی زمرۃ الیتامی والبناء الذی شید تم فقد سکنہ اعداء کم فھذا اخبار ما عندنا فما اخبارکم ما عندکم فاجابہ میت: قد تخرفت الاکفان وانتثرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت المناخر بالقیح والصدید وما قدمناہ وجدناہ وما خلفناہ خسرناہ ونحن مرتھون بالاعمال. (احکام القرآن ص ۱۷۸، ص ۱۷۹ ج ۳)

(۲۰) امام بخاری علیہ الرحمہ نے ''تاریخ'' میں اور ابن مندہ نے حضرت عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے

آپ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے ثابت بن قیس شماس کو دفن کیا اور آپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے، جب ہم نے ان کو قبر میں اتارا تو ہم نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا'' محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ابو بکر صدیق ہیں، عمر شہید ہیں، عثمان امانت دار قابل رحم ہیں، ہم نے ان کو دیکھا وہ مردہ تھے (اور مردہ ہونے کی حالت میں یہ کلام کیا) **واخرج البخاری فی تاریخه وابن منده عن عبدالله بن عبیدا لله الا نصاری قالت کنت فی من دفن ثابت بن قیس بن شماس و کان اصیب یوم الیمامة فلما ادخلناه قبره سمعناه یقول " محمد رسول الله ، ابو بکر الصدیق عمر الشهید، عثمان امین رحیم" فنظر الیه فاذا هو میت (احکام القرآن ص ۱۸۱ ج۳)**

(۲۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی علیہ الرحمہ'' فضائل صدقات '' میں روض الریاحین کے حوالہ میں نقل فرماتے ہیں۔

ایک کفن چور تھا وہ قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا اس نے ایک قبر کھودی تو اس میں ایک شخص اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا، وہ قرآن پڑھ رہے ہیں اور ان کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے، اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، لوگوں نے اسے قبر سے نکالا تین دن بعد ہوش آیا لوگوں نے قصہ پوچھا تو اس نے سارا حال سنایا، بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی اس سے پوچھا کہ قبر بتا دے اس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا کہہ رہے ہیں کہ اگر تو نے میرے قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا کہ یاد کرے گا، اس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا۔ (روض) فضائل صدقات حصہ دوم ص ۴۷۵)

(۲۲) نیز فضائل صدقات میں ہے۔

'' شیخ ابو یعقوب سنوی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل کو ظہر کے وقت مر جاؤں گا، چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا، طواف کیا اور تھوڑی دور جا کر مر گیا، میں نے اس کو غسل دیا اور دفن کیا، جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے، کہنے لگا کہ میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے (روض) (فضائل صدقات ص ۴۷۸ حصہ دوم)

(۲۳) نیز فضائل صدقات میں ہے:۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا، اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا، میں نے کہا میرا انگوٹھا چھوڑ دے، مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے، یہ ایک مکان ہے، دوسرے مکان میں انتقال ہے، اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا، شیخ ابن الجلاء مشہور بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور ان کو نہلانے کے لئے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے نہلانے والے چھوڑ کر چلا دیئے، کسی کو ہمت ان کے نہلانے کی نہ پڑتی تھی، ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے تو انہوں نے غسل دیا۔ (روض) فضائل صدقات ص ۴۷۶ حصہ دوم)

اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث تحریر فرماتے ہیں: غرض صاحب روض نے بہت سے واقعات ان مرنیوں کے ایسے لکھے ہیں جن سے ان کے مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد نہایت بشاش ہونا، ہنسنا مذاق کرنا، لطف اڑانا

معلوم ہوتا ہے، مرنے کے بعد کلام کرنے کے واقعات حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں بھی ذکر کئے ہیں، حضرت زید بن خارجہؓ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف نہیں کہ انہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا اور اسی طرح بعض دوسرے صحابہ کرام سے بھی نقل کیا ہے۔ (فضائل صدقات ص ۶۷۴ حصہ دوم)

اب آخر میں ایک عجیب وغریب اور مستند اور مبارک واقعہ ملاحظہ ہو۔

(۲۴) امام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ شرف ختم'' میں سلسلہ وار سند سے لکھا ہے کہ وہ روایت کرتے ہیں شیخ کمال الدینؒ سے اور وہ شیخ شمس الدین جزری سے اور وہ شیخ زین الدین مراغی سے اور وہ شیخ عزالدین احمد فاروقی کے واسطے سے اور وہ اپنے والد شیخ ابواسحاق ابراہیم سے اور وہ اپنے باپ شیخ عزالدین عمر رحمہم اللہ تعالیٰ سے کہ میں ۵۵۵ھ میں سید احمد رفاعی کے ساتھ سفر حج میں تھا، جب وہ مدینہ طیبہ پہنچے، اور روضہ شریف پر حاضر ہوئے تو انہوں نے ان الفاظ سے سلام عرض کیا السلام علیکم یا جدی (اے نانا جان آپ پر سلام) وہاں سے جواب عطا ہوا وعلیک السلام یا ولدی (تجھ پر سلام اے میرے بیٹے) کہ اس کو تمام اہل مسجد نے سنا، حضرت سید احمد رفاعیؒ پر وجد شدید نے غلبہ کیا اور بڑی دیر تک رو یا کئے اور شدت شوق میں عرض کیا۔ یا جداہ۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولة الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک کئی تحظی بها شفتی

یعنی:۔ اے نانا جان حالت بعد میں اپنی روح کو حضور میں بھیج دیا کرتا تھا وہ نائب بن کر زمین بوس ہو جاتی تھی، اب جسم کی حاضری کی نوبت آئی ہے سو ذرا اپنا دایاں دست مبارک دیجئے تا کہ میرا لب اس کے بوسہ سے مشرف ہو جائے، پس فوراً آپ ﷺ کا دست مبارک چمک اور مہک کے ساتھ قبر شریف سے ظاہر ہوا اور ہزاروں آدمیوں نے زیارت کی اور سید رفاعیؒ نے اس کا بوسہ لیا۔ (مجمع البحور ص ۱۸۶)

(۲۵) حقیقت السورت میں ہے:۔ سورت کے ایک بزرگ شیخ محمد فاضل سورتی رحمہ اللہ (آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۷ھ میں ہوئی اور سن وفات ۱۳۰۲ھ ہے) جس روز آپ کی وفات ہوئی وہ عرفہ کا دن تھا، آپ فرمارہے تھے کہ میں حج کے لئے جارہا ہوں چنانچہ سورة کے کچھ باشندے حج سے فارغ ہوکر واپس لوٹے تو ان کا بیان ہے کہ ہم نے مولانا صاحب کو حج کے دن عرفات میں دیکھا، دیکے از خوارق آنجناب یوم حج بود میگفتند کہ برائے حج میروم چوں بعضے از ساکنان سورت از حج فارغ شدہ آمدند گفتند کہ مولوی صاحب را در عرفات بروز حج دیدہ بودم۔

(حقیقت السورت فارسی ص ۹۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ احقر سید عبدالرحیم لاجپوری۔

بزرگان دین حین حیات یا بعد وفات حج کے لئے یا دیگر مقامات پر جا سکتے ہیں یا نہیں؟:

(سوال ۲۹) کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ بزرگان دین اپنی حیات میں مخفی طور پر یا بعد الوفات حج کے لئے اور اسی طرح دیگر مقامات پر جا سکتے ہیں یا نہیں؟ حوالوں کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں،

بینوا توجروا۔

(الجواب) اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقرب بندے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سفر کر سکتے ہیں، حج کے لئے بھی جا سکتے ہیں، مشیت الٰہی پر موقوف ہے خود ان کو اختیار نہیں ہوتا اور یہ درجہ یاد الٰہی، سنت کی پیروی اور اتباع شریعت کی برکت سے حاصل ہوتا ہے یہ ان کی کرامت اور حضور اقدس ﷺ کا معجزہ ہوگا۔

حقیقت السورت میں ہے:۔ سورت کے ایک بزرگ شیخ محمد فاضل سورتی رحمہ اللہ (آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۷ھ میں ہوئی اور سن وفات ۱۳۰۲ھ ہے) جس روز آپ کی وفات ہوئی وہ عرفہ کا دن تھا، آپ فرما رہے تھے کہ میں حج کے لئے جا رہا ہوں، چنانچہ سورت کے کچھ باشندے حج سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو ان کا بیان ہے کہ ہم نے مولانا صاحب کو حج کے دوران عرفات میں دیکھا تھا۔

دیگے از خوارق آنجناب یوم حج بدی گفتند کہ برائے حج میروم چوں بعضی از ساکنان سورت از حج فارغ شدہ مدند گفتند کہ مولوی صاحب' درعرفات بروز حج دیدہ بودم۔ (حقیقت السورت فارسی ص ۹۳)

ایسا ہی ایک واقعہ اکمال الشیم میں شیخ عطاء اللہ اسکندری رحمہ اللہ مصنف ''الحکم'' کا لکھا ہے (شیخ احمد بن محمد ن عبدالکریم بن عطاء اللہؒ نے الحکم تصنیف فرمائی، آپ ابن عطاء اللہ اسکندری کے نام سے مشہور تھے، الحکم کے مضامین ‌ٖاب پر منقسم نہ تھے اس لئے شیخ علی متقیؒ نے الحکم کے متفرق مضامین کو ابواب کے ماتحت مرتب فرمایا اور اس کتاب کا م ''تبویب الحکم'' رکھا، پھر حضرت العلامہ مولانا الحافظ خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے تبویب الحکم کا اردو میں رجمہ کیا اور اس کا نام ''اتمام النعم'' رکھا، اس کے بعد مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ گنگوہی نے اتمام النعم کی شرح لکھی، اور س شرح کا نام ''اکمال الشیم'' رکھا، اس اکمال الشیم میں شیخ عطاء اللہ اسکندری'' کے مختصر حالات قلم بند کئے ہیں، ان کے حالات میں یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے)

''شیخ کے تلامذہ میں سے کوئی صاحب حج بیت اللہ کے لئے گئے تو شیخ کو انہوں نے مطاف میں پایا، حالانکہ ان کو اپنے مقام پر چھوڑ گئے تھے، پھر آگے چل کر مقام ابراہیم میں دیکھا اس کے بعد پھر صفا مروہ کی درمیان دیکھا۔ س کے بعد عرفہ میں بھی دیکھا، جب حج سے واپس آئے تو شاگرد نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا میرے بعد شیخ حج کو چلے گئے تھے، لوگوں نے انکار کیا جب استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت کیا کہ سفر حج میں کن کن لوگوں کو دیکھا، شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو بھی دیکھا تھا، شیخ مسکرا دیئے۔

غفر اللہ له ولنا ولجميع عباد اللہ الصالحين بحرمة سيدنا محمد واله واصحابه الطاهرين ومتبعی سننه اجمعين (اكمال الشيم ص ۳ و ص ۴) فقط واللہ اعلم بالصواب.

حجر اسود کا بوسہ دینے میں اس کی عبادت کا شائبہ

(سوال ۳۰) غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان حجر اسود کو بوسہ دے کر اس کی پوجا کرتے ہیں، ان کو کیا جواب دیا جائے؟

(الجواب) حجر اسود کو بوسہ محبت کی غرض سے دیا جاتا ہے، بطور عبادت وعظمت اور حاجت روا جان کر نہیں دیا جاتا۔

مذکورہ اعتراض کا جواب آج سے چودہ سو سال پہلے دیا جا چکا ہے، نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کے قریب کھڑے ہوکر فرمایا تھا انی لا علم انک حجر لاتضر و لا تنفع ولو لا امرنی ربی ان اقبلک ما اقبلک (ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: مجھے معلوم ہے تو ایک پتھر ہے نفع ونقصان پہنچانے پر قادر نہیں، میرا رب تجھے بوسہ دینے کا حکم نہ کرتا تو میں بوسہ نہ دیتا۔

اسی طرح اس مسئلہ کی تنقیح کرنے والے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ ایک مرتبہ طواف فرما رہے تھے اس وقت کچھ نومسلم دیہاتی بھی موجود تھے، حضرت عمرؓ جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو چومنے سے قبل ذرا ٹھہر گئے اور فرمایا: انی لا علم انک حجرو لا تضرو لا تنفع ولو لا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما اقبلک: (مشکوٰۃ باب دخول مکۃ والطواف فصل ثالث ص ۲۲۸)

ترجمہ: میں جانتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے (معبود نہیں ہے) نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع، اگر میں نے آپ ﷺ کو چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے نہ چومتا۔

ذرا سوچئے کہ مسلمان حجر اسود کو قابل پرستش اور حاجت رواؤ اور نفع ونقصان کا مالک جانتے ہوتے تو اس طرح خطاب کا کیا مطلب؟ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ بوسہ صرف جذبۂ محبت میں دیتے ہیں، اپنی اولاد اور بیوی کو بھی بوسہ دیتے ہیں کیا انہیں معبود اور حاجت روا سمجھ کر بوسہ دیا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فقط۔

طاعون سے متعلق اسلامی تعلیمات:

(سوال ۳۱) آج کل سورت میں بیماری پھیلی ہوئی ہے، حکومت اسے طاعون کہہ رہی ہے اور اسے "چھپی روگ" سمجھتی ہے یعنی یہ بیماری متعدی ہے ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے، کیا اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے یہ بات صحیح ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگتی ہے؟ اور وبائی والی جگہ سے بھاگنے کا کیا حکم ہے؟ امید ہے کہ تفصیل سے اس پر روشنی ڈالیں گے۔

(الجواب) حامداومصلیا و مسلما ۔زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ چند بیماریاں (جیسے خارش جذام وغیرہ) متعدی ہیں، جسے آج کی اصطلاح میں ''چھپی روگ'' کہا جاتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے اس کی نفی فرمائی ہے اور ارشادفرمایا **لا عدویٰ الخ**.

اور حضور اقدس ﷺ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ منجانب اللہ ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے۔ **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یو حی.**

ترجمہ: اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں، آپ کا ارشاد نری وحی ہے جوان پر بھیجی جاتی ہے۔ (قرآن مجید، سورۂ نجم پ۲۷) لہذا حضور ﷺ کا مذکور فرمان عالی بھی منجانب اللہ وحی ہے۔ پوری حدیث ملاحظہ ہو بخاری شریف میں ہے۔

سمعت اباھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا عدویٰ ولا طیرة ولا ھامة ولا صفر الخ (بخاری شریف ص ۸۵۰)

کتاب الطب باب الجذام (مشکوٰة شریف ص ۳۹۱ باب الفال والطیرة)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہ (مرض کا) تعدیہ ہے (بلکہ جس طرح حق تعالیٰ کسی کو مریض بناتے ہیں اسی طرح دوسرے کو اپنے مستقل تصرف سے مریض کردیتے ہیں، میل جول سے مرض کسی کو نہیں لگتا یہ سب وہم ہے) اور نہ (جانور کے اڑنے سے) بدشگونی لینا کوئی چیز ہے (جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ داہنی جانب سے تیتر وغیرہ اڑے تو منحوس جانتے ہیں یہ سب ڈھکوسلے ہیں) اور نہ الو کی نحوست کوئی چیز ہے، جیسا کہ عام طور پر لوگ اس کو منحوس خیال کرتے ہیں یہ بالکل من گھڑت بات ہے اور حدیث صریح کے خلاف ہے) اور ایک رسم ماہ صفر میں آخری چہار شنبہ کی مروج ہے یہ بھی بالکل بے اصل ہے۔ (ترجمہ منع تشریح ماخوذ از خطبات الاحکام خطبہ نمبر۴۰)

دوسری حدیث میں ہے۔ **عن ابی ھریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا عدوی ولا ھامة ولا صفر فقال اعرابی یا رسول اللہ فما بال الا بل تکون فی الرمل لکا نھا الظبآء فیخا لطھا البعیر الا جرب فیجربھا ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فمن أعدی الاول؟ (بخاری شریف ج۲ ص ۸۵۹، کتاب الطب، باب لا ھامة) (مسلم شریف ج۲ ص ۲۳۰)**

(مشکوٰة شریف ص ۳۹۱ باب الفال والطیرة)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ بدشگونی لینا ہے اور نہ صفر ہے، پس ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ! پس اونٹوں کا کیا حال ہے کہ وہ ریگستان میں ہرنوں کی طرح تندرست ہوتے ہیں، پھر ان میں ایک خارشی اونٹ ملتا ہے پھر وہ دوسروں کو خارشتی کر دیتا ہے، پس پیغمبر خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا! پس کس نے خارشتی کیا ہے پہلے کو؟ یعنی وہ بھی بتقدیر الٰہی خارشتی ہوا تھا یہ بھی بتقدیر الٰہی ہوئے۔)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں مرض متعدی ہونے (بالفاظ دیگر چھپی روگ) کا کوئی تصور

اور عقیدہ نہیں ہے، ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم اور تقدیر الٰہی سے ہوتی ہے لہذا یہ عقیدہ اور خیال کر کے کہ دوسرے کی بیماری مجھے لگ جائے گی یا میں طاعون والی جگہ میں رہوں گا تو موت آ جائے گی طاعون والی جگہ سے بھاگنا جائز نہیں ہے۔ حدیث میں ممانعت آئی ہے، بخاری شریف میں ہے۔

حدثنا حفص بن عمر ...... قال سمعت اسامة بن زيد يحدث سعداً عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قال اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تد خلوها واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها لقوله عليه السلام فی آخر الحديث ولا تخرجوا منها فراراً منه. ويدل علی التحريم ماروی عن ام المؤمنين عائشة رضی الله عنها انه عليه السلام قال الفارمن الطاعون كالفارمن الزحف، واخرج ابن خزيمة فی صحيحه ان الفرار منه من الكبائر والله تعالیٰ يعاقب عليه ان لم يعف. الی قوله . ونقل ابو الحسن المدائنیؒ عن ابيه قال فلما فر احد من الطاعون فسلم. قال تاج الدين السبكی والذی حكاه مجرب وليس ببعيد ان يجعل الله الفرارمنه سبباً لقصر العمر وقد جاء فی الكتاب الكريم ما يؤخذ منه ان الفرار من الجهاد سبب لقصر العمر وهو قوله تعالیٰ قل لن ينفعكم الفراران فررتم من الموت او القتل واذا لا تمتعون الا قليلاً. وحكی ان والده استنبط ذالک من هذه الاية (مجالس الابرار ص ۳۴۵ وص ۳۴۶ مجلس نمبر ۵۹)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضرت سعدؓ کو یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم کسی جگہ طاعون پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور جہاں تم مقیم ہو وہاں طاعون پھیل جائے جملہ" **ولا تخرجوا فراراً منه**" (طاعون سے بھاگ کر مت نکلو) کی وجہ سے اور حرمت پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا طاعون سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگنے والے کے برابر ہے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ اس سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر عذاب دے گا اگر معاف نہ کیا۔ الیٰ قولہ۔ اور ابوالحسن مدائنیؒ نے اپنے والد بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ طاعون سے بھاگنے والا کم بچتا ہے تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں یہ جو بیان کیا ہے یہ بات آزمائی ہوئی ہے اور کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ طاعون سے بھاگنے کے سبب سے عمر کم کر دے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قل لن ينفعكم الفرار** ...... آپ فرما دیجئے کہ تم کو بھاگنا کچھ نافع نہیں ہو سکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں بجز تھوڑے دنوں کے اور زیادہ متمتع نہیں ہو سکتے، نقل کیا ہے کہ امام تاج الدین سبکیؒ کے والد بزرگوار (جو بڑے محدث گذرے ہیں) اسی آیت سے استنباط فرماتے ہیں کہ طاعون سے بھاگنے والا زیادہ مدت زندگی کے فوائد حاصل نہیں کرتا بلکہ اس کی عمر کم ہو جاتی ہے۔

اس کے قریب قریب مضمون امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بھی تحریر فرمایا ہے ملاحظہ ہو مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی ص ۴۳۰ ج ۱، فارسی، مکتوب نمبر ۲۹۹۔

لہذا اللہ رب العزت پر یقین کرتے ہوئے وہیں ٹھہرے رہیں بھاگنے کی کوشش نہ کریں اس جگہ سے بھاگ جانا نجات کا سبب نہیں ہے اپنے گناہوں پر توبہ استغفار اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور انابت یہ چیزیں در اصل نجات دینے والی ہیں، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرار سے نہی والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ **قال ابن**

الملک فان العذاب لا یدفعه الفرار وانما یمنعه التوبة والا ستغفار۔ ابن ملکؒ فرماتے ہیں فرار عذاب الٰہی کو دور نہیں کرتا، عذاب الٰہی کو دور کرنے والی چیز توبہ اور استغفار ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۶۰ ج ۳ ملتانی)

نیز اس میں یہ حکمت بھی پیش نظر ہے کہ اگر سب وہاں سے نکل جائیں گے تو بیماروں کی عیادت اور تیمارداری کون کرے گا؟ اور مردوں کی تجہیز و تکفین کون انجام دے گا؟ لہٰذا نکلنے سے منع فرمایا۔ التعلیق الصبیح میں ہے ویحتمل انه کره ذلک لما فیه من تضییع المرضیٰ اذآ رخص للاصحاء فی التحول عن جانبهم وترک الاموات بم ضیعة فلا یحضرهم من یقوم بامرهم ویصلی علیهم (التعلیق الصبیح علی مشکاة المصابیح ۲ / ۱۹۹) نیز جو لوگ وہاں مقیم ہیں ان کی ہمت پست ہوگی اور لوگوں کو بھاگنے والوں سے بدظنی پیدا ہوگی۔

پس اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے اور یہ یقین کر کے کہ جو تقدیر الٰہی میں ہوگا وہی ہوگا، ثواب کی امید رکھتے ہوئے وہیں ٹھہرا رہے تو اللہ رب العزت محض اس ٹھہرنے پر بھی اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها زوج النبی صلی الله علیه وسلم انها اخبرته انها سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الطاعون فاخبرها نبی الله صلی الله علیه وسلم انه کان عذاباً یبعثه الله علیٰ من یشآء فجعله الله رحمة للمؤمنین فلیس من عبدیقع الطاعون فیمکث فی بلده صابراً یعلم انه لن یصیبه الا ماکتب الله له الا کان له' مثل اجرا لشهید (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۵۳ کتاب الطب باب اجر الصابر فی الطاعون)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ (بعض کے لئے ایک طرح کا عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے (بطور عذاب) کے بھیجتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اہل ایمان کے لئے رحمت بنایا ہے جو شخص وقوع طاعون کے وقت اپنی بستی میں صابر اور امیدوار ثواب ہو کر اس اعتقاد سے کہ وہی ہوگا جو مقدر ہے ٹھہرا رہے گا تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵ باب عیادۃ المریض۔)

اور اگر اللہ کو منظور ہوا اور اس میں اس کا انتقال ہوگیا تو یہ شہادت کی موت ہوگی بخاری شریف میں حدیث ہے

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الطاعون شهادة لکل مسلم (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۵۳ باب مایذکر فی الطاعون) (مشکوٰة شریف ص ۱۳۵)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

دوسری روایت میں ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الشهداء خمسة المطعون والمبطون والغریق وصاحب الهدم والشهید فی سبیل الله، متفق علیه (مشکوٰةشریف ص ۱۳۵ باب عیادة المریض)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہداء پانچ ہیں طاعون والا اور جس کو پیٹ کی بیماری ہو (جیسے اسہال، استسقاء) اور جو ڈوب جائے اور جو دب کر مرجائے اور جو جہاد میں شہید ہو جائے۔

الطاعون شهادة لامتى ورحمة لهم ورجس على الكافرين. (حم وابن سعيد عن ابن عسيب (كنز العمال ج۵ ص ۱۸۶ رقم الحديث نمبر ۳۸۱۴)

ترجمہ: طاعون میری امت کے لئے شہادت ہے اور ان کے لئے رحمت ہے اور کافروں پر عذاب ہے۔

شامی میں ہے۔

(قوله والمطعون) وكذا من مات فى زمن الطاعون بغيره اذا اقام فى بلده صابراً محتسباً فان له اجر الشهيد كما فى حديث البخارى وذكر الحافظ ابن حجر انه لا يسئل فى قبره اجهودى .(رد المحتار على الدر المختار ج ا ص ۸۵۲ باب الشهيد)

ترجمہ: جس کا طاعون میں انتقال ہوا ہو وہ شہید ہے اسی طرح وہ شخص جو طاعون کے زمانہ میں اپنی بستی میں صبر اور ثواب کی امید کے ساتھ ٹھہرا رہے اور طاعون کے سوا (کسی اور بیماری میں) انتقال ہو جائے تو اس کو بھی شہادت کا درجہ ملتا ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طاعون سے مرنے والے سے قبر میں سوال نہ ہوگا۔

مکتوبات امام ربانی میں ہے۔

وقد جزم شيخ الاسلام ابن حجر فى كتاب بذل الماعون فى فضل الطاعون (بخارى شريف ج۲ ص ۸۵۳ كتاب الطب . باب ما يذكر فى الطاعون)

ترجمہ: شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "بذل الماعون فی فضل الطاعون" تو وہاں سے (بھاگنے کے ارادہ سے مت نکلو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵ باب عیادۃ المریض)

لہذا طاعونی جگہ سے اس خیال اور عقیدہ سے بھاگنا کہ بیماری اور موت سے بچ جاؤں گا (ورنہ بیماری میں پھنس کر مرجاؤں گا) ناجائز اور سخت گناہ ہے، اور دوسروں کے لئے بھی پریشانی اور پست ہمتی کا سبب بنتا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے وہیں ٹھیرا رہے، اسی طرح جہاں طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں نہ جائے اس میں بھی عقیدہ کی حفاظت مقصود ہے کیونکہ وہاں جا کر اگر بیمار ہو گیا یا مر گیا تو ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ یہ تقدیر الٰہی سے ہوا مگر شیطان دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ نہ آتا تو بیمار نہ ہوتا، یہاں آنے کی وجہ سے بیمار ہو گیا، نیز طبیعت کے کمزور اور ضعیف العقیدہ لوگ بھی یہی سمجھیں گے کہ وہاں جانے سے بیمار ہو گیا اس لئے حدیث میں طاعونی جگہ سے نکلنے اور داخل ہونے دونوں سے روکا گیا۔ دونوں صورتوں میں عقیدہ کی حفاظت مقصود ہے۔ بہر صورت مومن کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے "نہ خروج (نکلنا موجب نجات ہے اور نہ دخول (داخل ہونا) موجب مرض وسبب ہلاکت ہے۔"

درمختار میں ہے۔

واذا خرج من بلدة بها الطاعون فان علم ان كل شئى بقدر الله تعالىٰ فلا بأس بان يخرج ويدخل وان كان عنده انه لو خرج فنجا ولو دخل ابتلى به كره له ذلك فلا يدخل ولا يخرج

صیانة لا عتقاده وعلیه حمل النهی فی الحدیث الشریف . مجمع الفتاوی.

(درمختار مع رد المحتار ص ۶۶۱ ج۵ مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض)

ترجمہ: اور جب کہ اس شہر سے نکلا جس میں طاعون پھیلا ہوا ہے تو اگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز تقدیر الٰہی سے ہے (اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا) تو نکلنے اور داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں (اجازت ہے) اور اگر اس کا عقیدہ یہ ہو کہ یہاں سے نکل جاؤں گا تو بچ جاؤں گا اور اگر داخل ہوں گا تو مرض میں مبتلا ہو جاؤں گا تو یہ بات اس کے لئے مکروہ ہے یعنی ایسے شخص کو وہاں سے نکلنے اور داخل ہونے کی اجازت نہیں اس کے عقیدہ کی حفاظت کے خاطر اور حدیث شریف میں دخول اور خروج سے نہی اسی تفصیل پر محمول ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

الم تر الی الذین خرجوا من دیار هم وهم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم احیاهم

(قرآن مجید، سورۂ بقرہ پارہ نمبر۲)

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت سے بچنے کے لئے اپنے مکانوں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ (تعداد میں) ہزاروں تھے، سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حکم فرمایا کہ مرجاؤ (پس سب مر گئے پھر ان کو زندہ کیا۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ہے کہ اگلی امت کی ایک بستی میں وبا (طاعون) پھیلی تو ہزاروں (بروایتے ستر ہزار) کی تعداد میں بھاگ گئے اور سمجھے کہ ہم موت سے نجات پا گئے خدا تعالیٰ نے انہیں ان کے برے عقیدہ کی سزا دی کہ ایک دم سب مر گئے، کوئی دفن کرنے کے لئے بھی باقی نہ رہا، پھر ایک مدت کے بعد ایک نبی وہاں پہنچے، یہ خوفناک منظر دیکھ کر دعاء کی، تو خدا پاک نے ان کو عبرت دینے کے لئے زندہ کیا، تب ان کو یقین ہوا کہ موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۴۳ تفسیر احمدی ج ۱ ص ۱۶۹)

مقام طاعون میں دخول سے روکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ طاعون کافروں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور عذاب والے مقام میں جانا نہ چاہئے۔ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ قوم ثمود کی بستی (جن پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا) کے پاس سے گذرے تو حضور اقدس ﷺ نے ان کی بستی میں داخل ہونے سے منع فرمایا تھا۔ (۱) لہذا مناسب یہی ہے کہ حضور ﷺ اپنی امت کو اس جگہ داخل ہونے سے منع فرمادیں جہاں طاعون (عذاب) پھیلا ہوا ہو، التعلیق الصبیح میں ہے **فقوله لا تقدموا علیه لان الله تعالیٰ شرع لنا التوقی عن**

(۱) وقد مر رسول الله صلی الله علیه وسلم علی دیارهم ومسا کنهم وهو ذاهب الی تبوک فی سنة تسع قال الا مام احمد حدثنا عبدالصمد صخر بن جویریة عن نافع عن ابن عمر قال لما نزل رسول الله صلی الله علیه وسلم بالناس علی تبوک نزل بهم الحجر عند بیوت ثمود فاستقی الناس من الا بار التی کانت تشرب منها ثمود فعجبوا منها ونصبوا الها القدور فأمرهم النبی صلی الله علیه وسلم فاهر قوا القدور وعلفوا العجین الا بل ثم ارتحل الا بل ثم ارتحل بهم حتی نزل بهم علی البئر التی کانت تشرب منها الناقة ونها هم ان ید خلوا علی القوم الذین عذبوا وقال، انی اخشی ان یصیبکم مثل ما اصابهم فلا تد خلوا علیهم وقال ایضاً حدثنا عفان حدثنا عبد العزیز بن مسلم حدثنا عبدالله بن دینار عن عبدالله بن ع قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو بالحجر لا تد خلوا علی هؤلا ء المعذبین الا ان تکون باکین فان لم تکون باکین فلا تد خلوا علیهم ان یصیبکم مثل ما اصا بهم واصل هذا الحدیث فخرج فی الصحیحین من غیر وجه الخ والبسط فی التفسیر ابن کثیر سورة اعراف ج ۲ ص ۲۳۲.

المحذور ثم ان الطاعون لما کان رجزا لم یرا الا قدام علیه و التورط فیه وقد صح عنه صلی اللہ علیه وسلم انه لما بلغ الحجر وهی دیار ثمود منع اصحابه ان ید خلوا دیار المعذبین فبا لحری ان یمنع امته ان ید خلوا ارضاً وقع بها الطاعون وهو عذاب (التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۹ تا ص ۲۰۰ ج ۲) حدیث میں ہے۔

عن جابر رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الفار من الطاعون کا لفار من الزحف ، والصابر فیه له اجر شهید. رواه احمد.

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۹ باب عیادۃ المریض کی آخری حدیث)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد سے بھاگنے والا اور اس میں ثابت قدم رہنے والے کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

وازیں حدیث معلوم می شود کہ گریختن از طاعون گناہ کبیرہ است چنانکہ فرار از زحف واگر اعتقاد کند کہ اگر نگریز دالبتہ می میرد واگر بگریزد بسلامت می ماند آں خود کفر است (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۵۳ باب عیادۃ المریض)

ترجمہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاعون سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے جس طرح جنگ سے بھاگنا اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ نہ بھاگے گا تو البتہ مرجائے گا اور اگر بھاگے گا تو ضرور سلامت رہے گا، یہ عقیدہ بجائے خود کفر ہے (نعوذ باللہ من ذلک) اور فرماتے ہیں:

ضابطہ دریں وباہمین است کہ درانجا کہ ہست نباید رفت واز آنجا کہ باشد نباید گریخت واگر چہ گریختن در بعض مواضع مثل خانہ کہ در دے زلزلہ باشد یا آتش گرفتہ یا نشستن درزیر دیوار کہ خم شدہ نزد غلبہ ظن بہ ہلاک آمدہ است، اما در باب طاعون جز صبر نیامدہ وگریختن تجویز نیافتہ وقیاس ایں براں فاسد است کہ آنہا از قبیل اسباب عادیہ اندوایں از اسباب وہمی دو بر ہر تقدیر گریختن از آنجا جائز نیست و ہیچ جاوارد نہ شدہ وہر کہ بگریزد عاصی و مرتکب کبیرہ و مردود است، نسأل اللہ العافیۃ۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۳۹ جلد اول۔ باب عیادۃ المریض۔ فصل نمبر ۱)

اس وبا میں ضابطہ یہی ہے کہ جہاں وبا پھیلی ہے وہاں نہ جانا چاہئے اور اگر اس جگہ ہو تو وہاں سے بھاگنا نہ چاہئے اگر چہ بعض موقعوں میں بھاگنا جائز ہے جیسے اس مکان سے بھاگنا جس میں زلزلہ (کا اثر معلوم ہو) یا اس میں آگ لگ جائے یا وہ دیوار جو خم (ٹیڑھی) ہوگئی ہو اس کے نیچے بیٹھنے سے ہلاکت کا ظن غالب ہو تو (وہاں سے ہٹ جانا) وارد ہوا ہے، لیکن طاعون میں سوائے صبر کے اور کچھ وارد نہیں ہوا ہے اور بھاگنا جائز قرار نہیں دیا گیا ہے، اور طاعون کو ان امور پر قیاس کرنا فاسد ہے، کیونکہ وہ اسباب عادیہ میں سے ہیں اور یہ (طاعون سے بھاگنا) اسباب وہمی سے ہے، بہر صورت اس جگہ سے بھاگنا جائز نہیں ہے اور کہیں وارد نہیں ہوا ہے اور جو شخص بھاگے وہ عاصی اور مرتکب گناہ کبیرہ اور مردود ہے، نسأل اللہ العافیۃ۔

مجالس الابرار میں ہے۔

واختلف فی هذا النهی فقال القاضی تاج الدین السبکیؒ مذهبنا هو الذی علیه الاکثرون ان النهی عن الفرار منه للتحریم وقال بعض العلماء هو للتنزیه واتفقوا علی جواز الخروج لشغل غرض غیر الفرار بان المیت بالطعن لایسأل لانه نظیر المقتول فی المعرکة محتسباً یعلم انه لا یصیبه' الا ماکتب له اذا مات فیه بغیر الطعن لایفتن ایضاً لا نه نظیر المرابط کذا ذکره الشیخ الاجل السیوطی فی کتاب شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور وقال وهو حجة جدا.

وہمیں کسے کہ نگریخت و نہ مرد از جملہ غازیان ومجاہد است ۔ الیٰ قولہ ۔ واکثر گریز پایاں کہ سلامت ماندند بعلت آں کہ اجل ایشاں نرسیدہ بود نہ آں کہ گریختن ایشاں را از مرگ خلاص ساخت واکثر صابراں کہ ہلاک شدند ہم باجل ہلاک شدند فلیس الفرار ینجی والا الا سقرار یهلک .

(مکتوبات امام ربانی فارسی ص۴۳۰ دفتر اول مکتوب نمبر ۲۹۹، اردو ج ا ص ۶۸۷)

ترجمہ: حدیث میں فرار سے نہی آئی ہے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نہی کیسی ہے قاضی تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب وہی ہے جس پر اکثر علماء ہیں کہ بھاگنے کی ممانعت تحریم کے لئے ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں تنزیہی ممانعت ہے، اور بھاگنے کے سوا کسی اور کام کی غرض سے جانے کے جواز پر سب متفق ہیں، حدیث کے آخری میں تحقیق سے لکھا ہے کہ جو شخص طاعون سے مرجائے اس سے کوئی سوال نہیں ہوتا کیونکہ وہ ایسا ہے جیسے لڑائی میں قتل ہوا، اور جو شخص طاعون میں طلب اجر کی نیت سے صبر کرتا ہے اور جانتا ہے کہ مجھے وہی پہنچے گا جو میرے لئے اللہ نے لکھا اور مقدر کیا ہے تو وہ شخص اگر طاعون کے سوا کسی اور بیماری سے بھی مرجائے تو اس صورت میں بھی اس کو عذاب نہ ہوگا کیونکہ وہ مرابط یعنی جہاد کے لئے مستعد اور تیار رہنے والے کی طرح ہے، اسی طرح شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شرح الصدور فی حال الموتی والقبور میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بڑی اعلیٰ حجت ہے اور جو شخص کہ نہ بھاگا اور نہ مرا وہ غازیوں اور مجاہدوں اور صابروں میں سے ہے۔ الیٰ قولہ۔ اور اکثر بھاگنے والے جو سلامت رہے ہیں اسی واسطے رہے ہیں کہ ابھی ان کی اجل نہ آئی تھی، نہ یہ کہ بھاگ کر موت سے بچ گئے اور اکثر صابر لوگ جو ہلاک ہو گئے وہ بھی اپنی اجل ہی سے ہلاک ہوئے ہیں پس نہ تو بھاگنا بچا سکتا ہے اور نہ ہی ٹھہرنا ہلاک کر دیتا ہے۔

جب لوگوں میں کھلم کھلا بے حیائی عام ہوتی ہے تو طاعون اور نئی نئی قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ابن ماجہ شریف میں حدیث ہے۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنه ...... لم یظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها لافشیٰ فیهم الطاعون والا دجاع التی لم تکن مضت فی اسلافهم الذی مضوا. یعنی جس قوم میں علانیہ بدکاری ظاہر ہوتی ہے تو ان لوگوں میں طاعون اور نئی نئی بیماریاں پھیلتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ (ابن ماجہ ص۳۰۰ باب العقوبات)

مجالس الابرار میں ہے۔

وقد ثبت فی الحدیث ان سبب وقوع الطاعون ظهور الفاحشة واعلان المنکرات علی ماروی ابن عمر رضی اللہ عنه انه علیه السلام قال لم یظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها الا

فشا فیهم الطاعون واخرج مالک عن ابن عباس موقوفاً والطبرانی مرفوعاً ما فشا الزنافی قوم قط الا کثرفیهم الموت (مجالس الا برار ص ۲۴۶ ،مجلس نمبر ۵۹)

ترجمہ: حدیث میں ہے کہ طاعون کا سبب فحش باتوں کا ظاہر ہونا اور برائیوں کا برملا عمل میں آنا ہے جیسا کہ ابن عمرؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہرگز کسی قوم میں فحش ظاہر نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ کھلم کھلا کرنے لگیں مگر ضرور ان میں طاعون پھیلتا ہے اور مالکؒ نے ابن عباسؓ سے موقوفاً اور طبرانی نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ نہیں پھیلتا ہے زنا کسی قوم میں کبھی بھی مگر ان لوگوں میں مری پھیل جاتی ہے۔

قران مجید میں ہے۔فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون O پھر اتارا ہم نے ان ظالموں پر عذاب آسمان سے اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے۔ (قرآن مجید ،سورۂ بقرہ نمبر ۵۹ پارہ نمبر۱) یہ آیت بنی اسرائیل کے متعلق ہے،ان کے فسق وفجور اور نافرمانی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے ان پر آفت سماوی نازل فرمائی تھی اور وہ آفت سماوی طاعون تھا،تفسیر بیضاوی میں ہے۔ والمرادبه الطاعون روی انه مات به فی ساعة اربعة وعشرون الفاً (تفسیر بیضاوی ص ۵۰)(۱)

مذکورہ حدیث اور قرآن پاک کی آیت سے ثابت ہوا کہ طاعون گناہوں کے سبب سے آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں عنایت سے مومنوں کے حق میں رحمت بنا دیتا ہے،اور کافروں کے حق میں عذاب جیسا کہ بخاری شریف اور کنز العمال کی روایتوں سے معلوم ہوا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرض میں تعدیہ (چھپی روگ) کا عقیدہ نہ رکھے ،اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر یقین رکھے اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حدیث میں ہے فرمن المجذوم کما تفرمن الا سد جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔اور دوسری حدیث میں ہے لا یوردن ذوعاهة علی مصح ،بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس مت لے جاؤ ،اس سے بظاہر حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے،تو جواب یہ ہے کہ حدیث کا منشا یہ نہیں ہے کہ مرض متعدی ہوتا ہے بلکہ یہاں بھی امت پر شفقت اور ان کے عقائد کی حفاظت مقصود ہے کہ جذامی سے خلط ملط فی نفسہ مؤثر نہیں ہے،لیکن خدانخواستہ کسی کو تقدیر الٰہی سے یہ مرض ہو گیا تو وہ مرض کے تعدیہ کو صحیح سمجھنے لگے گا۔اور اس کا عقیدہ خراب ہوگا،اس لئے حضور اکرم ﷺ نے امت پر شفقت کے پیش نظر فرمایا کہ اس سے خلط ملط مت رکھو۔مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ ان النهی فیهما انما جاء شفقاً علی مباشرة أحد الا مرین فتصیر علة فی نفسه او عاهة فی ابله فیعتقد ان العدوی حق. (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۳ ج۹ ملتانی) مذکورہ دونوں حدیثوں کا اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو ابتداء میں جو حدیث پیش کی گئی ہے لاعدوی......اور دوسری حدیث فمن اعدی الا ول کا کیا مقصد ہوگا؟ اور حدیث میں تضاد تو ہوتا نہیں اصل چیز مشیت الٰہی اور تقدیر الٰہی ہے،اس کے سوا کچھ نہیں ، بیماری ازخود متعدی اور مؤثر نہیں جس کے لئے حکم خدا نہ ہو اور جس کی تقدیر میں نہ ہو تو اسے ذرہ بھی اثر نہیں ہوتا۔

---

(۱)قال حافظ ابن کثیر تحت هذه الآیت، وقال الشعبی الرجز اما الطاعون واما البرد وقال سعید بن جبیر هو الطاعون وقال ابن أبی حاتم حدثنا ابو سعید الأشجع حدثنا وکیع عن سفیان عن حبیب بن أبی ثابت عن ابراهیم بن سعد یعنی ابن أبی وقاص عن سعد بن مالک وأسامة بن زید وخزیمة بن ثابت رضی الله عنهم قالوا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الطاعون رجز عذاب عذب به من کان قبلکم و هکذا رواه النسائی من حدیث سفیان الثوری به تفسیر ابن کثیر ج۱ ص ۱۰۰

دیکھئے ! جذامی کے گھر میں سب جذامی نہیں ہوتے ،اور جس مقام پر طاعون پھیلتا ہے سب کے سب طاعون زدہ نہیں ہوجاتے ۔خود احقر تین طاعون سے گذر کر بفضلہ تعالیٰ اب بھی بقید حیات ہے ۔ ہماری دادی اماں مرحومہ کا انتقال ۱۳۲۵ھ میں طاعون میں ہوا تھا، اس وقت ایک ہی گھر میں ہمارے دادا صاحب ایک چچا دو پھوپھیاں اور احقر کے والدین مرحومہ دادی اماں کے ساتھ رہتے تھے اور یہ سب مرحومہ کی تیمار داری اور خدمت میں لگے ہوئے تھے ، اللہ کے فضل سے ان میں سے کسی ایک کو بھی یہ مرض نہیں ہوا ، اور دادی اماں مرحومہ کے انتقال کے بعد یہ سب برسوں زندہ سلامت رہے اور اس طاعون کے بعد وقفہ وقفہ سے دو مرتبہ طاعون ہوا ، اور اللہ کے فضل سے دونوں طاعون میں وہ سب محفوظ رہے ، اگر مرض میں تعدیہ ہے تو ان سب کو کیوں نہیں لگا ؟ لہذا عقیدہ کی درستگی اور تقدیر الٰہی پر اعتماد کر کے اسی جگہ ٹھہرے رہنا چاہئے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

غیر مسلموں میں ایمان کی دعوت کی اہمیت :

(سوال ۳۴۳) آج کل ایک عالم صاحب نے ایک تحریک شروع کی ہے جس کا مقصد غیر مسلموں کو ایمان کی دعوت دینا ہے ۔ کیا اس میں عملی طور پر حصہ لینا چاہئے ، بینوا توجروا ۔

(الجواب) بسم اللہ الرحمن الرحیم .

الحمد للہ الذی ھدانا للایمان وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ ونشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ المبعوث الی کافۃ للناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین ومن تبعھم الیٰ یوم الدین ، اما بعد !

تمام انسان ایک ماں باپ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں اس لحاظ سے ہر شخص کے دل میں پوری انسانیت کی ہمدردی اور خیر خواہی ہونا چاہئے اور یہ وصف اللہ تعالیٰ کو بے انتہا پسند ہے ، حدیث میں ہے ۔

عن انس وعبداللہ رضی اللہ عنھما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الیٰ عیالہ .

حضرت انس اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ، مخلوق اللہ کا کنبہ ہے ، پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص بہت محبوب ہے جو حق تعالیٰ کے کنبہ کے ساتھ حسن سلوک کرے ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۵ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر ند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضو ہا را نماند قرار

تو کز محنت دیگراں بے غمی
نشاید کہ نامت نہند آدمی

یعنی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اولاد آپس میں اعضاء کے مانند ہیں، اس لئے کہ سب کی پیدائش ایک جوہر یعنی آگ، پانی اور مٹی سے ہوئی ہے، پس ایک عضو میں حوادث زمانہ سے درد پیدا ہو جائے تو دوسرے اعضاء کو بھی قرار اور چین نہیں آتا ہے، اے مخاطب اگر تو دوسروں کے رنج والم سے بے غم رہتا ہے تو تجھ کو ''آدمی'' ہی کہنا زیبا نہیں ہے۔ (گلستان، باب اول)

نیز حدیث میں ہے: ''الدین النصیحۃ'' دین سرتاپا خیر خواہی ہے۔

لہذا انسانیت کے ناطہ ہر انسان کے دل میں پوری انسانیت کی ہمدردی، غم خواری اور خیر خواہی اور پوری انسانیت کا درد ہونا ضروری ہے اور انسانیت کی سب سے بڑی ہمدردی اور خیر خواہی یہ ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہو جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم کی آگ سے بچ جائے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی جگہ جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے۔

دنیا میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا اصلی مقصد دعوت الی اللہ یعنی ایمان اور توحید ہی کی دعوت دینا ہوتا ہے، خاتم الانبیاء سید المرسلین حضور اقدس ﷺ کی شب و روز کی یہی فکر تھی اور آپ کے قلب مبارک میں سب سے زیادہ جو درد و غم تھا وہ صرف یہ تھا کہ انسان اپنے معبود حقیقی پر ایمان لے آئے اور اپنے رب کو پہچانے، آپ ﷺ کے سوز و گداز اور دل کی گھٹن کا قرآن مجید کے ان الفاظ مبارکہ کی روشنی میں اندازہ لگائیے۔

لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین O

ترجمہ: شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر رنج کرتے کرتے اپنی جان تک دے دیں گے۔

(قرآن مجید پارہ نمبر ۱۹ سورۂ شعراء آیت نمبر ۳)

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

لعلک باخع نفسک علیٰ اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفاً.

ترجمہ: سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون قرآنی پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں گے۔

(قرآن مجید پارہ نمبر ۱۵ سورۂ کہف آیت نمبر ۵)

حضور اکرم ﷺ کی بعثت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے ہے، قرآن مجید میں ہے۔

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً.

ترجمہ: (اے دنیا جہان کے) لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔

(قرآن مجید پارہ نمبر ۹ سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۵۸)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً ولکن اکثر الناس لا یعلمون (قرآن مجید پارہ نمبر ۲۲ آیت نمبر ۲۸ سورۂ سبا)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (ایمان لانے پر ان کو ہماری رضا وثواب کی) خوشخبری سنانے والے اور (ایمان نہ لانے پر ان کو ہمارے غضب وعذاب سے) ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔

وما ارسلنک الا رحمۃً للعلمین .(سورۂ انبیاء ،آیت نمبر ۱۰۷)

ترجمہ: اور (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں آپ کے متعلق رحمۃ للعالمین فرمایا ہے، رحمۃ للمسلمین نہیں فرمایا اسی طرح قران مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق " **الحمد لله رب العلمین** " ارشاد فرمایا ہے، رب المسلمین نہیں فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت عام ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت بھی عام ہے۔

جب حضور اقدس ﷺ کی بعثت پوری انسانیت کی طرف ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری انسانیت کے لئے رحمت اور آپ محسن انسانیت ہیں تو آپ ﷺ کی جوامت اجابت (یعنی مسلمان) ہے اسے بھی پوری انسانیت کے لئے رحمت بننا ہے، لہذا پوری انسانیت کا درد وغم دل میں رکھ کر ساری انسانیت کے لئے رحمت بننا ہے، لہذا پوری انسانیت کا درد وغم دل میں رکھ کر ساری انسانیت کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرنا ہے، اور تمام انسانوں کو سوز وگداز کے ساتھ ایمان واسلام کی دعوت دینا ہے اس امت کو خیر امت اسی بنیاد پر کہا گیا ہے، لہذا دوسرے دینی کاموں کے ساتھ ساتھ اس عظیم ذمہ داری کو بھی انجام دینے کی فکر کرنا ہے، اس مقدس کام کا جس قدر حق ہے وہ ادا نہیں ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں، اور ہمارے اندر اس کا احساس پیدا فرمائیں کہ ہم پوری فکر اور درد کے ساتھ اس عظیم کام کو انجام دیں

شمائل ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے: **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد اخفت فى الله وما يخاف احد ولقد او ذيت فى الله وما يؤذى احد ...... الخ (شمائل ترمذی ص ۲۷ باب ماجاء فى عيش النبى صلى الله عليه وسلم)**

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستہ میں جس قدر مجھے ڈرایا گیا ہے اتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا، اور جس قدر میں ستایا گیا ہوں کوئی (نبی) اس قدر نہیں ستایا گیا۔

یہ صعوبتیں اور تکالیف حضور ﷺ نے "ایمان" ہی کی دعوت میں برداشت کی ہیں ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، اللہ تعالیٰ اور پیارے رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم پر عمل کرنے کے لئے دل وجان سے ہمہ وقت تیار رہتے تھے، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کے واقعات احادیث اور سیر کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

ہادئ عالم ﷺ نے طائف کا سفر کس مقصد کے لئے کیا؟ اور اس سفر میں آپ کو کس قدر تکلیف پہنچائی گئی، حتی کہ آپ کی نعل مبارک لہولہان ہوگئے، ان تمام تکالیف کے باوجود رحمت عالم ﷺ نے ملک الجبال سے فرمایا (انہیں ہلاک نہ کیا جائے) میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اس **وحدهٗ لا شريك له** کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔" (سیرت مصطفیٰ ص ۲۷۸ ج ۱)

رحمت عالم ﷺ کے یہ الفاظ قابل غور اور قابل عبرت ہیں، ان الفاظ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے قلب مبارک میں انسانیت کا کس قدر درد تھا۔ شعب ابی طالب میں تقریباً تین سال تک آپ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کس قدر صعوبتیں برداشت کیں؟ سرداران قریش نے کس کس انداز سے آپ کو ستایا، آپ کے قتل کا (معاذ اللہ) پروگرام بنایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے اپنے پیارے وطن مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کی، یہ سب صعوبتیں اور تکالیف آپ نے کونسی کام میں برداشت کیں؟ یہی دعوت الی اللہ کی کام میں!

محسن انسانیت، رحمت عالم ﷺ کا سوز و گداز، آپ کا درد و غم دعوت الی اللہ کی راہ میں استقامت اور ثابت قدمی، یہ اوصاف حمیدہ ہمیں بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی شدید ضرورت ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جن جذبات کو لے کر اطراف عالم میں پھیلے اور دعوت الـــــی اللہ کو مقصد زندگی بنایا اور اس کے لئے ہر نوع کی قربانی دی، اللہ کرے ہمارے اندر بھی اس کی جھلک اور جذبہ پیدا ہو جائے، اللہ پاک اپنے فضل سے یہ اوصاف اور کارنبوت انجام دینے کا سرفروشانہ جذبہ پیدا فرمائے، امین بحرمة النبی الا می صلی اللہ علیہ وسلم ، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

دعوتی کام، تعلق مع اللہ، ہمدردی، خیر خواہی اور مواعظۂ حسنہ کے ساتھ کیا جائے، مناظرانہ انداز اور تنقیص و تحقیر کی صورت اختیار کرنے سے مکمل اجتناب کیا جائے، اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عجز کا اقرار بھی رہے اور دعاؤں کا اہتمام بھی رہے، دلوں کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں اور ہدایت دینا اللہ رب العزت ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ "لیس عــلیک هــداهــم ولکن اللہ یهدی من یشآء" ہر وقت یہ آیت پیش نظر رہے، دل میں اس آیت کو جما لینے سے انشاء اللہ نا امیدی اور ناکامی کی کیفیت پیدا نہ ہوگی، صبر و حلم، عفو و درگذر اور اخلاق حسنہ کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے، خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کام کریں، کسی قسم کی دنیوی غرض اور مالی لالچ نہ ہو، ان صفات کے ساتھ دعوت الی اللہ کا کام کریں انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں گے۔

کفر قابل مذمت اور قابل نفرت ہے مگر کافر کی تحقیر مناسب نہیں، محبت، شفقت ہمدردی اور سوز و گداز کے ساتھ اس پر محنت کی جائے مگر اسے) حقیر نہ سمجھا جائے۔

مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہم ہردوئی) نے بڑی اچھی بات ارشاد فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

"تو اس بات کو خوب سمجھ لیجئے کہ تکبر دو جزء سے بنتا ہے (۱) بطر الحق، حق بات کو قبول نہ کرنا۔ اور (۲) غمط الناس: دنیا کے کسی بھی انسان کو حقیر سمجھنا۔ الناس فرمایا المسلم نہیں فرمایا، اسی سے نکلتا ہے کہ کسی کافر کو بھی حقیر مت سمجھو، اس کے کفر سے تو نفرت کرو اس کی ذات سے نہیں، معاصی سے تو نفرت کرو، لیکن دوستو عاصی سے نفرت نہ کرو، معاصی سے نفرت واجب، عاصی سے نفرت حرام، نکیر واجب تحقیر حرام، یعنی کسی بری بات پر سمجھانا تو واجب ہے لیکن اس کو حقیر سمجھنا حرام ہے اسی لئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی کے نفس میں اتنی صلاحیت نہ پیدا ہو جائے کہ نصیحت کرنے والا جس کو نصیحت کر رہا ہے اس کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہوئے نصیحت کرے اس وقت تک اس کو نصیحت کرنا جائز نہیں، اگر وہ اپنے کو بڑا سمجھ کر اور دوسرے کو حقیر سمجھ کر نصیحت کر رہا ہے تو ایسی تبلیغ اس پر حرام ہے جس کو نصیحت کیجئے تو پہلے یہ مراقبہ کیجئے کہ یا اللہ یہ بندہ مجھ سے بہتر ہے لیکن آپ کا حکم سمجھ کر اس کی بھلائی اور خیر خواہی

کے لئے نصیحت کر رہا ہوں ۔ الیٰ قولہ ۔ بس اسی طرح اللہ کے تمام بندوں کا اکرام چاہئے ۔ الخ ۔

(ملاحظہ درد و محبت ص ۲۲۱ وعظ علاج کبر ص ۳۳)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ملفوظ گرامی ۔

مولانا محمد تقی عثمانی دامت فیوضہم فرماتے ہیں ۔ ''جن بزرگوں کی باتیں سن کر اور پڑھ کر ہم لوگ دین سیکھتے ہیں ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ وہ لوگ اپنے آپ کو اتنا بے حقیقت سمجھتے ہیں جس کی حد وحساب نہیں، چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ہے میں نے اپنے بے شمار بزرگوں سے سنا وہ فرماتے تھے ۔''

''میری حالت یہ ہے کہ میں ہر مسلمان کو اپنے آپ سے فی الحال اور ہر کافر کو احتمالاً اپنے آپ سے افضل سمجھتا ہوں، مسلمان کو تو اس لئے افضل سمجھتا ہوں کہ وہ مسلمان اور صاحب ایمان ہے اور کافر کو اس وجہ سے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کبھی ایمان کی توفیق دے دے اور یہ مجھ سے آگے بڑھ جائے ۔''

(اصلاحی خطبات، وعظ، تواضع، رفعت اور بلندی کا ذریعہ ص ۳۰ ج ۵)

لہذا کسی کافر کو بھی حقیر نہ سمجھا جائے اور شفقت و خیر خواہی سے اس پر محنت کی جائے کیا بعید ہے کہ اللہ پاک تمہیں اس کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے اور تمہارے لئے ذخیرۂ آخرت بن جائے ۔

مولانا یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم (مہتمم دارالعلوم بری، برطانیہ، وخلیفہ حضرت شیخ الحدیثؒ) ایک مضمون میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ مہاجر مدنی کو اس سلسلہ میں جو فکر تھی اس کو تحریر فرماتے ہیں ۔

''غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے بے چینی'':

غالباً ۹ء کی مدینہ طیبہ حاضری کے دوران ایک روز احقر حضرت کی قیام گاہ کے برابر خدام والے حجرے میں تھا کہ حضرت کے خادم محمد اعجاز چمپارنی آئے اور فرمایا: حضرت یاد فرمارہے ہیں، احقر حاضر ہوا، تو حضرت نے زار و قطار روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سن یہ کیا کہہ رہا ہے ۔

بھائی اعجاز صاحب نے کہا میں نے حضرت سے پوچھا کہ وہ غیر مسلم حضرات جنہوں نے اسلام کا نام بھی نہیں سنا اور جنہیں اسلام کی کوئی تبلیغ نہیں کی گئی، کیا انہیں عذاب ہوگا؟ یہ سن کر حضرت نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا اس پر ضرور کام ہونا چاہئے اور اس موضوع پر اسلام کے محاسن پر کتابیں ہونی چاہئیں، میں نے اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کے نام گنوائے جن میں بطور خاص حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی کتاب ''اسلام کیا ہے؟'' کا بھی ذکر کیا، حضرت نے ارشاد فرمایا انگریزی میں بھی ایسی کتابیں ہونی چاہئیں ...... بھائی اعجاز صاحب نے عرض کیا کہ ان کے ہاں علامہ خالد محمود صاحب ہیں وہ انگریزی میں لکھ سکتے ہیں میں نے عرض کیا ان کا خصوصی ذوق فرق باطلہ کی تردید ہے اس لئے ان کے بجائے اس کام کے لئے مولانا ابراہیم صاحب ویسائی زیادہ موزوں ہیں جو ہمارے دارالعلوم کے استاد حدیث ہیں اور یہ کام ان کے ذوق کے موافق ہے، حضرت نے فرمایا ان سے ضرور لکھواؤ میں اسے

طبع کرادوں گا۔

چنانچہ چند روز بعد ہی جب حضرت کا انگلینڈ کا سفر ہوا تب وہاں دارالعلوم میں ایک دن میں مولانا ابراہیم صاحب کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے تعارف کے بعد عرض کیا کہ مولانا یہ کام شروع کررہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ کس نوعیت کی کتاب لکھی جائے؟ حضرت نے فرمایا خوب وضاحت کے ساتھ اسلام کی خوبیاں بیان کر کے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اس کام کے لئے حضرت نے انہیں بہت دعائیں دیں......'' الخ۔

(بحوالہ 'اقراء'' ڈائجسٹ کراچی، صفر، ربیع الاول ۱۴۰۷ھ نومبر ۱۹۸۶ء قطب الاقطاب نمبر، حصہ اول ص ۲۱۶ ص ۲۱۷)

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی یہ فکر نصیب فرمائے، انسانیت کی ہمدردی اور امت کا سوز و گداز عطا فرمائے آمین بحرمة سيد المرسلين صلى الله عليه و آله و صحبه وسلم تسليماً كثيراً كثيراً فقط والله اعلم بالصواب، ۲۴۔رجب المرجب ۱۴۱۶ھ ۱۸۔ستمبر ۱۹۹۵ء۔

توحید کی صحیح ہونے کے شرائط اسلام میں توحید کا مقام:

(سوال ۳۴) اسلام میں ''توحید'' کا تصور کیا ہے؟ کن چیزوں کے ماننے سے انسان کی توحید کامل اور صحیح ہوتی ہے؟ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے عقیدے رکھنا چاہئے؟ امید ہے کہ اس سوال کا جواب عنایت فرمائیں گے۔

(الجواب) حامداً و مصلیا و مسلما! آپ نے بہت اہم اور ضروری سوال پیش فرمایا ہے، اس کے بارے میں علماء نے بہت کچھ لکھا ہے۔ تفسیر ہدایت القرآن میں اس کے متعلق بہت بہترین مضمون ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یہاں نقل کردیا جائے۔ ملاحظہ ہو۔

توحید صحیح اس وقت ہوتی ہے جب درج ذیل باتیں مانی جائیں۔

(۱) اللہ پاک ہی خالق ہیں، یہ کائنات جس کا ایک فرد ہم بھی ہیں ازلی اور ابدی نہیں ہے بلکہ پہلے نہیں تھی بعد میں پیدا ہوئی ہے۔ اس کے پیدا فرمانے والے تنہا اللہ پاک جل شانہ ہیں انہوں نے بلاشرکت غیرے یہ ساری کائنات بنائی ہے، سورۃ الانعام (آیت نمبر ۱۰۱) میں اللہ پاک کا ارشاد ہے وخلق كل شئى. (اور اللہ پاک نے یہ چیز پیدا فرمائی)

(۲) اللہ پاک ہی پروردگار ہیں۔ اللہ پاک نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کے پالنے والے ہیں۔ ان کے سوا کوئی پالنے والا نہیں ہے۔ سورۃ الجاثیہ (آیت ۲۶) میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ " فلله الحمد رب السموات ورب الارض رب العلمين . حمد اللہ پاک ہی کے لئے جو آسمانوں کے پالنہار زمین کے پروردگار اور تمام کائنات کے پالنے والے ہیں۔

(۳) اللہ پاک ہی مالک ہیں۔ تمام کائنات اللہ پاک نے پیدا فرمائی ہے وہی اس کے پالنے والے ہیں اور وہی تمام چیزوں کے مالک بھی ہیں، ان کے سوا کائنات کا یا اس کے کسی جزو کا کوئی مالک نہیں ہے، سورۃ البقرہ (آیت

نمبر۲۸۴) میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ " لله مافی السموات وما فی الارض "اللہ پاک ہی مالک ہیں ہر اس چیز کے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔

(۴) اللہ پاک ہی حکم چلتا ہے...... کائنات کے خالق و مالک اللہ پاک قادر مطلق ہیں، وہ جو چاہیں اسے کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں، وہ اسباب کے سامنے عاجز نہیں ہیں بلکہ وہی مسبب الاسباب ہیں، تمام ظاہری اسباب انہیں کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں، سورۂ یوسف (آیت نمبر ۶۷) میں ہے کہ " ان الحکم الا لله "حکم بس اللہ پاک ہی کا چلتا ہے۔

(۵) اللہ پاک ہی حاجت روا ہیں...... اللہ پاک ہی خالق و مالک ہیں وہی پالنہار ہیں اور ان ہی کا حکم چلتا ہے، اور سب کچھ ان ہی کے پاس ہے اس لئے وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہیں، سب بندے اللہ پاک کے محتاج ہیں وہ خود مخلوق ہیں اپنی زندگی تک میں اللہ کے محتاج ہیں، سورۃ النمل (آیت نمبر ۶۲) میں اللہ پاک کا ارشاد ہے: امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء. وہ کون ہے جو مصیبت زدہ کی فریاد سنتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے؟ اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں جو مصیبت زدہ کی فریاد سن کر اس کی مصیبت دور کرے صرف اللہ پاک ہی ہر مشکل کھولنے والے ہیں۔

(۶) اللہ پاک ہی معبود ہیں...... یعنی پرستش اور بندگی کے حقدار اللہ پاک ہی ہیں، انسان کا سر ان ہی کے آگے جھکنا چاہئے، انسان اللہ پاک کا بندہ ہے اس لئے اسے اللہ پاک ہی کی بندگی کرنی چاہئے، اسلام کا کلمہ ہی لا الٰہ الا اللہ ہے یعنی معبود اللہ پاک ہی ہیں اور سورۃ الاسراء (آیت نمبر ۲۳) میں ہے کہ وقضیٰ ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ اور تمہارے پروردگار نے قطعی حکم دیا ہے کہ صرف انہی کی بندگی کرو۔

(۷) زندگی اور موت اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے...... اللہ پاک ہی خالق و مالک اور معبود و پروردگار ہیں ان ہی کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا رشتہ ہے اور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا تھا: ربی الذی یحیی ویمیت (بقرہ نمبر ۲۸۵) یعنی میرے رب وہ ہیں جو جلاتے اور مارتے ہیں۔

(۸) نفع اور نقصان اللہ پاک ہی کے ہاتھ میں ہے...... ہر قسم کا نفع و نقصان اللہ پاک ہی کے ہاتھ میں ہے اور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے، انبیاء علیہم السلام جو اللہ پاک کے مقرب ترین بندے ہیں ان کے ہاتھ میں بھی نفع و نقصان نہیں ہے خود سردار انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زبانی کہلوایا گیا۔

قل انی لا املک لکم ضراً ولا رشداً .(سورۂ جن ۲۱)

ترجمہ: اے پیغمبر! اعلان فرما دیجئے کہ میرے ہاتھ میں تمہارا نفع و نقصان نہیں ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ: جب مانگو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور جب مدد چاہو اللہ پاک سے چاہو اور یقین رکھو کہ اگر سب لوگ مل کر تمہیں کوئی فائدہ پہنچانا چاہیں تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے مگر جتنا اللہ پاک نے تمہارے حق میں مقدر فرما دیا ہے اور اگر سارے لوگ اکٹھے ہو کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے مگر جتنا اللہ پاک نے تمہارے نصیب میں لکھ دیا ہے۔"

(۹) اللہ پاک ہی ہر چیز کو جاننے والے ہیں...... ساری کائنات اللہ پاک نے پیدا فرمائی ہے اور وہی ہر چیز

کو خوب جانتے ہیں، سورۃ الملک (آیت نمبر۱۴) میں ہے۔

الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر.

ترجمہ: بھلا جس نے پیدا کیا وہ نہ جانے گا جب کہ وہ باریک بین اور باخبر بھی ہے۔

انسان کا علم بہت محدود ہے، کائنات کی بے شمار چیزیں اس کے دائرہ علم سے باہر ہیں جنہیں صرف اللہ پاک ہی جانتے ہیں، یہ سب چیزیں انسان کے حق میں ''غیب'' ہیں اور غیب کا علم انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں ہے، وہ غیب کی بس اتنی ہی باتیں جانتے ہیں جتنی وحی کے ذریعہ اللہ پاک نے انہیں بتادی ہیں۔

(۱۰) اللہ پاک کا کوئی ہمسر نہیں ہے...... تمام کائنات مخلوق ہے اور اللہ پاک خالق ہیں، یہ مملوک ہے اور اللہ پاک مالک ہیں اس لئے کائنات کی کوئی چیز اللہ پاک کی ہمسر نہیں ہے، ارشاد باری ہے۔ ولم یکن له' کفواً احد. اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

(۱۱) اللہ پاک کے بیوی نہیں ہے...... میاں بیوی کا تعلق وہاں ہوتا ہے جہاں کم از کم تین باتیں پائی جائیں۔ (الف) ایک ہستی دوسری ہستی کی محتاج ہو، (ب) شہوانی جذبات موجود ہوں (ج) میاں بیوی دونوں ہم جنس ہوں۔ اور اللہ پاک ان تینوں باتوں سے بری ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ہیں، وہ شہوانی جذبات سے پاک ہیں اور کوئی ان کا ہم جنس بھی نہیں ہے اس لئے اللہ پاک کی بیوی نہیں ہے سورۂ جن میں فرمایا گیا ہے۔

وانه' تعالیٰ جد ربنا ما اتخذصا حبة ولا ولداً.

ترجمہ: اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے انہوں نے نہ تو کسی کو بیوی بنایا اور نہ کسی کو اولاد۔

(۱۲) اللہ پاک کے بیٹا بیٹی نہیں ہے...... بیٹا بیٹی کا تصور بیوی اور شہوانی تعلقات سے پیدا ہوتا ہے اور اللہ پاک جل شانہ نہ شہوانی جذبات رکھتے ہیں نہ ان کے بیوی ہے پھر ان کے لئے اولاد کیسی؟...... یا اولاد کا خواہش مند وہ ہوتا ہے جو کمزور اور محتاج ہوتا کہ بڑھاپے میں اولاد سہارا بن سکے اور اللہ پاک قادر مطلق غنی مطلق اور ہر چیز کے مالک و مختار ہیں، پھر ان کو اولاد کی کیا حاجت ہے؟ یا اولاد کا آرزومند وہ شخص ہوتا ہے جس کو چند روز کے بعد مر جانا ہے تا کہ اولاد کے ذریعہ اس کا نام اور سلسلہ قائم رہے، اور اللہ پاک تو سدا زندہ رہنے والے ہیں، پس انہیں اولاد کی کیا حاجت ہے؟ سورۃ الانعام (آیت نمبر۱۰۰) میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وخرقوا له بنین وبنات بغیر علم سبحنه وتعالیٰ عما یصفون .

ترجمہ: لوگوں نے بغیر دلیل کے خدا کے لئے بیٹے بیٹیاں گھڑ لیں اللہ تعالیٰ پاک و برتر ہیں ان باتوں سے جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

(۱۳) اللہ پاک اوتار نہیں لیتے...... کیا یہ بات اللہ پاک کے شایان شان ہے کہ وہ مخلوقات کی طرح ماں کے پیٹ میں رہیں، پیدا ہوں، پرورش کئے جائیں، ان کا جسم ہو، وہ کھائیں پئیں، قضائے حاجت کریں، بیوی بچے رکھیں، دکھ درد سہیں، اور مصیبتیں اٹھائیں، انسانی اور حیوانی جذبات ہوں پھر وہ مر جائیں یا مار دیئے جائیں، یا خودکشی کر لیں؟ توبہ! توبہ! ان میں سے کوئی بات بھی خالق کائنات کے شایان شان نہیں ہے پس وہ اوتار نہیں لیتے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ جب مذہبی پیشواؤں کی عقیدت میں حد سے بڑھ جاتے ہیں تو انہیں خدائی صفات کا

جاہل سمجھ بیٹھتے ہیں پھر انہیں بعینہ خدا قرار دے دیتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ قائم کر لیتے ہیں کہ اللہ پاک نے انسانوں کی شکل میں اوتار لیا ہے۔

(۱۴) اللہ پاک ہی قانون دینے والے ہیں...... اللہ پاک انسان کے خالق اور مالک ہیں اس لئے ان ہی کو انسان کے لئے قانون بنانے کا حق پہنچتا ہے، ان کے سوا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا، علماء ومشائخ، عباد وزہاد یا سیاسی راہنماؤں کو قانون بنانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، حدیث شریف میں ہے کہ علماء ومشائخ جس چیز کو حلال قرار دیں اسے حلال سمجھ لینا اور جسے وہ حرام قرار دے دیں اسے حرام مان لینا، ان کو رب بنا لینا ہے جو شرک ہے۔

(۱۵) اللہ پاک کی حضور اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا...... کسی کے بارے میں یہ خیال کر لینا کہ وہ اللہ پاک کے حضور ان کی بے جا سفارش کر دیں گے اور اللہ پاک کی گرفت سے بچالیں گے یہ شرک ہے، کیونکہ اللہ پاک کے یہاں اس طرح کی کسی سفارش کا کوئی گذر نہیں ہے نہ وہ کسی کا دباؤ قبول کرتے ہیں نہ انہیں دھوکہ دے کر غلط فیصلہ کرایا جا سکتا ہے۔

یہ ہے اسلام کا تصور توحید اور قرآن پاک اسی توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے اکثر لوگوں کا جو حال ہے کہ وہ خدا کی ہستی پر یقین بھی رکھتے ہیں اور ساتھ ہی دوسروں کو اس کا شریک بھی ٹھہراتے ہیں، یہ خدا کو ماننا نہ ماننے کے برابر ہے، یہ خدا پرستی سچی خدا پرستی نہیں ہے سچی خدا پرستی یہ ہے کہ دعاء واستعانت، رکوع وسجود، عجز ونیاز، اعتماد وتوکل، عبادت ونیاز مندی کارسازی اور کبریائی صرف اللہ پاک ہی کے لئے مخصوص سمجھی جائے، منہ سے تو سبھی کہتے ہیں کہ خالق ومالک سب کے اللہ پاک ہیں مگر پھر اوروں کو بھی پکڑتے ہیں۔

سب کو یہ مسلم ہے معبود وہی ہے
کم ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مقصود وہی ہے

(ہدایت القرآن تیرہواں پارہ، پہلی قسط ص ۵۰ تا ص ۵۴، سورۂ یوسف آیت نمبر ۱۰۶ وما یؤمن اکثر هم بالله الا هم مشر کون.)

نیز ہدایت القرآن میں ہے: لہ دعوۃ الحق، برحق دعا ان ہی کے لئے خاص ہے۔ برحق دعا وہ ہے جو رائیگاں نہ جائے، ضائع ہونے والی اور بے فائدہ دعاء باطل دعاء ہے آیت پاک کا مطلب یہ ہے کہ جو دعاء اللہ پاک ہی سے کی جاتی ہے بس وہی نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے اور جو دعائیں اللہ پاک کے علاوہ دوسروں سے کی جاتی ہیں وہ بے فائدہ ثابت ہوتی ہیں اور ضائع جاتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں: اور جو لوگ اللہ پاک کو چھوڑ کر دوسری ہستیوں سے دعائیں مانگتے ہیں وہ ان کی درخواستوں کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے ہاں (ویسا ہی جواب دے سکتے ہیں) جیسا پانی کی طرف ہتھیلیاں پھیلانے والا تا کہ وہ اس کے منہ میں پہنچ جائے حالانکہ وہ اس کے منہ تک آنے والا نہیں، اور کافروں کی دعائیں محض بے فائدہ ہیں۔...... یعنی غیر اللہ سے دعائیں کرنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی پیاسا کنویں کی منہ پر کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ میرے منہ میں پہنچ جا۔ ظاہر ہے قیامت تک پانی اس کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں، ٹھیک یہی حال اللہ پاک کو چھوڑ کر دوسری ہستیوں سے دعائیں مانگنے کا۔ وہ ساری دعائیں محض بے فائدہ ہیں کیونکہ کافر اور جاہل مسلمان جن کو پکارتے ہیں ان میں سے کچھ تو محض اوہام وخیالات ہیں، لوگوں نے خالی

خو لی نام رکھ لئے ہیں ان ناموں کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں ہے اور کچھ جن اور شیاطین ہیں اور بعض اللہ پاک کے مقبول بندے ہیں، لیکن خدائی میں ان کا کچھ حصہ نہیں ہے، اور کچھ چیزیں ہیں جن میں کچھ خواص ہیں جیسے آگ پانی اور ستارے، لیکن وہ اپنے خواص کے مالک نہیں ہیں پھر ان کے پکارنے سے کیا حاصل؟ انسان کے لئے لائق یہ ہے کہ اپنے خالق و مالک کو پکارے جو اس سے بہت قریب ہے سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۶ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب میرے بندے آپ ﷺ سے میرے بارہ میں سوال کریں تو (آپ انہیں بتلا دیں) کہ میں قریب ہوں، جب دعاء کرنے والا مجھ سے دعاء کرتا ہے تو میں قبول کر لیتا ہوں پس ان کو چاہئے کہ اپنی دعاؤں کی قبولیت مجھ سے چاہیں اور ان کو چاہئے کہ مجھ پر ایمان لائیں امید ہے کہ ان کو راہ مل جائے یعنی اللہ کے بندوں کو چاہئے کہ اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے ان ہی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، دوسرا کوئی نہ ان کا خالق ہے نہ مالک نہ نفع ونقصان کا اختیار رکھتا ہے اس لئے دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانا جہالت اور کفر ہے، دعاء صرف ان کا نام نہیں ہے کہ بندہ جس طرح اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے دوسری محنتیں اور کوشش کرتا ہے اسی طرح ایک کوشش دعاء بھی ہے اگر قبول ہوگئی تو بندہ کامیاب ہوگیا اور اس کی کوشش کا پھل مل گیا اور اگر قبول نہ ہوئی تو اس کی کوشش رائیگاں گئی بلکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ دعاء عین عبادت ہے یعنی وہ حصول مقصد کا وسیلہ ہونے کے علاوہ بذات خود عبادت ہے، سورۃ المؤمن آیت نمبر ۶۰ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ''تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے روگردانی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے''...... اس آیت پاک سے صاف معلوم ہوا کہ دعاء بعینہ عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں، پس دعاء بھی غیر اللہ سے جائز نہیں ہے۔

دعائیں صرف اللہ پاک ہی سے مانگو، غیر اللہ سے دعائیں مانگنا کفر ہے۔

(ہدایت القرآن ص ۸۸، ص ۸۹ سورۂ رعد، آیت نمبر ۱۴ پارہ نمبر ۱۳، پہلی قسط)

فتاوی رحیمیہ میں ایک جواب بہت مفید ہے موقع کی مناسبت سے یہاں پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو۔

(سوال ۱۰۴) حضرت امام حسین سے ''یا حسین امداد کن'' ''یا حسین الغنی'' پکار کر مدد طلب کرنا، روزی اور اولاد چاہنا جائز ہے یا نہیں، ہمارے یہاں ہر گیارہویں کو چند آدمی جمع ہوکر مذکورہ وظیفہ کا ذکر تمام مل کر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ''توسل'' (وسیلہ پکڑنے) کا طریقہ ہے، وظیفہ یہ ہے۔ امداد کن امداد کن، از ہر بلا آزاد کن، در دین و دنیا شاد کن، یا غوث الاعظم دستگیر یا حضرت غوث الغنی باذن اللہ، یا شیخ محی الدین مشکل کشا بالخیر۔ اس طریقہ سے پڑھنا جائز ہے؟

(الجواب) حضرت امام حسینؓ کو اس طرح پکار کر مدد مانگنے اور مذکورہ وظیفہ پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں، ممانعت ہے، وسیلہ پکڑنا جائز ہے مگر اس کا یہ طریقہ نہیں ہے، مذکورہ طریقہ جاری رہنے سے دوسروں کے بھی عقائد فاسد ہونے کا خوف ہے، لہذا اس وظیفہ کو ترک کر دینا ضروری ہے، خدا کو چھوڑ کر دوسرے سے اولاد مانگنا بیمار کے لئے شفا طلب کرنا، اہل قبور سے روزی مانگنا، مقدمہ میں کامیاب کرنے کی درخواست کرنا جائز نہیں ہے، مشرکانہ فعل ہے، محدث علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ یہ کسی بھی اہل اسلام کے نزدیک جائز نہیں ہے، اس لئے کہ عبادت اور طلب حاجت واستعانت فقط اللہ ہی کا حق ہے۔ **فان منهم من قصد بزيارة قبور الا نبياء و الصلحاء ان يصلى عند قبورهم ويدعو عندها ويسئا لهم الحوائج وهذا لا يجوز عند احد من علماء المسلمين. فان**

العبادة وطلب الحوائج والا ستعانة للہ وحده .(مجمع بحار الا نوار ص ۷۳ ج ۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے کہ کہو ایاک نعبدو ایاک نستعین (اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) جب عبادت اور استعانت (امداد مانگنا) قرآن سے خدا ہی کے لئے مخصوص ہے، دوسروں سے اولاد اور روزی تندرستی وغیرہ کی درخواست کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ اسی لئے رسول مقبول ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو وصیت کی کہ اذا سألت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ (جب تجھے سوال کرنا ہو تو اللہ سے سوال کرنا اور جب مدد مانگنی ہو تو اللہ ہی سے مانگنا) (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۳ باب التوکل والصبر فصل ثانی)

حضرت غوث الاعظمؒ مذکورہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں کہ "ہر ایماندار کو چاہئے کہ اس کو اپنے دل کا آئینہ بنالے اور اپنے جسم، لباس، گفتگو وغیرہ ہر معاملے میں اس پر عمل کرے (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۴۲) اور فرماتے ہیں کہ "جو شخص ضرورت کے وقت (خدا کو چھوڑ کر) لوگوں سے مدد مانگے وہ اللہ کی صفات اور اس کی قدرت سے ناواقف ہے" (مقالہ نمبر ۴۳) اور فرماتے ہیں کہ "افسوس! تجھ پر تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا کے سوا اوروں سے مانگتا ہے، حالانکہ وہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہے۔" (الفتح الربانی ص ۲۵۹ مجلس نمبر ۳۸)

اور فرماتے ہیں۔ کہ "اے مخلوق کو خدا کا ساجھی ماننے والے اور دل سے ان (مخلوق) کی طرف متوجہ ہونے والے! مخلوق سے اعراض کر اس لئے کہ نہ تو ان سے نقصان ہے اور نہ نفع، نہ عطا کرنا ہے اور نہ تو محروم رکھنا، اپنے دل میں چھپائے ہوئی شرک کے باوجود توحید حق کا مدعی نہ بن، اس سے تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا۔" (حوالہ مذکورہ) آپؒ نے وفات کے وقت بھی اپنے فرزند عبدالوہابؒ کو وصیت فرمائی تھی، تمام حاجتیں اللہ کے حوالے کرنا اور اسی سے مانگنا علیک بتقوی اللہ وطاعة ولا تخف احداً ولا ترجه وکل الحوائج کلها الی اللہ عزوجل واطلبها منه ، ولا تثق باحد سوی اللہ عزوجل ولا تعتمد الا علیه سبحانه . التوحید . التوحید . التوحید .(ملفوظات مع فتح ربانی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کل من ذهب الی بلدة اجمیر او الی قبر سالا رمسعود او ما ضا ها ها لا جل حاجة یطلبها اثم اثما اکبر من القتل والزنا الخ. یعنی جو شخص اپنی حاجت روائی کے لئے اجمیر جائے یا سید سالار مسعود غازی کے مزار پر یا اسی طرح دوسری جگہ پر مراد مانگے، یقیناً اس نے خدا پاک کا بہت بڑا گناہ کیا، ایسا گناہ کہ جو زنا اور ناحق قتل کرنے سے بھی بڑا ہے، کیا وہ اس مشرک کے مانند نہیں ہے جو اپنی خود ساختہ چیزوں کی بندگی کرتا ہے اور جو لات عزیٰ جیسے بتوں کو اپنی حاجتوں کے لئے پکارتا ہے۔
(تفہیمات ص ۴۵ ج ۱)

نیز اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

ومنها انهم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجهم من شفاء المریض وغناء الفقیر وینذرون لهم ویتوقعون انجاح مقاصد هم بتلک النذور ویتلون اسماءهم رجاء برکتها فاوجب اللہ تعالیٰ علیهم ان یقولوا فی صلاتهم ایاک نعبدو ایاک نستعین وقال تعالیٰ " ولا تدعوا مع اللہ

احداً" ولیس المراد من الدعاء العبادة کما قاله بعض المفسرین بل هو الا ستعانة بقوله تعالیٰ بل ایاه تدعون فیکشف ما تدعون (حجة الله البالغة ج ۱ ص ۱۲۲ (باب) الا ستعانة بغیر الله فی قضاء الحوائج)(فتاوی رحیمیه ص ۴۳ ، ص ۴۴ ، ص ۴۵ جلد اول)فقط والله اعلم.

ترجمہ: اوران ہی امور شرعیہ میں سے یہ ہے کہ مشرکین اپنے اغراض کے لئے غیر خدا سے امداد طلب کیا کرتے تھے، بیمار کی شفاء اور غریبوں کی تونگری کوان سے طلب کرتے تھے اوران کی نذریں مان کر اپنی حاجات اور مقاصد کے حاصل ہونے کے متوقع رہتے تھے۔ اوران کی برکات کی امید میں ان کے نام جپا کرتے تھے، اسی واسطے خداتعالیٰ نے لوگوں پرواجب کیا کہ یہ پڑھا کریں ایاک نعبدو ایاک نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے یاوری کے خواہاں ہیں) اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا تدعوا مع الله احداً (خداتعالیٰ کے ساتھ دوسرے کومت پکارو۔)

تقلید شرعی اور علماء امت:

(سوال ب/۳۵) آج کل غیر مقلدیت (لا مذہبیت) کا فتنہ عام ہورہا ہے، غیر مقلدین نئے نئے انداز سے غیر مقلدیت کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور تقلید کی بہت مذمت کرتے ہیں، تقلید ائمہ کو کفر وشرک تک کہہ دیتے ہیں اور ائمہ عظام کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہیں، ہمارے بعض مقلد بھائی ان کی باتوں میں آجاتے ہیں، آپ سے عرض ہے کہ تقلید کی شرعی حیثیت واضح فرمادیں اور تقلید قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں، محدثین عظام اور علماء امت کا رجحان کس طرف ہے اس کی بھی وضاحت فرمائیں، غیر مقلدین جماعت محدثین کواپنے جیسا غیر مقلد تصور کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ قدرے تفصیل سے جواب تحریر فرماکر امت کی رہنمائی فرمائیں گے، اللہ پاک دارین میں آپ کو جزاء خیر عطا فرمائیں اور آپ کے فیوض وبرکات کو جاری رکھیں آمین فقط والسلام۔

(الجواب) الحمد لله الذی اعلی المؤمنین بکریم خطابه ورفع درجة العالمین بمعانی کتابه وخص المستنبطین منهم بمزید الا صابة وثوابه والصلوٰة والسلام علی النبی واصحابه وائمة المجتهدین واتباعه وابی حنیفة واحبابه.

غیر مجتہد پر ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے اس پر جمہور علماء امت کا اجماع ہے اسی میں اس کے ایمان اور اعمال کی سلامتی ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد اور غیر مجتہد اور تقلید کی تعریف بیان کردی جائے۔

مجتہد وہ شخص ہے جو براہ راست اپنے خداداد فہم وفراست کے ذریعہ کتاب وسنت سے شریعت کے اصول و فروع کا اور دین کے مقاصد کلیہ وجزئیہ کا استنباط اور استخراج کر سکے، اس کے لئے چند شرائط ہیں۔ مجتہد کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ علوم عربیت یعنی لغت، صرف، نحو اور بلاغت ومعانی میں حاذق اور ماہر ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ کتاب وسنت اور اقوال صحابہؓ وتابعین پر پورا مطلع ہو، قرآن کریم کی قرأت متواترہ اور قراءت شاذہ سے بخوبی واقف ہو اور آیات کے اسباب نزول اور ناسخ ومنسوخ سے باخبر ہوتا کہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر کر سکے اور احادیث نبویہ سے بھی بخوبی

واقف ہو کہ اس مسئلہ میں کس قدر احادیث اور مرویات ہیں نیز احادیث کی صحت وعدم صحت وضعف وغیرہ سے بھی پورا واقف ہو، نیز راویوں کے حالات بھی اچھی طرح جانتا ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ منجانب اللہ اس کو نور فہم اور فراست ایمانی سے خاص حصہ ملا ہو، ذکاوت اور ذہانت میں ایسا ممتاز ہو کہ بڑے بڑے اذکیاء اور عقلاء کی گردنیں اس کے خداداد فہم کے سامنے خم ہوں، چوتھی شرط یہ ہے کہ ورع وتقویٰ کا مجسمہ ہو، حق پرست ہو، ہوا پرست نہ ہو۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ اجتہاد اور استنباط کے طریقوں سے واقف ہو۔ جس شخص کے اندر یہ شرائط موجود ہوں وہ مجتہد ہے، ایسا شخص اپنے اجتہاد پر عمل کرے، اور جس شخص کے اندر یہ شرائط موجود نہ ہوں وہ غیر مجتہد ہے، اور جمہور علماء امت کا اجماع ہے کہ غیر مجتہد پر ائمہ شریعت کی اتباع اور تقلید واجب ہے۔

عقد الجید ص ۷، ص ۸ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے علامہ بغویؒ سے یہ شرائط نقل فرماتے ہیں، اسی طرح مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے بھی ان شرائط کو بیان فرمایا ہے۔

تقلید کی حقیقت:

جو شخص درجۂ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو یعنی وہ غیر مجتہد ہو اس کا کسی عالم ومجتہد کے علم وفہم اور ان کے ورع وتقویٰ پر اعتماد کر کے ان کے قول اور فتویٰ پر دلیل معلوم کئے بغیر عمل کرنا تقلید کہلاتا ہے۔

غیر مجتہد چونکہ از خود قرآن وسنت کے مسائل اور احکام مستنبط کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے اس پر ضروری ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرے اور ان حضرات مجتہدین نے محنت اور جان توڑ کوشش کر کے ادلۂ شرعیہ (قرآن وحدیث واجماع امت اور قیاس شرعی) کی روشنی میں جو فقہی مسائل مدون اور مرتب فرمائے ہیں ان پر عمل کرے، تقلید ہی کے ذریعہ وہ صحیح طریقہ پر قرآن وسنت پر عمل کرسکتا ہے اگر تقلید ائمہ سے آزاد ہو کر زندگی گزارے گا تو چونکہ اس کے اندر اجتہاد واستنباط مسائل کی صلاحیت نہیں بایں وجہ نفس جس طرف مائل ہوگا اس پر عمل کرے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ہوائے نفسانی کا غلام اور بندہ ہوگا شریعت کا پیروکار نہ ہوگا۔

غیر مقلدوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسائل فقہ حضور اقدس ﷺ کے دور نبوت میں مدون اور جمع نہ تھے، یہ بعد کی ایجاد ہے لہٰذا یہ بدعت ہے۔

مگر یہ اعتراض ان کی جہالت اور ناواقفیت کی علامت ہے، قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں کتابی صورت میں یکجا جمع نہ تھا، یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پر قرآن کریم بیک وقت نازل نہیں ہوا بتدریج تئیس سال میں نازل ہوا، حالات کے مناسب جب کوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تو آنحضرت ﷺ لکھوا دیتے، کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو میں کوئی ہڈی یا کسی چیز کا ٹکڑا لے کر حاضر ہو جاتا اور آپ لکھواتے اور میں لکھتا جاتا حضرت زید بن ثابتؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات کتابت وحی کے فرائض انجام دیتے تھے جن میں خلفاء راشدینؓ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زبیر بن عوام حضرت معاویہؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت ثابت بن قیسؓ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہم اجمعین بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرمادیتے تھے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔ اور اس زمانہ میں چونکہ عرب میں کاغذ کمیاب تھا اس لئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں، اور جانور کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں، البتہ کبھی کبھی کاغذ کے ٹکڑے بھی استعمال کئے گئے، اس انداز سے قرآن مجید متفرق تھا، مکمل نسخہ نہیں تھا، کسی صحابی کے پاس ایک سورت لکھی تھی، کسی کے پاس دس پانچ سورتیں اور کسی کے پاس چند آیات لکھی ہوئی تھیں (فتح الباری بحوالہ مقدمہ معارف القرآن ص ۳۶، ص ۳۷، از مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم)

الغرض حضور اکرم ﷺ کے مبارک دور میں قرآن مجید یکجا جمع نہ تھا، حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے مبارک زمانہ میں حضرت عمر فاروقؓ کے مشورہ سے جمع کیا گیا جس کا مختصراً واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ جنگ یمامہ میں حفاظ کی ایک بڑی تعداد شہید ہوگئی ہے، اور اگر مختلف مقامات پر قرآن کریم کے حفاظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہوجائے، لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکم سے قرآن مجید جمع کروانے کا کام شروع کردیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کام کے لئے ابتداءً تیار نہ تھے اور فرمارہے تھے " **كيف نفعل شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم؟** " جو کام حضور اکرم ﷺ نے نہیں کیا وہ کام کیسے کرسکتے ہو؟ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا " **هذا والله خير** " خدا کی قسم! یہ کام بہت بہتر ہے، اس کے بعد حضرت عمر بار بار یہی بات کہتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کا سینہ اس کام کے لئے کھول دیا، اور آپ کو شرح صدر ہوگیا اور آپ اس مبارک اور اہم کام کرنے پر آمادہ ہوگئے، خود صدیق اکبرؓ کا بیان ہے، **فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك ورأيت في ذلك الذي رأى عمر** " حضرت عمر مجھ سے مراجعت کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دیا (اور مجھے بھی شرح صدر ہوگیا) اور میری بھی اس بارے میں وہی رائے ہوگئی جو عمر فاروقؓ کی تھی، ان دونوں حضرات کی اتفاق رائے کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ کو یہ خدمت انجام دینے کے لئے فرمایا تو انہوں نے بھی یہی سوال کیا۔ " **كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم** " آپ صاحبان وہ کام کیسے کرسکتے ہو جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا " **هو والله خير** " واللہ یہ کام بہتر ہی بہتر ہے اور پھر آپ ان سے گفتگو فرماتے رہے اس کی مصلحت پیش فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زید ابن ثابتؓ کو بھی شرح صدر عطا فرمادیا اور وہ بھی اس کام کے لئے آمادہ ہوگئے۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ " **فلم يزل ابو بكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر ابي بكر و عمر** " حضرت ابوبکر مجھ سے مراجعت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا سینہ بھی کھول دیا جس کے لئے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو شرح صدر ہوچکا تھا اسکے بعد حضرت زید بن ثابتؓ نے نہایت جانفشانی اور پوری احتیاط کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور قرآن مجید کا نسخہ مرتب فرمادیا۔

(بخاری شریف ص ۷۴۵ ج ۲، باب جمع القرآن، کتاب فضائل القرآن)

اگر فقہ کے مسائل اور احکام حضور اکرم ﷺ کے بعد مدون اور جمع ہونے پر اعتراض ہے اور اسے بدعت و ناجائز کہا جاتا ہے تو جمع قرآن کے متعلق کیا کہو گے؟؟؟

احادیث کی تدوین بھی حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہوئی ہے، بخاری مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مؤطا، ابن ماجہ وغیرہ کتب احادث بعد میں تصنیف کی گئی ہیں کیا اس کو بھی بدعت کہا جائے گا؟ اور اس سے اعراض کیا جائے گا؟ اور کتب احادیث سے استفادہ ترک کر دیا جائے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ نہ فقہ کا مدون ہونا بدعت ہے اور نہ جمع قران کو بدعت کہا جاسکتا ہے اس لئے کہ ہر نئی بات کو بدعت کہہ دینا جہال اور محروم العقل لوگوں کا کام ہے، ہر نیا کام اور ہر نئی بات بدعت ممنوعہ نہیں بلکہ جو کام ''فی الدین'' ہو یعنی دین کے اندر بطور اضافہ اور کمی بیشی کی ہو اور اسے دین قرار دے کر اور عبادت وغیرہ دینی امور کی طرح ثواب آخرت اور رضاء الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر کیا جائے حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو قرآن وسنت سے نہ قیاس واجتہاد سے جیسے عیدین کی نماز میں اذان واقامت کا اضافہ یہ تو بدعت ہے اور جو نیا کام ''للدین'' ہو یعنی دین کے استحکام کو مضبوطی اور دینی مقاصد کی تکمیل وتحصیل کے لئے ہو اسے بدعت ممنوعہ نہیں کہا جاسکتا جیسے جمع قرآن کا مسئلہ، قرآن میں اعراب لگانا، کتب احادیث کی تالیف اور ان کی شرحیں لکھنا اور ان کتابوں کا صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ نام رکھنا ان تمام امور کو بدعت نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح احکام فقہ کا مدون ومرتب کرنا اور مذاہب اربعہ کی تعیین اور ان کا حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی نام رکھنا اس کو بھی بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ مذکورہ بالا تمام امور ''للدین'' ہونے کی وجہ سے مستحب بلکہ ضروری ہیں۔ اگر قرآن جمع نہ کیا جاتا تو اس کی حفاظت مشکل ہو جاتی، اگر س پر اعراب نہ لگائے جاتے تو صحیح تلاوت کرنا دشوار ہو جاتا، احادیث کو کتابوں کی صورت میں مرتب نہ کیا جاتا تو آج شاید امت کے پاس احادیث کا یہ معتبر ذخیرہ نہ ہوتا اسی طرح اگر فقہ کی تدوین اور مذاہب اربعہ کی تعیین نہ ہوتی تو آج وگ خواہشات کے بندے اور غلام ہوتے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اللہ پاک نے علماء اور مجتہدین کے قلب میں یہ بات الہام فرمائی کہ انہوں نے ضرورت محسوس کر کے فقہ کی تدوین کی اور طہارت، عبادات، معاملات، اور بیوعات غیرہ سے متعلق سینکڑوں مسائل جو قرآن وسنت میں متفرق تھے ان کو یکجا جمع کر کے الگ الگ ابواب میں مرتب کر دیا ور خداداد فہم ثاقب کے ذریعہ اجتہاد واستنباط سے کام لیا اور امت کے سامنے قرآن وسنت کا خلاصہ اور جوہر پکے پکائے نیار خوان کی صورت میں رکھ دیا جس کی بدولت امت کے لئے قرآن وسنت کے مسائل کا تلاش کرنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو گیا اگر فقہ کی تدوین نہ ہوئی ہوتی تو بتلایا جائے کیا ہمارے اندر یہ صلاحیت ہے کہ ہم براہ راست قرآن وسنت سے مسائل استنباط کرتے؟ ہمارا حال تو یہ ہے کہ علم تفسیر، علم حدیث تو کیا قرآن شریف، یا حدیث شریف بلا اعراب کے صحیح نہیں پڑھ سکتے، استنباط مسائل کی سمجھ اور صلاحیت تو بہت بلند ہے ان حالات میں تو ائمہ مجتہدین کا احسان مند ہونا چاہئے اور ان کے لئے دعاء خیر کرنی چاہئے اس کے بجائے ان کی شان میں گستاخی کرنا ان کی توہین کرنا کس قدر محرومی کی بات ہے ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کا امت پر بہت عظیم احسان ہے اللہ پاک ہماری طرف سے ان کو بہترین جزاء عطا فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے آمین!

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وبالجملة فالتمذهب للمتجهدين سر الهمه الله تعالىٰ العلماء وجمعهم من حيث

یشعرون او لا یشعرون(الا نصاف ص ۴۷)

ترجمہ:الحاصل (ان مجتہدین کا صاحب مذہب ہونا) اور پھر لوگوں کا ان کو اختیار کرنا ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء پر الہام کیا ہے اور ان کو (اس تقلید پر) جمع کر دیا ہے چاہے وہ اس راز کو جانیں یا نہ جانیں۔

اور تحریر فرماتے ہیں:

اعلم ان فی الا خذ بھذہ المذاھب الاربعة مصلحة عظیمة و فی الاعراض عنھا کلھا مفسدة کبیرة (عقد الجید ص ۳۱)

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا مفسدہ ہے

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس اعتراض کا جواب تحریر فرمایا ہے، ناظرین وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

''جواب یہ ہے کہ حاشا وکلا مذاہب اربعہ بدعت نہیں بلکہ چوتھی صدی کے بعد اہل سنت والجماعت انہی چار مذاہب میں محدود ہو گئے جیسا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے اور شیخ ابن ہمام تحریر الاصول میں فرماتے ہیں کہ اس امر پر اجماع ہو گیا ہے کہ جو مذہب مذاہب اربعہ کے خلاف ہو گا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، عہد صحابہ میں اگر چہ یہ مذاہب اربعہ (حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی) نہ تھے تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں ان کا ظہور ہوا مگر یہ ایسا ہے جیسا کہ سبع قرأت اور صحاح ستہ کا ظہور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں ہوا اور حنفی مالکی نسبت ایسی ہے جیسا کہ کہا جائے کہ یہ قرأت حفص کی یا حمزہ کی ہے اور یہ قرأت عاصم کی یا کسائی کی ہے اور یہ حدیث بخاری کی ہے اور یہ حدیث مسلم کی ہے سب کو معلوم ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں نہ صحیح بخاری تھی اور نہ صحیح مسلم، پس جس طرح بخاری اور مسلم کی طرف کسی حدیث کی نسبت باعتبار تخریج اور اسناد کے ہے اور عاصم اور حمزہ کی طرف کسی قرأت کی نسبت باعتبار روایت کے ہے، اسی طرح امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی طرف نسبت کرنا باعتبار استنباط اور اجتہاد کے ہے یعنی امام اعظمؒ نے اس حدیث کے یہ معنی بیان فرمائے اور امام شافعیؒ نے یہ معنی بیان کئے، اصل مقصود حق تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول برحق کی اطاعت ہے اور ائمہ مجتہدین کی اتباع کے یہ معنی ہیں کہ ان حضرات کی تشریح اور تفسیر کے مطابق کتاب وسنت پر عمل کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی راسخ فی العلم کی تفسیر اور تفہیم کے مطابق احکام شریعت کا اتباع کرنا عین ہدایت اور عین رشد وسعادت ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ بخاری و مسلم کی طرف نسبت تو جائز ہو اور ابو حنیفہ و شافعی کی طرف نسبت شرک ہو۔

پس جس طرح بخاری و مسلم اور صحاح ستہ کی احادیث لسان نبوت کے موتی ہیں اسی طرح فقہ حنفی اور فقہ شافعی دریائے دین محمدی کی نہریں ہیں دونوں نہروں کا پانی ایک ہی دریا سے آرہا ہے۔۔۔۔۔الی قولہ۔۔۔۔۔

اور مسائل اجتہادیہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ایسا ہے جیسا کہ احادیث کی صحت اور علت میں ائمہ حدیث کا اختلاف ہے اور جس طرح مسند اور مرسل اور مرفوع اور موقوف اور صحیح اور حسن وغیرہ وغیرہ یہ اصطلاحات نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں نہ تھیں لیکن ائمہ حدیث نے حسب ضرورت زمانہ کلمات نبویہ اور احادیث کے الفاظ کی حفاظت کے لئے یہ اصطلاحیں وضع کیں جو عہد نبوت میں نہ تھیں اسی طرح حضرات فقہاء نے کتاب وسنت کے معانی سمجھنے کے لئے

عبارت النص اور اشارۃ النص اور ظاہر اور نص اور مفسر اور محکم وغیرہ وغیرہ کی اصطلاحات وضع کیں جو عہد نبوت میں نہ تھیں۔

پس جس طرح قواعد محدثین کی پابندی اور اتباع واجب ہے اور کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی رائے سے جس حدیث کو چاہے صحیح بتائے اور جس کو چاہے موضوع اسی طرح اصول فقہ کی پابندی اور اتباع بھی ضروری ہے، اور ہر کس وناکس کو ہرگز اس کی اجازت نہیں کہ قرآن وحدیث کا ترجمہ دیکھ کر جو چاہے معنی سمجھے اس پر عمل کرے اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی تبلیغ کرے اگر اصول فقہ کی پابندی ضروری نہیں تو پھر اصول حدیث کی بھی پابندی نہیں ہوگی، جرح وتعدیل اور تصحیح وتضعیف میں ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے ثقہ اور صدوق بتلائے اور جس کو چاہے کذاب و دجال اور وضاع الحدیث بتائے۔

اور جس طرح ائمہ حدیث کی مساعی جمیلہ پر اطمینان کر کے احادیث کے رجال اور ان کی صحت اور ضعف کو معرض بحث میں نہیں لایا جاتا اور ان کی علمی تحقیقات پر اعتماد کر کے بلا دلیل معلوم کئے ہوئے ان کے قول کو تسلیم کر لیا جاتا ہے، حالانکہ اسماء الرجال کی کتابیں اب بھی موجود ہیں۔

اسی طرح ائمہ مجتہدین کے تفقہ اور استنباط اور خداداد نور فہم اور نور فراست پر اعتماد کر کے ان کے فتاویٰ پر بلا دلیل معلوم کئے اور بلا جانچ و پڑتال کے عمل کر لینا بلاشبہ صحیح اور درست ہوگا۔ ان دونوں تقلیدوں میں اگر فرق ہے تو بتلایا جائے کہ وہ کیا فرق ہے کہ جس بنا پر محدثین کی تقلید تو فرض اور واجب ہو اور فقہاء کی تقلید شرک اور حرام؟

حق تعالیٰ کی کروڑ ہا کروڑ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں حضرات محدثین پر اور حضرات فقہاء پر کسی نے ہم نابکاروں کو روایت پہنچائی اور کسی نے درایت اور معانی واحکام روایت۔

جس طرح ہم ائمہ قراءت اور ائمہ تفسیر دونوں ہی کے زرخرید غلام ہیں کہ ایک گروہ نے ہم تک کلام ربانی اس طرح بلاکم وکاست پہنچایا کہ جس طرح جبریل امین سید الاولین والآخرین پر لے کر نازل ہوئے تھے اور دوسرے گروہ نے ہمیں کلام ربانی کے حقائق اور معارف اور اس کی سحر بیانی سے ہمارے دل کی آنکھیں روشن کیں اسی طرح ہم محدثین اور فقہاء دونوں ہی کے کفش بردار اور پیروکار ہیں اگر کتب حدیث نہ ہوتیں تو نبی ﷺ کے اقوال افعال کا علم کہاں سے ہوتا اور اگر کتب فقہاء نہ ہوتیں تو کتاب وسنت پر عمل کیسے کرتے عمل تو بغیر معنی سمجھے نہیں ہوسکتا، قرآن و حدیث کا اصل مقصود اطاعت ہے اور اطاعت کا مدار معنی پر ہے نہ لفظوں پر خوب سمجھ لو۔ (ص ۱۰۱، ص ۱۰۲)

مندرجہ بالا تحریر سے ثابت ہوگیا کہ ائمہ اربعہ کی تقلید اور فقہی مسائل کو بدعت نہیں کہا جاسکتا۔

اور یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ نفس تقلید اور تقلید شخصی کا ثبوت قرآن وحدیث اور تعامل صحابہ سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

(۱) یـآیها الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم .(قرآن مجید پ ۵ سورۂ نساء آیت نمبر ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں جو اولوالامر ہیں ان کی بھی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ کے اس آیت کریمہ میں اللہ ورسول کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر کی اطاعت کا بھی حکم فرمایا ہے، اولواالامر سے مراد علماء فقہاء حاکم اور ذی اختیار ہیں عوام پر علماء اور فقہاء کا اتباع واجب ہے اس لئے کہ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں اور احکام شریعت کے خازن وامین ہیں ۔ (معارف القرآن ادریسی ص۱۰۲ ج ۲)

اس آیت کریمہ میں غور کیجئے! اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اولواالامر کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے اور اولواالامر کے مصداق میں علماء اور فقہاء بھی شامل ہیں، لہذا اس آیت سے ثابت ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علماء اور فقہاء کی اتباع کا حکم فرمایا ہے، یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟

(۲) ولو ردوہ الی الرسول والیٰ اولی الا مر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم. (قرآن مجیدسورہ نساء آیت نمبر ۸۳، پ۵)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اس امر کو رسول اور اولواالامر کے حوالہ کرتے تو جولوگ اہل فقہ اور اہل استنباط ہیں وہ سمجھ کر ان کو بتلا دیتے کہ کون سی چیز قابل عمل ہے اور کون سی ناقابل عمل ۔

اس آیت کریمہ میں بھی صراحۃً ائمہ مجتہدین کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، یہی تو تقلید ہے۔ مذکورہ آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جولوگ اپنے اندر استنباط کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں، یعنی بات کی تہہ اور گہرائی تک نہ پہنچ سکتے ہوں، ان کو چاہئے کہ وہ مستنبطین اور مجتہدین کی طرف رجوع کریں اور ان سے دریافت کئے بغیر دین کی کوئی خبر اور بات زبان سے نہ نکالیں۔

معارف القرآن ادریسی میں ہے۔ استنباط کے لغوی معنی: زمین کھود کر اس کی تہہ میں سے پانی نکالنے کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں نصوص شریعت کی تہہ میں جو حقائق اور معارف مستور (پوشیدہ) ہیں ان کو خداداد فہم وفراست سے کھود کر نکالنے کا نام استنباط اور اجتہاد ہے۔ شریعت کے بعد سے احکام آیات اور احادیث کے ظاہر سے مفہوم نہیں ہوتے، لیکن وہ بلاشبہ نصوص شریعت اور کتاب وسنۃ کی گہرائیوں میں مستور اور پوشیدہ ہوتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ شریعت نے کوئی امر چھوڑ دیا ہو اور اس کے متعلق کوئی حکم نہ دیا ہو، فقہاء کرام جن کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خاص خیر کا ارادہ فرمایا وہ اپنے دقیق اور عمیق نظر اور فکر کے ذریعہ سے زمین شریعت کو کھود کر اس کی تہہ اور گہرائیوں میں سے ان پوشیدہ احکام کو نکال کر لاتے ہیں جو زمین شریعت کی ظاہری سطح پر نمایاں نہ تھے، شریعت کی تہہ اور گہرائی میں سے کسی پوشیدہ حکم کو نکالنے کا نام استنباط اور اجتہاد اور قیاس ہے۔

اسی بنیاد پر حضرات فقہاء لکھتے ہیں کہ قیاس مظہر حکم ہے نہ کہ مثبت حکم ۔ یعنی قیاس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا بلکہ جو حکم قرآن وحدیث میں پہلے موجود تھا مگر مخفی تھا قیاس نے اس کو اب ظاہر کردیا، حکم درحقیقت کتاب و سنت ہی کا ہے قیاس خدا اور رسول کے پوشیدہ حکم کا مظہر ومحض ظاہر کرنے والا ہے، قیاس مثبت حکم نہیں یعنی قیاس اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں دیتا، عرف عام میں چونکہ قیاس کے لغوی معنی خیال اور گمان اور وہم کے ہیں اس لئے بہت سے نادانوں نے یہ گمان کرلیا کہ قیاس شرعی کی حقیقت بھی یہی ہے، حالانکہ اصطلاح شریعت میں قیاس شرعی کی حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ شریعت میں قیاس شرعی کی حقیقت یہ ہے کہ غیر منصوص الحکم کو منصوص الحکم کے مشابہ اور مماثل دیکھ کر بوجہ مماثلت اور مشابہت کے منصوص الحکم کے حکم کو غیر منصوص کے لئے ثابت کردینا، اور یہ کام مجتہد کا ہے، یعنی جس چیز کا

حکم کتاب وسنت اوراجماع امت میں منصوص اورمصرح نہیں ہے اس میں یہ غوروفکر کرنا کہ جس چیز کا حکم شریعت میں موجود ہے یہ غیر منصوص کس کے ساتھ زیادہ مشابہ اور مماثل ہے اس مشابہت کی بناء غیر منصوص کے لئے اس حکم کے ثابت کرنے کا نام قیاس شرعی ہے جیسے ہائی کورٹ کا کوئی فاضل جج جس مقدمہ کا حکم صراحۃً قانون میں موجود نہ ہو وہاں نظائر کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ صادر کرتا ہے یہ بھی تو ایک قسم کا قیاس ہی ہوا۔ عدالتوں میں ہزار ہا مقدمات کا فیصلہ نظائر ہی پر ہوتا ہے،نظیر کے موافق حکم دینا یہی قیاس ہے معلوم ہوا کہ ہر قانون میں قیاس موجود ہے بلا قیاس کے عدالتوں کا فیصلہ نا ممکن ہے،امام بخاری نے بھی قیاس کی یہی حقیقت قرار دی ہے،چنانچہ فرماتے ہیں۔ **باب من شبه اصلاً معلوماً باصل مبین قد بین الله حکمها لیفهم السائل** (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۸۸، کتاب الاعتصام) جس سے اشارہ اس طرف ہے کہ قیاس کی حقیقت تشبیہ اور تمثیل ہے اور اس بارے میں امام بخاری نے متعدد تراجم قائم فرمائے ہیں،سب کا حاصل یہ ہے کہ قیاس اور رائے کی دو قسمیں ہیں ایک محمود اور ایک مذموم،مذموم وہ ہے کہ جس کی کتاب و سنت واجماع میں کوئی اصل موجود نہ ہو اور محمود وہ ہے کہ کتاب وسنت اوراجماع امت سے ماخوذ ہو،حضرات اہل علم فتح الباری جلد سیزدہم باب الاعتصام کی طرف مراجعت فرمائیں۔ (معارف القرآن ادریسی ص ۱۲۴،ص ۱۲۵، جلد نمبر ۲)

خلاصہ یہ کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے لعلمه الذین یستنبطونه منهم فرما کر اہل استنباط کی اتباع کا حکم فرمایا جس سے تقلید کا ثبوت ہوتا ہے،اور ساتھ ساتھ استنباط (اجتہاد،قیاس شرعی) کا بھی ثبوت ہوگیا،اگر استنباط خلاف شریعت ہوتا تو اللہ تعالیٰ اہل استنباط کی طرف معاملہ پیش کرنے اور ان کی اتباع کا حکم کیوں فرماتے؟

احادیث سے بھی قیاس شرعی اور اجتہاد واستنباط کا ثبوت ہوتا ہے،حضرت معاذؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے کی روایت آئندہ صفحات میں آرہی ہے اس روایت کو بغور ملاحظہ فرمائیں،اس روایت سے اجتہاد کا ثبوت صراحۃً ہو رہا ہے نیز مندرجہ ذیل حدیث بھی ملاحظہ فرمادیں۔

صحیح بخاری شریف باب **غزوۃ الخندق وهی الاحزاب** میں ہے کہ احزاب کے دن حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابن عمر قال قال النبی صلی الله علیه وسلم یوم الاحزاب لا یصلین احدالعصر الا فی بنی قریظة. کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ پہنچ کر۔

حضرات صحابہ روانہ ہوئے راستہ میں عصر کا وقت آگیا تو نماز پڑھنے نہ پڑھنے میں صحابہ میں دو جماعتیں ہوگئیں،ایک جماعت نے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ **فقال بعضهم لا نصلی حتی ناتیها** ہم بنوقریظہ ہی پہنچ کر نماز ادا کریں گے،اس کے بالمقابل دوسری جماعت نے کہا: **وقال بعضهم بل نصلی لم یرد منا**: اس جماعت نے دیگر نصوص جن میں نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنے کی تاکید ہے مثلاً ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر حضور اکرم ﷺ کے ارشاد عالی میں اجتہاد کیا کہ آپ کا منشاء اور آپ کی مراد بنوقریظہ پہنچنے میں تعجیل ہے یعنی جلدی پہنچنے میں اتنی کوشش کرو کہ ہو سکے تو عصر وہاں پہنچ کر ادا کرو،آپ کا یہ مقصود نہیں کہ اگر راستہ میں عصر کا وقت ہو جائے تب بھی تم نماز نہ پڑھنا اور قضا کر دینا یہ قیاس کیا اور راستہ ہی میں عصر کی نماز پڑھ لی۔ بعد میں حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس واقعہ کو بیان کیا گیا،روایت کے الفاظ ہیں: **فذکر ذلک للنبی صلی الله علیه**

وسلم فلم یعنف واحداً منھم. نبی اکرم ﷺ نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۹۱، نیز ج ۲ ص ۱۲۹)

اس حدیث میں غور کیجئے ایک جماعت نے آپ ﷺ کے ارشاد مبارک کے ظاہری الفاظ کو چھوڑ کر آپ کی مراد اور منشاء تک پہنچنے کے لئے اجتہاد اور استنباط کر کے اپنی رائے اور قیاس پر عمل کیا، اہل علم وفہم سمجھ سکتے ہیں یہ رائے اور اجتہاد نص کے مقابلہ میں نہیں تھی بلکہ نص کے مطلب و مراد کو واضح کرنے کے لئے تھی، یعنی یہ رائے بمقابلہ نص نہیں بلکہ اجتہاد فی مراد النص ہے اور نبی اکرم ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شریعت میں اجتہاد واستنباط، قیاس شرعی مذموم اور غلط نہیں ہے۔

ہاں وہ رائے اور قیاس جو نص کے مقابلہ میں ہو وہ مذموم اور غلط ہے جیسے کہ ابلیس کی رائے تھی قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے آگ افضل ہے کہ اس کا اٹھاؤ طبعاً علو اور بلندی کی طرف ہے اور مٹی مفضول ہے اور اس کا جھکاؤ طبعاً بجانب سفل (نیچے) ہے، تو افضل و عالی، مفضول وسافل کو کیوں سجدہ کرے؟ یہ ابلیس کی رائے تھی جو اللہ عزوجل کے حکم کے مقابلہ میں تھی لہذا یہ رائے مذموم اور غلط ٹھیری اور ابلیس مردود و مطرود و ملعون ہوا۔

(۳) فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (قرآن مجید سورۂ نحل پ ۱۴)

ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ایک بنیادی مسئلہ کی تعلیم دی ہے کہ جو لوگ قرآن وحدیث کو خود نہ سمجھ سکتے ہوں اور احکام الٰہی معلوم کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں تو وہ اہل علم سے احکام الٰہیہ دریافت کریں، آیت میں اہل الذکر سے اہل علم مراد ہیں جن کا بہترین مصداق ائمہ مجتہدین اور فقہاء عظام ہیں، تو اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص احکام الٰہی نہ جانتا ہو، اور اس کو علم نہ ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جاننے والے سے پوچھ کر عمل کرے، یہی تو تقلید ہے۔

(۴) فلو لا نفر من کل فرقة منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین و لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (قران مجید سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۲۲ پ ۱۱)

ترجمہ: کیوں نہ نکلے ہر فرقہ میں سے ایک جماعت تاکہ فقہ فی الدین حاصل کرے اور جب واپس آئے تو اپنی قوم کو ڈرائے تاکہ وہ دین کی باتوں کو سن کر اللہ کی نافرمانی سے بچیں۔

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ سب لوگ طلب علم کے لئے اپنے گھروں سے نہ نکل جاویں بلکہ تھوڑے سے لوگ جایا کریں کیونکہ مکمل علم دین کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اگر کوئی بھی حاصل نہ کرے تو سب گنہگار رہوں گے اور جو لوگ گئے ہیں وہ علم دین اور فقہ فی الدین حاصل کر کے اپنی قوم کو فائدہ پہنچائیں ان کو تعلیم دین اور وعظ وتلقین کریں اور عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔ (معارف القرآن ادریسی ص ۴۲۳ ج ۵)

لہٰذا اس آیت سے ایک تفسیر کے مطابق ثابت ہوا کہ عالموں پر بے علموں کو احکام سے واقف کرانا اور عذاب الٰہی سے ڈرانا ضروری ہے، اور بے علموں پر عالموں کی بات ماننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، یہ تقلید

نہیں تو کیا ہے لہذا اس آیت سے واضح طور پر تقلید کا ثبوت ہوتا ہے۔ بلکہ تقلید شخصی کا بھی ثبوت ہوسکتا ہے، اس لئے کہ آیت کریمہ میں لفظ '' طائفۃ '' ہے اور طائفہ کا اطلاق عربی زبان میں ایک آدمی پر بھی ہوتا ہے اور ایک سے زیادہ آدمیوں پر بھی ہوتا ہے، علامہ ابن عبدالبر تحریر فرماتے ہیں۔

'' والطائفة فی لسان العرب الواحد فما فوقه (جامع بیان العلم و فضله ص ۱۱ باب قوله صلی الله علیه وسلم طلب العلم فریضة علی کل مسلم)

لہذا ممکن ہے کہ گاہے علم حاصل کر کے آنے والا ایک ہی شخص ہو تو قوم پر اس کی اتباع بھی ضروری ہوگی، اور ایک شخص کی اتباع تقلید شخصی ہے۔

لیتفقهوا فی الدین ۔ کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

'' جاننا چاہئے کہ فقاہت فی الدین کا درجہ مطلق علم سے بالاتر ہے، علم کے معنی جاننے کے ہیں اور فقاہت کے معنی لغت میں فہم اور سمجھ کے ہیں، فقیہ لغت اور شریعت کے اعتبار سے اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو شریعت کے حقائق اور دقائق کو اور اس کے ظہر او بطن کو سمجھا ہوا ہو، محض الفاظ یاد کر لینے کا نام فقاہت نہیں، جن لوگوں نے خداداد حافظہ سے کتاب و سنت کے الفاظ یاد کئے اور امت تک ان کو بلاکم و کاست پہنچایا وہ حفاظ قرآن اور حفاظ حدیث کا گروہ ہے جزاہم اللہ عن الاسلام والمسلمین خیراً آمین۔

اور جن لوگوں نے خداداد عقل سلیم اور فہم مستقیم سے کتاب و سنت کے معانی اور شریعت کے حقائق و دقائق اور اس کے اصول و فروع امت کو سمجھائے تاکہ امت ان احکام پر عمل کر سکے ان کو فقہاء کہتے ہیں خواہ فقہاء ظاہر کے ہوں یا باطن کے اصل مقصود اطاعت خدا اور رسول ہے اور اطاعت کا اصل دار و مدار معانی پر ہے محض الفاظ یاد کر لینے سے فریضہ اطاعت ادا نہیں ہوسکتا، اصل عالم وہ ہے جو شریعت کے معانی اور مقاصد سمجھتا ہو کما قال تعالیٰ وتلک الا مثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون.

شریعت کی حفاظت امت پر فرض ہے، حضرات محدثین نے الفاظ شریعت کی حفاظت کی اور حضرات فقہاء نے معانی شریعت کی حفاظت کی، دونوں ہی اللہ کے مقبول گروہ ہیں، جس طرح انبیاء کرام میں درجات اور مراتب کا فرق ہے۔ کما قال تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض منهم من کلم الله ورفع بعضهم درجات اسی طرح وارثین انبیاء یعنی علماء میں بھی درجات اور مراتب کا فرق ہے۔

حضرات محدثین اور حضرات فقہاء میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ لفظ اور معنی میں درجہ اور مرتبہ کا فرق ہے، حافظ قرآن الفاظ قرآن کا حافظ ہے اور ایک مفسر قرآن معانی قرآن کا عالم اور قاسم ہے۔

(معارف القرآن ادریسی ص ۴۲۳، ص ۴۲۴، ج ۳، سورۂ توبہ)

اب احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عن حذیفة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر. (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۰ باب مناقب ابیٗ

بکر و عمر رضی اللہ عنہما)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم نہیں میں کب تک تم لوگوں میں رہوں گا پس میرے بعد ان دو شخصوں کا اتباع کرنا ایک ابوبکر اور دوسرے عمر رضی اللہ عنہما کا۔

''من بعدی'' کی تشریح کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ من بعدی سے مراد ان صاحبوں کی حالت خلافت ہے...... پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کیجیو، اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے، پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کیجیو اور حضرت عمرؓ کی خلافت میں ان کا اتباع کیجیو، پس ایک زمانۂ خاص تک ایک شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لینا اور نہ یہ عادت مستمرہ تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلہ میں کی جاتی ہو اور یہی حقیقت تقلید شخصی کی ہے کیونکہ حقیقت تقلید شخص کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے اور اس مقام میں اس کے وجوب سے بحث نہیں وہ آگے مذکور ہے، صرف اس کا جواز اور مشروعیۃ اور موافقت سنت سے ثابت کرنا مقصود ہے، سو وہ حدیث قولی ہے جو ابھی مذکور ہوئی، بفضلہ تعالیٰ ثابت ہے۔ الخ (الاقتصاد فی بحث التقلید والاجتہاد ص ۴۱ ص ۴۲)

(۲) علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

ترجمہ: تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے طریقہ کو سنت فرما کر اس پر عمل کو ضروری قرار دیا۔ یہ تقلید نہیں تو کیا ہے؟

(۳) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لما بعثه الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء ...... قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال بسنة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال فان لم تجد فی سنة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اجتهد برأیی ولا آلو فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی صدره وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ (صلی اللہ علیه وسلم) لما یرضیٰ به رسول اللہ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۴ باب العمل فی القضآء والخوف منه ابو داؤد، باب اجتهاد والرأی فی القضآء.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ کیا تو دریافت فرمایا تمہارے سامنے کوئی قضیہ پیش آ جائے تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا وہ مسئلہ اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟ عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملے تو؟ عرض کیا پھر اجتہاد کروں گا اور اس قضیہ (مسئلہ) کا حکم معلوم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا حضرت معاذؓ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے میرے اس جواب پر (فرط مسرت سے) اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی اور خوش ہے۔

حضرت معاذؓ کی مذکورہ حدیث سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ قرآن وحدیث میں ان کا حکم منصوص نہیں ہے یعنی صراحۃً مذکور نہیں ہے۔

(۲) غیر منصوص مسائل میں اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرنا مستحسن ہے، اور یہ اللہ اور اس کے رسول کی عین مرضی کے مطابق ہے۔

(۳) رائے اور اجتہاد حق تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے الحمد للہ فرمایا اور فرط مسرت سے حضرت معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا، اس سے اس طرف اشارہ تھا کہ علوم نبوت کے فیوض و برکات فقیہ اور مجتہد کے ساتھ ہیں

(۴) حضرت معاذؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا جا رہا ہے، مسائل حل کرنے اور معاملات سلجھانے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ جانتے ہیں کہ اہل یمن اپنے پیش آمدہ مسائل و معاملات حضرت معاذؓ کے سامنے پیش کریں گے اور حضرت معاذؓ قرآن وحدیث اور اپنے اجتہاد کی روشنی میں جو حکم بیان فرمائیں گے وہ لوگ اس میں آپ کی اتباع کریں گے۔ یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے گویا حضور اقدس ﷺ نے اہل یمن کو حضرت معاذؓ کی تقلید شخصی پر مامور فرمایا، الغرض اس حدیث میں صحیح طور پر غور کیا جائے تو مذکورہ حدیث سے تقلید کا ثبوت اور جواز واضح اور بین طور پر ثابت ہوتا ہے۔

(۵) العلماء ورثۃ الانبیاء، رواہ احمد وابوداؤد والترمذی (کتاب العلم مشکوٰۃ شریف ص ۳۴) علماء انبیاء کے وارث ہیں، پس جس طرح انبیاء کی اتباع فرض اور لازم ہے، اسی طرح وارثین انبیاء یعنی علماء کی اتباع بھی لازم اور ضروری ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میراث علم ہے، علماء کی اتباع واقتداء اسی لئے فرض ہے کہ وہ علم شریعت کے وارث اور حامل ہیں، اس حدیث سے بھی تقلید کا ثبوت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے تقلید مطلق کا واضح طور پر ثبوت ہوتا ہے پھر اس تقلید کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تقلید کے لئے کسی خاص امام ومجتہد کو متعین نہ کیا جائے کبھی ایک امام کے مسلک کو اختیار کرلیا تو کبھی دوسرے امام کے قول پر عمل کرلیا اسے تقلید مطلق کہا جاتا ہے، اور دوسری صورت یہ ہی کہ تقلید کے لئے کسی ایک مجتہد کو متعین کرلیا جائے، ہر مسئلہ میں اسی کی اتباع کی جائے اسے تقلید شخصی کہا جاتا ہے...... عہد صحابہ وتابعین میں تقلید کی ان دونوں صورتوں پر عمل ہوتا رہا ہے اور اس کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ اس عہد مبارک میں یہ بات بالکل عام تھی کہ جو حضرات فقیہ نہ تھے وہ فقہاء صحابہ وتابعین سے پوچھ پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے اور سائل کے جواب میں مجیب جو حکم بتلاتا مع دلیل یا بلا دلیل سائل اس پر عمل پیرا ہوتا، اور دلیل نہ ہونے کی صورت میں سائل دلیل کا مطالبہ نہ کرتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابة الی ان ظهرت المذاهب الا ربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکاره، ولو کان ذلک باطلاً لانکروه (عقد الجید مع سلک مروارید ص ۲۹)

ترجمہ: کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے وقت ... مذاہب اربعہ کے ظہور تک لوگوں کا یہی دستور رہا کہ جو عالم مجتہد مل

جاتا اس کی تقلید کر لیتے اس پر کسی بھی معتمد علیہ شخصیت نے نکیر نہیں فرمائی اور اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ حضرات صحابہ و تابعین ضرور نکیر فرماتے ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے اس فرمان سے عہد صحابہ وتابعین میں تقلید مطلق کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے، جس طرح ان حضرات کے یہاں تقلید مطلق کا رواج تھا اسی طرح بعض حضرات تقلید شخصی پر بھی عمل پیرا تھے، چنانچہ اہل مکہ مسائل خلافیہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو ترجیح دیتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کرتے تھے، اور اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کرتے تھے اور اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوی کو ترجیح دیتے اور اسی کی اتباع کرتے تھے۔

(۱) چنانچہ بخاری ومسلم اور ابوداؤد میں ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا پھر وہی مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا ابن مسعودؓ کا جواب ابوموسیٰ اشعریؓ کے جواب کے خلاف تھا، بعد میں ابو موسیٰ اشعریؓ کو اس کا علم ہوا تو سمجھ گئے کہ ابن مسعودؓ ہی کا جواب صحیح ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا" **لا تسألونی مادام هذا الحبر فیکم** " مسئلہ یہ تھا کہ پوتی کو بیٹی کے ساتھ میراث میں کتنا حصہ ملے گا۔ بخاری باب میراث البنۃ ابن مع البنۃ ۔ ج ۲ ص ۹۹۸ ۔ جب تک یہ متجر عالم (یعنی ابن مسعودؓ) تم میں موجود ہیں تمام مسائل انہیں سے دریافت کیا کرو اور وہ جو فتویٰ دیں اسی پر عمل کرو مجھ سے دریافت نہ کرو، اسی کا نام تقلید شخصی تو ہے، اس حدیث سے تقلید شخصی کا ثبوت واضح انداز میں ہو رہا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۴ باب الفرائض فصل الثانی۔)

(۲) صحیح بخاری میں حضرت عکرمہؒ سے روایت ہے۔

ان اهل المدینة سئالوا ابن عباس رضی الله عنه عن امرأة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا نا خذ بقولک وندع قول زید رضی الله عنه (صحیح بخاری شریف ص ۲۳۷ ج ۱، کتاب الحج باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت)

ترجمہ: اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس عورت کے متعلق سوال کیا جو طواف فرض (یعنی طواف زیارت) کے بعد حائضہ ہوگئی ابن عباسؓ نے فرمایا وہ طواف وداع کئے بغیر جاسکتی ہے اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کے قول (فتویٰ) پر عمل کر کے زید بن ثابت کے قول (فتویٰ) کو ترک نہیں کریں گے۔

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابتؓ کی تقلید شخصی کیا کرتے تھے، اس روایت کے اس جملہ " **لا نأخذ بقولک وندع قول زید** "پر غور کیجئے کہ جب اہل مدینہ نے ابن عباسؓ سے یہ بات کہی تو ابن عباسؓ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی کہ تم اتباع واقتداء کے لئے (یعنی تقلید کے لئے) ایک معین شخص کو لازم کر کے شرک، بدعت اور گناہ کے مرتکب ہو رہے ہو اگر تقلید شخصی ناجائز اور حرام ہوتی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اس پر ضرور نکیر فرماتے۔

ان روایات کو ملحوظ رکھ کر اس بات کا فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ عہد صحابہ وتابعین میں تقلید مطلق وتقلید شخصی دونوں کا رواج تھا مگر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ وہ خیر القرون کا زمانہ تھا، اس زمانہ میں خیر کا غلبہ تھا نفسانی خواہشات کا عام طور پر دین میں دخل نہیں تھا، اس لئے جو شخص اپنے کسی بڑے سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو نیک نیتی سے کرتا اس

کے پیچھے اپنی خواہش پوری کرنے کا جذبہ کارفرما نہ ہوتا، لہذا جو جواب ملتا نفس کے موافق ہوتا یا خلاف اسے قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہوجاتا، لہذا ان کا متعدد حضرات سے پوچھنا یا تو اتفاقی طور پر ہوتا یا یہ نیت ہوتی کہ جس کے قول میں زیادہ احتیاط ہوگی اس پر عمل کریں گے۔ اس لئے اس زمانہ میں تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں پر عمل ہوتا تھا پر جوں جوں حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ سے بعد ہوتا گیا لوگوں کی دینی حالت بدلنے لگی، خوف خدا اور احکام شریعت کی عظمت دلوں سے کم ہونے لگی اور اغراض پرستی غالب آنے لگی اور حالت یہ ہونے لگی کہ اب متعدد حضرات سے اس لئے پوچھا جاتا کہ جس میں سہولت ہوگی اسے اختیار کریں گے، تو امت کے نباض علماء نے دکھتی رگ پکڑ کر تقلید کو ''تقلید شخصی میں منحصر کردیا اور بتدریج علماء کا میلان اسی طرف ہونے لگا اور ہوتے ہوتے تقلید شخصی کے وجوب پر امت کا اجماع ہوگیا، اگر ایسا نہ کیا جاتا تو احکام شریعت کھلونا بن جاتے اور لوگ اپنے مطلب اور خواہش پر عمل کرتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين اعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه و كان هو الواجب فى ذلك الزمان (الا نصاف ص ۴۴)

ترجمہ: دوسری صدی ہجری کے بعد لوگوں میں متعین مجتہد کی پیروی کا رواج ہوگیا اور بہت کم لوگ ایسے تھے جو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس زمانہ میں یہی ضروری تھا۔

علامہ ابن تیمیہ بھی تقلید شخصی کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

فى وقت يقلدون من يفسد النكاح وفى وقت يقلدون من يصححه بحسب الغرض والهوىٰ ومثل هذا لا يجوز. (فتاوىٰ ابن تيميه ص ۲۴۰ ج ۲)

ترجمہ: یعنی یہ لوگ کبھی اس امام کی تقلید کرتے ہیں جو نکاح کو فاسد قرار دیتا ہے۔ اور کبھی اس امام کی جو اسے درست قرار دیتا ہے اپنی غرض اور خواہش کے مطابق اور اس طرح عمل کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تقلید کے ضروری ہونے کے مختلف انداز سے تحریر فرماتے ہیں۔

باب تاكيد الاخذ بمذاهب الاربعة والتشديد فى تركها والخروج عنها. اعلم ان فى الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفى الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة ...... (عقد الجيد مع سلك المروا ريد ص ۳۱)

ترجمہ: باب سوم ان چار مذہبوں کے اختیار کرنے کی تاکید اور ان کے چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی ممانعت شدیدہ کے بیان میں۔ اعلم ...... جاننا چاہئے کہ ان چار مذہبوں کے اختیار کرنے میں ایک بڑی مصلحت ہے اور ان سے اعراض روگردانی کرنے میں بڑا مفسدہ ہے۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

وثانياً قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتبعوا لسواد الاعظم ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الاعظم. (عقد الجيد مع سلك مرواريد ص ۳۳)

ترجمہ: اور مذہب کی پابندی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ سواد اعظم یعنی بڑے معظم جتھے کی

پیروی کرو اور چونکہ مذاہب حقہ سوائے ان چار مذہب کے باقی نہیں رہے تو ان کی پیروی کرنا بڑے گروہ کی پیروی کرنا ہے اور ان سے باہر نکلنا بڑی معظم جماعت سے باہر نکلنا ہے۔

آپ امام بغوی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

ویجب علی من لم یجمع هذه الشرائط تقلیده فیما یعن له من الحوادث .(عقد الجید ص ۹)

ترجمہ: اور اس شخص پر جو ان شرائط (یعنی اجتہاد کی شرائط) کا جامع نہیں اس پر کسی مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے ان حوادث (مسائل) میں جو اس کو پیش آویں۔

نیز تحریر فرماتے ہیں:

وفی ذلک (التقلید) من المصالح ما لا یخفی الا سیما فی هذه الایام التی قصرت فیها الهمم و اشربت النفوس الهوی و اعجب کل ذی رأيٍ برأیه.

(حجة الله البالغة مترجم ص ۳۶۱ ج ۲)

ترجمہ: اور اس میں (یعنی مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے میں) بہت سی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں ہیں خاص کر اس زمانہ میں جب کہ ہمتیں بہت پست ہوگئی ہیں اور نفوس میں خواہشات نفسانی سرایت کرگئی ہیں اور ہر رائے والا اپنی رائے پر ناز کرنے لگا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

وهذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الا مة اومن یعتد بها منها علی جواز تقلید ها الیٰ یومنا هذا .(حجة الله البالغة ص ۳۶۱ ج ۱ باب حمت الامة علی جواز تقلید للمذاهب الاربعة)

ترجمہ: اور یہ مذاہب اربعہ جو مدون اور مرتب ہوگئے ہیں پوری امت نے یا امت کے معتمد حضرات نے ان مذاہب اربعہ (مشہورہ) کی تقلید کے جواز پر اجماع کرلیا ہے (اور یہ اجماع) آج تک باقی ہے۔

اور فرماتے ہیں۔

انسان جاهل فی بلاد الهند و بلاد ماوراء النهر ولیس هناک عالم شافعی و لا مالکی و لا حنبلی و لا کتاب من کتب هذه المذاهب وجب علیه ان یقلد لمذهب ابی حنیفة ویحرم علیه ان یخرج من مذهبه لا نه حینئذ یخلع من عنقه ربقة الشیعة ویبقی سدیً مهملاً .(الانصاف عربی ص ۵۳ مع ترجمه کشاف ص ۷۰)

ترجمہ: کوئی جاہل عامی انسان ہندوستان اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو (کہ جہاں مذہب حنفی پر ہی زیادہ تر عمل ہے) اور وہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کوئی کتاب ہو تو اس وقت اس پر واجب ہے کہ امام ابو حنیفہؒ ہی کے مذہب کی تقلید کرے اور اس پر حرام ہے کہ حنفی مذہب کو ترک کردے اس لئے کہ اس صورت میں شریعت کی رسی اپنی گردن سے نکال پھینکنا ہے اور مہمل اور بیکار بن جانا ہے۔

اور فرماتے ہیں:۔

وبالجملة فالتمذهب للمجتهدین سر الهمه الله تعالیٰ العلماء وجمعهم علیه من حیث

یشعرون اولا یشعرون.(الا نصاف عربی ص ۴۷ مع ترجمہ کشاف ص ۶۳)
ترجمہ: الحاصل ان مجتہدین (ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے) مذہب کی پابندی (یعنی تقلید شخصی) ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں الہام کیا ہے اور اس پر ان کو متفق کیا ہے وہ تقلید کی مصلحت اور راز کو جانیں یا نہ جانیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ فرامین سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی) کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے (جواز روئے حدیث واجب ہے) اور مذاہب اربعہ کے دائرہ سے خروج سواد اعظم سے خروج ہے (جو گمراہ کن ہے)۔

(۲) مذاہب اربعہ کے دائرہ کے اندر رہنے میں دینی مصالح ہیں اور ان سے اعراض میں مفسدہ ہے۔

(۳) غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے۔

(۴) مذاہب اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع ہے۔

(۵) مذاہب اربعہ میں سے ایک مذہب کی تقلید یعنی تقلید شخصی منجانب اللہ ایک الہامی راز ہے۔

(۶) کوئی شخص (غیر مجتہد) ایسی جگہ ہو جہاں صرف مذہب حنفی پر عمل ہوتا ہو اور وہاں دوسرے مسلک کا کوئی عالم نہ ہو اور نہ کتاب ہو تو ایسی جگہ اس پر واجب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرے، اور اس صورت میں آپ کے مذہب سے خروج حرام ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مندرجہ فرامین سے تقلید کی اہمیت اس کی ضرورت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر علماء کبار نے بھی تقلید کی ضرورت اور اس کے واجب ہونے کو تحریر فرمایا ہے، بطور نمونہ چند علماء کی عبارتیں پیش کی جاتی ہیں، ملاحظہ فرماویں۔

حافظ حدیث علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ متوفی ۸۶۱ھ نے التحریر فی اصول ''الفقہ'' میں تحریر فرمایا ہے۔

وعلی هذا ما ذکر بعض المتأخرین منع تقلید غیر الاربعة لانضباط مذاهبهم وتقیید مسائلهم وتخصیص عمومها ولم ید ومثله فی غیر هم الان لانقراض اتباعهم وهو صحیح.(التحریر ص ۵۵۲)

ترجمہ: اور اسی بنیاد پر بعض متاخرین نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ ہی کی تقلید متعین ہے نہ کہ دوسرے ائمہ کی، اس لئے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مکمل منضبط ہو گئے ہیں اور ان مذاہب میں مسائل تحریر میں آچکے ہیں اور دوسرے ائمہ کے مذاہب میں یہ چیز نہیں ہے اور ان کے متبعین بھی ختم ہو چکے ہیں اور تقلید کا ان ہی چار اماموں میں منحصر ہو جانا صحیح ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ ''الاشباہ والنظائر'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

وما خالف الائمة الاربعة فهو مخالف للاجماع.(الا شباہ والنظائر ص ۱۳۱)

ترجمہ: یعنی (کسی شخص کا) کوئی فیصلہ ائمہ اربعہ کے خلاف ہو تو وہ اجماع کے خلاف ہے (اس لئے قابل قبول نہیں ہوسکتا)

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے استاذ جامع المعقول والمنقول شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون صدیق متوفی ۱۱۳۰ھ

''تفسیر احمدیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

والا نصاف ان انحصار المذاهب فی الاربعة واتباعهم فضل الٰهی وقبولیة من الله لا مجال فیه للتو جیهات والا دلة .(تفسیرات احمدیه ص ۳۴۶)

ترجمہ: انصاف کی بات یہ ہے کہ مذاہب کا چار میں منحصر ہو جانا اور انہی چار کی اتباع کرنا فضل الٰہی ہے اور منجانب اللہ قبولیت ہے اس میں دلائل اور توجیہات کی حاجت نہیں۔

علامہ جلال الدین محلی ''شرح جمع الجوامع'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

ویجب علی العامی وغیره ممن لم یبلغ مرتبة الا جتهاد التزام مذهب معین من مذاهب المجتهدین .(بحواله نور الهدایة ترجمه شرح الوقایه ص ۱۰)

ترجمہ: واجب ہے عامی اور غیر عامی پر جو کہ درجۂ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو مجتہدین کے مذاہب میں سے ایک مذہب معین کو عمل کے لئے اپنے اوپر لازم کر لینا۔

امام عبدالوہاب شعرانی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

وکان سیدی الخواص رحمه الله تعالیٰ اذا سئاله' انسان عن التقلید بمذهب معین الأن هل هو واجب ام لا یقول له' یجب علیک التقلید بمذهب مادامت لم تصل الیٰ شهود عین الشریعة الا ولیٰ من الوقوع فی الضلال علیه عمل الناس الیوم (میزان کبریٰ)

ترجمہ: میرے سردار علی خواص رحمہ اللہ سے جب پوچھا جاتا کہ اس وقت مذہب معین کی تقلید واجب ہے یا نہیں؟ تو فرماتے تجھے کمال ولایت ونظر کشف وشہود سے مرتبۂ اجتہاد حاصل نہ ہو اس وقت تک معین امام کے دائرۂ تقلید سے قدم باہر نہ نکالنا اور اسی پر آج لوگوں کا عمل ہے۔

علامہ سید طحطاوی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۳۳ھ فرماتے ہیں۔

فعلیکم یا معشر المؤمنین با تباع الفرقة الناجیة المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله فی موافقتهم وخذ لانه وسخطه ومقته فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی المذاهب الاربعة هم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجاً من هذه المذاهب الاربعة فی ذلک الزمان فهو من اهل البدعة والنار .(طحطاوی علی الدر المختار ج۴ ص ۱۵۳ کتاب الذبائح)

ترجمہ: اے گروہ مسلمان! تم پر نجات پانے والے فرقہ کی جو اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم ہے پیروی کرنا واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اہل سنت والجماعت کے ساتھ موافقت کرنے میں ہے اور اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرنے میں اپنی ذات کو خدا تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا مورد بنانا ہے (اللہ اپنی پناہ میں رکھے) اور یہ نجات پانے والا گروہ (یعنی اہل سنت والجماعت) آج مجتمع ہو گیا ہے چار مذاہب میں اور وہ حنفی مالکی شافعی اور حنبلی ہیں اور جو شخص اس زمانہ میں ان چار مذاہب سے خارج ہے وہ اہل بدعت اور اہل نار سے ہے (اہل سنت میں داخل نہیں)

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمہ اللہ کتاب ''راحۃ القلوب'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ سید العابدین، زبدۃ العارفین، فرید الحق والشرع شکر گنج رحمہ اللہ علیہ نے بتاریخ ۱۱۔ ماہ ذی الحجہ ۶۵۷ھ میں فرمایا کہ ہر چار مذاہب برحق ہیں لیکن بالیقین جاننا چاہئے کہ مذہب امام اعظم کا سب سے فاضل تر ہے اور دوسرے مذہب ان کے پس رو ہیں اور امام ابوحنیفہؒ افضل المتقدمین ہیں اور الحمد للہ کہ ہم ان کے مذہب میں ہیں (بحوالہ حدائق حنفیہ ص ۱۰۴)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

بے شائبہ تکلف وتعصب گفتہ میشود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی دررنگ دریائے عظیم می نماید وسائر مذاہب دررنگ حیاض وجداول بنظر می آیند وبظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان وایں مذہب باوجود کثرت متابعان دراصول وفروع از سائر مذاہب متمیز است دور استنباط طریق علحدہ دارد وایں معنی منبی از حقیقت است، عجب معاملہ است امام ابوحنیفہ درتقلید سنت از ہمہ پیش قدم است واحادیث مرسل را دررنگ احادیث مسند شایان متابعت میداند وبررائے خود مقدم میدارد وہمچنیں قول صحابہ رابواسطہ شرف صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بررائے خود مقدم میدارد دیگراں نہ چنیں اند مع ذلک مخالفان اوراصاحب رائے میدانند والفاظ کہ مبنی از سوئے ادب اند باومنتسب می سازند باوجودآنکہ ہمہ کمال علم ووفور ورع وتقوی او معترف اند حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ایشان راتوفیق دہد کہ از رأس دین ورئیس اسلام انکار نہ نماید وسواد اعظم اسلام راایذا نہ کنند یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم جماعۃ کہ ایں اکابر دین رااصحاب رائے میدانند اگرایں اعتقاد دارند کہ ایشاناں برائے خود حکم میکردند ومتابعت کتاب وسنت نمی نمودند پس سواد اعظم از اہل اسلام بزعم فاسد وایشاں ضال ومبتدع باشند بلکہ از جرگۂ اہل اسلام بیرون بودند ایں اعتقاد نکند مگر جاہلی کہ از جہل خود بے خبر است یا زندیقی کہ مقصودش ابطال شطر دین است ناقصی چند احادث چندرا یاد گرفتہ اند واحکام شریعت رامنحصر دراں ساختہ ماورائے معلوم خود رانفی می نمایند وآنچہ نزد ایشاں ثابت نہ شدہ منتفی می سازند۔

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است زمین وآسماں او ہماں است وای ہزار وای از تعصبہائے بارد ایشاں وازنظر ہائی فاسد ایشان (مکتوبات امام ربانی ص ۱۰۷، ص ۱۰۸، ج ۲ مکتوب نمبر ۵۵ فارسی)

بلا تکلف وتعصب کہا جاسکتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذاہب حوضوں اور نہروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور ظاہر میں بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہل اسلام کا سواد اعظم یعنی بہت سے لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعدار ہیں یہ مذہب باوجود بہت سے تابعداروں کے اصول وفروع میں تمام مذہبوں سے الگ ہے۔ اور استنباط میں اس کا طریقہ علیحدہ ہے اور یہ معنی حقیقت کا پتہ بتاتے ہیں، بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں حتی کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے ہیں اور اپنی رائے پر مقدم سمجھتے ہیں، اور ایسے ہی صحابہؓ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں دوسروں کا ایسا حال نہیں پھر بھی مخالف ان کو صاحب رائے کہتے ہیں اور بہت بے ادبی کے الفاظ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ سب لوگ ان کے کمال علم وورع وتقوی کا اقرار کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہ ان کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اسلام کے

رکیں سے انکار نہ کریں اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذا نہ دیں یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم یہ لوگ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں وہ لوگ (غیر مقلدین) جو دین کے ان بزرگوں (امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ) کو صاحب رائے جانتے ہیں اگر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار صرف اپنی رائے پر ہی عمل کرتے تھے اور کتاب وسنت کی متابعت چھوڑ دیتے تھے تو ان کے فاسد خیال کے مطابق اسلام کا ایک سواد اعظم گمراہ اور بدعتی بلکہ گروہ اسلام سے باہر ہے اس قسم کا اعتقاد وہ بے وقوف جاہل کرتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا وہ زندیق جس کا مقصود یہ ہے کہ اسلام کا نصف حصہ باطل ہو جائے ان چند ناقصوں نے چند حدیثوں کو یاد کر لیا ہے اور شریعت کے احکام کو انہی پر موقوف رکھا ہے اور اپنی معلومات کے سوا سب کی نفی کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہوا (یعنی ان کے علم سے باہر ہے) اس کا انکار کرتے ہیں۔ بیت: وہ کیڑا جو پتھر میں پنہاں ہے وہی اس کا زمین وآسمان ہے۔ اسی قسم کے لوگ بیہودہ تعصب اور فاسد خیالوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (ترجمہ مکتوبات امام ربانی ص ۱۷۸ اص ۱۷۹ ج ۲ مکتوب نمبر ۵۵)

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

(سوال) مقلد ایشاں را بدعتی گویند یانہ؟

(الجواب) ہرگز مقلد ایشان را بدعتی نخواہند گفت زیرا کہ تقلید ایشاں تقلید حدیث شریف است باعتبار الظاہر والباطن پس متبع حدیث را بدعتی گفتن ضلال وموجب نکال است (مأتہ مسائل ص ۹۴)

(سوال) مذاہب اربعہ کے مقلدین کو بدعتی کہیں گے یا نہیں؟

(الجواب) مذاہب اربعہ کے مقلد کو بدعتی نہیں کہیں گے، اس لئے کہ مذاہب اربعہ کی تقلید بعینہ حدیث کے ظاہر و باطن کی تقلید ہے اور متبع حدیث کو بدعتی کہنا گمراہی اور بدبختی ہے۔ (امداد المسائل ترجمہ مأتہ مسائل ص ۱۰۲)

حضرت شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی حنفی جے پوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

’’تقلید ائمہ شریعت اس پر واجب نہیں جو علم تفسیر، فقہ، حدیث میں کامل ہو اور مرتبہ اجتہاد واستنباط مسائل پر قادر ہو، ناسخ ومنسوخ ومحاورۂ عرب سے واقف ہو اگر اس قدر استعداد نہیں رکھتا ہے تو تقلید ائمہ اس پر واجب ہے اور یہ سب علوم اس میں موجود ہوں پھر بھی ائمہ کی تقلید کرے تو احسن ہے لیکن اس وقت میں دیکھا جاتا ہے کہ علم تفسیر حدیث فقہ اصول تو کیا قرآن شریف یا حدیث شریف بلا اعراب کے صحیح نہیں پڑھ سکتے، استنباط مسائل کی عقل اور سمجھ تو بہت بلند ہے لیکن

ائمہ شریعت کی تقلید نہیں کرتے اور تقلید کو شرک کہتے ہیں، ان کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے، یہ نہیں جانتے کہ ہندوستان میں علم تفسیر حدیث فقہ واصول فقہ کے بیشتر وشاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ صاحبؒ، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ باوجود مخزن علوم کے سب حنفی ہیں، تو کیا زمانۂ موجودہ کے علماء علم وفہم وتقویٰ میں زیادہ ہیں؟ ہرگز نہیں، جو ائمہ کے مقلد کو مشرک کہتے ہیں لیکن جاہلوں کو اپنا مقلد بنا لیتے ہیں، اکثر لوگ جو اردو بھی نہیں جانتے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں۔ یعنی

غیر مقلد۔ان سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ تم جو اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہو،تم نے یہ مسائل قرآن وحدیث سے اخذ کئے ہیں یا کسی مولوی صاحب سے سن کر عمل کیا ہے؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ فلاں مولوی صاحب سے سن کر عمل کیا ہے تو پھر یہ تقلید نہ ہوئی تو اور کیا ہوا؟ (درلا ثانی ص ۶۱ ص ۶۲ ج ۲، احسن التقویم ص ۱۳۷،ص ۱۳۸)

ناظرین غور کریں! مذکورہ آخری عبارت میں جن محدثین اور بزرگوں کا نام پیش کیا گیا ہے کیا غیر مقلدوں میں ان کے ہم پلہ کوئی عالم ہے؟ حدیث کے ساتھ ان کا جو شغل تھا اور حدیث پر جس قدر گہری نظر ان کی تھی کیا غیر مقلدوں کی اتنی گہری نظر ہے؟ اس کے باوجود ان محدثین اور بزرگوں نے تقلید کی اور مذہب حنفی کو اختیار کیا،اب فیصلہ کیا جائے کہ لائق اتباع ان بزرگوں کا قول وعمل ہے یا غیر مقلدوں کا؟

اسی طرح مندرجہ بالا صفحات میں جن علماء محققین کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں ان پر بھی غور فرمائیں،اللہ پاک نے ان بزرگوں کو قرآن وحدیث کا عمیق علم عطا فرمایا تھا اور رات دن ان کا یہی مشغلہ تھا اس کے باوجود ان حضرات نے خود بھی تقلید کی اور امت کو بھی تقلید کی دعوت دی۔ یہ وہ بزرگ حضرات ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں علم وعمل،تقویٰ و طہارت،خوف وخشیت،احسان واخلاص میں امام تھے،اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور دین متین کی خدمت کا جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا،فکر آخرت میں مستغرق تھے اور قرآن وسنت پر پوری طرح عامل،حرام کا تو کیا تصور ہو مشتبہات سے بھی بچنے کی کوشش کرتے تھے کیا ان بزرگوں کے متعلق یہ سوچا جا سکتا ہے کہ تقلید (جو بقول غیر مقلدین حرام اور کفر وشرک ہے) کر کے خود بھی زندگی بھر (معاذ اللہ) حرام اور کفر وشرک میں مبتلا رہے اور امت کو بھی پوری زندگی اس کی دعوت دیتے رہے! معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جس کے دل میں قرآن وحدیث کی عظمت،اسلاف عظام کا احترام،اور علماء ربانی اور مشائخ کرام کی محبت ہے وہ اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

ان بزرگوں کے علاوہ مثال اور نمونہ کے طور پر محدثین عظام،علماء کبار،اولیاء کرام اور مشائخ طریقت کی ایک فہرست ملاحظہ فرمائیں،یہ سب کے سب مقلد تھے،ملاحظہ فرمائیں۔

امام نقد رجال محدث جلیل یحیی بن سعید القطانؒ ل (جو امام بخاریؒ کے استاذ کے استاذ ہیں) امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن المبارکؒ (جو فن حدیث کی رکن اعظم ہیں،امام بخاریؒ کے استاذ کے استاذ ہیں اور یحییٰ بن معینؒ،امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ محدثین عظام کے استاذ ہیں) امام حدیث وکیع بن جراحؒ (جو امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ اور اصحاب ستہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں) امام حدیث سید الحفاظ یحیی بن معینؒ (جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں) امام حدیث امام ابو یوسفؒ (جو علم حدیث میں امام احمدؒ علی بن مدینیؒ،یحییٰ بن معینؒ وغیرہ اکابر محدثین کے استاذ ہیں اور یہ

حضرات امام بخاریؒ وغیرہ محدثین کے شیوخ میں سے ہیں) یہ اجلہ محدثیں حدیث میں جلالت شان کے باوجود تقلید کرتے تھے اور حنفی المسلک تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ باوجود مجتہد ہونے کے صحیح قول کے مطابق مقلد تھے اور شافعی تھے،خود غیر مقلدوں کے پیشوا جناب نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ بھوپالی نے اپنی کتاب "الحطه فی ذکر صحاح السة" میں تحریر کیا ہے کہ امام بخاریؒ کو امام ابو عاصم نے جماعت شافعیہ میں ذکر کیا ہے۔ وقد ذکرہ ابو عاصمؒ فی طبقات

اصحابنا الشافعية نقلاً عن السبكیؒ۔ اور اسی کتاب کے ص ۱۲۷ فصل نمبر ۶ میں امام نسائی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: کان احد اعلام الدین و ارکان الحدیث امام اهل عصره و مقدمهم بین اصحاب الحدیث و جرحه و تعدیله معتبر بین العلماء و کان شافعی المذهب ۔ امام نسائیؒ دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ حدیث کے ارکانوں میں سے ایک رکن، اپنے زمانہ کے امام اور محدثین کے پیشوا تھے، ان کی جرح وتعدیل علماء کے یہاں معتبر ہے اور آپ شافعی المذہب تھے۔

امام ابوداؤد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ فقیل حنبلی وقیل شافعی، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ آپ حنبلی تھے اور کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ آپ شافعی ہیں (الحطہ ص ۱۳۵)

ان کے علاوہ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام بیہقیؒ، امام دار قطنیؒ امام ابن ماجہؒ یہ سب بھی مقلد تھے اور صحیح قول کے مطابق شافعی ہیں۔

علامہ ذہبیؒ، علامہ حافظ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ، علامہ ابن جوزیؒ، یہ سب حضرات مقلد تھے اور حنبلی تھے۔

غور فرمائیں! بڑے بڑے ائمہ حدیث اور صحاح ستہ کے مصنفین امام بخاریؒ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائی، امام ابن ماجہؒ، امام ابوداؤدؒ، جن کو خود غیر مقلدین بھی جلیل القدر محدث تسلیم کرتے ہیں۔ یہ محدثین سینکڑوں اور ہزاروں نہیں لاکھوں حدیث کے حافظ تھے، حدیث میں اس قدر مہارت کے باوجود ائمہ کی تقلید کر رہے ہیں تو غیر مقلدین کے لئے کون سی گنجائش ہے کہ وہ دائرہ تقلید سے آزاد ہیں اور تقلید کو حرام اور کفر وشرک کہیں۔

اسی طرح ہندوستان میں جس قدر مشہور محدثین، علماء محققین اور مشائخ طریقت اور اولیاء اللہ گذرے ہیں وہ سب کے سب مقلد اور تقریباً سب ہی امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے، ان کی فہرست تو بہت طویل ہے ان میں سے چند مشہور علماء ومشائخ کے اسماء گرامی ملاحظہ فرمائیں۔

امام ربانی شیخ سید احمد مجدد الف ثانیؒ نقش بندی، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور آپ کا پورا خاندان جن کے ذریعہ ہندوستان میں علم حدیث کا خوب پھیلاؤ اور ترویج وترقی ہوئی، اولیاء ہند کے سرتاج خواجہ معین الدین چشتیؒ مرزا مظہر جان جاناںؒ بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، خواجہ نظام الدین اولیاء خواجہ باقی باللہ، خواجہ فرید الدین گنجشکرؒ خواجہ علامہ الدین صابر کلیری۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ وغیرہ وغیرہ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رحیمیہ جلد نمبر ۱ ص ۷۷، ص ۷۸۔

غرض امت کی جمہور محدثین علماء محققین، اولیاء اللہ اور عارفین تقلید پر متفق ہیں بہت ہی قلیل تعداد تقلید کی منکر ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

ائمہ کی تقلید پر امت کا متفق ہوجانا خداداد مقبولیت ہے

امت محمدیہ کے علماء اور صلحاء مفسرین اور محدثین کا ائمہ اربعہ کی تقلید پر متفق ہوجانا کوئی امر عقلی نہیں اور نہ کوئی امر کسبی ہے کہ جس کو کسی سعی اور جدوجہد کا نتیجہ کہا جائے، بلکہ محض فضل خداوندی اور مشیت ربانی ہے اسی نے اپنی قدرت اور حکمت سے فقہاء اور مجتہدین کو پیدا کی اور اسی کی مشیت سے ان کے مذاہب پھیلے، اور لوگوں نے ان کی تقلید

کی پھر اسی کی مشیت اور حکمت اس کو مقتضی ہوئی کہ ائمہ اربعہ کو اپنے فضل اور قبول سے سرفراز فرمائے اور تمام امت ان ہی حضرات کی رہنمائی سے خدا تک پہنچے، چنانچہ رفتہ رفتہ تمام مذاہب دنیا سے معدوم ہو گئے اور صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب باقی رہ گئے، حق جل وعلا نے تکوینی طور پر محدثین اور مفسرین اور اولیاء اور عارفین کے قلوب میں یہ القاء فرمایا کہ تم ہمارے ان چار مقبول بندوں میں سے کسی کا اتباع کرو، یہ القاء ہونا تھا کہ امت کے عوام اور خواص کے قلوب سمٹ کر ائمہ اربعہ پر جمع ہو گئے اور دن بدن ان کا شیوع (پھیلاؤ) اور قبول ہوتا رہا یہاں تک کہ ان کی اصول وفروع منضبط ہو گئے اور روئے زمین کے تمام اہل سنت والجماعت انہی ائمہ اربعہ کے تقلید کے دائرہ میں منحصر ہو گئے اور اہل علم نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ائمہ اربعہ کی تقلید سے خروج کرے وہ اہل بدعت سے ہے اہل سنت سے نہیں، جس طرح تمام امت کا صحاح ستہ پر متفق ہو جانا کسی سعی اور جد وجہد کا نتیجہ نہیں بلکہ خداداد قبولیت کا نتیجہ ہے، اسی طرح تمام امت کا ائمہ اربعہ کی تقلید پر متفق ہو جانا خداداد مقبولیت کا ثمرہ ہے۔

لہٰذا یہ سوال کرنا کہ تقلید انہی چار میں کیوں منحصر ہوئی ایسا ہی ہے کہ خلافت راشدہ خلفاء اربعہ ہی میں کیوں منحصر ہوئی۔ اور ملائکہ مقربین چار ہی میں کیوں منحصر ہیں؟ جواب یہ ہے کہ یہ محض فضل ربانی اور قبول یزدانی ہے اس میں کسی توجیہ اور دلیل کی گنجائش نہیں ماشاء الله کان وما لا یشاء لایکون (ص ۱۰۴، ص ۱۰۵)

محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام نامی سے سب ہی واقف ہیں، علم اور ولایت کے انتہائی اعلیٰ مقام پر فائز تھے مگر اس کے باوجود مقلد اور حنبلی تھے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب پر موت آنے اور حشر میں ان کے ساتھ ہونے کی تمنا اور دعاء فرماتے ہیں۔ آپ کی مشہور کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں ہے: قال الامام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانیؒ واماتنا علی مذهبه اصلاً وفرعاً وحشرنا فی زمرته.

(غنیۃ الطالبین ص ۲۰۵ باب فی الصلوٰۃ الخمس فضل وینبغی للماموم)

حضرت غوث پاکؒ تو تقلید پر قائم رہنے کی دعاء فرمادیں اور غیر مقلدین تقلید کو حرام اور کفر وشرک کہیں۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تابکجا

اور اس کے باوجود خود کو ''سلفی'' کہیں جب کہ سلف صالحین سے کوئی تعلق نہیں ان کی شان میں ناروا الفاظ کہیں، تقلید کرنے کی وجہ سے ان کی تغلیط اور ان کی توہین کریں۔ قرأت خلف الامام نہ کرنے کی وجہ سے ان کی نماز کو باطل سمجھیں اور پھر بھی سلفی کہلائیں ...... یہ تو برعکس نام نہدن زنگی کافور...... کا مصداق ہے۔ یہی حال ان کا خود کو ''اہل حدیث'' کہنے کا ہے، جس طرح ''منکرین حدیث'' کا حدیث کا انکار کر کے اپنا نام ''اہل قرآن'' رکھنا صحیح نہیں، اسی طرح تقلید شرعی کا انکار کر کے خود کو ''اہل حدیث'' کہنا بھی صحیح نہیں۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ جن کا علمی مقام اور حدیث میں ان کا جو درجہ ہے اس کا اعتراف خود غیر مقلدین کو بھی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ مقلد ہیں اور حنفی ہیں، اپنے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

واستفدت منه صلی الله علیه وسلم ثلثة امور خلاف ما کان عندی وما کانت طبعی تمیل الیه اشد میل فصارت هذه الا ستفادة من براهین الحق تعالیٰ علی ...... الی قوله ...... وثانیهما

الوصاة بالتقلید بهذه المذاهب الا ربعة لا اخرج منها الخ(فیض الحرمین ص ۶۴ ،ص ۶۵ مطبعه کتب خانه رحیمیه دیو بند)

ترجمہ: مجھے حضور اقدس ﷺ کی جانب سے ایسی تین باتیں حاصل ہوئیں جن کی طرف میری طبیعت مائل نہ تھی اور اس طرف بالکل قلبی میلان نہ تھا یہ استفادہ میرے اوپر برہان حق ہو گیا ان تین باتوں میں دوسری بات یہ تھی ،حضور اقدس ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں مذاہب اربعہ کی تقلید کروں اور ان سے باہر نہ نکلوں۔

مذکورہ عبارت میں غور فرمائیں اور غیر مقلدوں کو چاہئے کہ اس سے عبرت حاصل کریں ،اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔(۱) نفس تقلید کی وصیت (۲) اور تقلید کا مذاہب اربعہ میں منحصر اور محدود ہونا۔اس عبارت میں ائمہ اربعہ کے مقلدین کے لئے بشارت عظمی اور غیر مقلدوں کے لئے عبرت ہے۔

نیز تحریر فرماتے ہیں:

وعرفنی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان فی المذهب الحنفی طریقة انیقة هی اوفق الطرق بالسنة المعروف التی جمعت وتقحت فی زمان البخاری واصحابه (فیوض الحرمین ص ۴۸، کتب خانه رحیمیه دیو بند)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریقہ ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی۔

ان دونوں عبارتوں کو بغور ملاحظہ فرمائیں !اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے شاہ ولی اللہ جیسے محدث جلیل کو تقلید پر مامور کیا جارہا ہے اور بتلایا جارہا ہے کہ مذہب حنفی سنت کے زیادہ موافق ہے۔حضور اقدس ﷺ کی طرف سے حضرت شاہ صاحب کو تقلید پر مامور کیا گیا اور آپ نے محدث اور مجتہد ہونے کے باوجود اس پر عمل فرمایا اور مذہب حنفی کو اختیار فرمایا اور آخر تک حنفی رہے۔

فتاوی محمودیہ میں ہے (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی) ۱۷۶۲ء میں وفات ہوئی اسی ۱۷۶۱ء میں اخیر مرتبہ بخاری شریف پڑھائی ہے اور مولوی چراغ صاحب کے لئے سند اپنے قلم سے لکھی ہے جو کہ بخاری شریف کے ساتھ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے اس میں اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھا ہے اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کی تصدیق ہے کہ یہ میرے والد کی تحریر فرمودہ ہے، نیز شاہ عالم کی مہر بھی اس تصدیق پر موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر تک حنفی رہے الخ۔(فتاوی محمودیہ ص ۳۸۸ جلد اول)

غیر مقلدین اشکال کرتے ہیں کہ یہ تو خواب ہے اور خواب حجۃ شرعیہ نہیں ہے،اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ تقلید کے ثبوت کا دارومدار صرف اس خواب پر نہیں ہے بلکہ تقلید کا ثبوت مستقل دلائل سے ہے جن میں سے کچھ دلائل آپ گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ مذکورہ خواب کوئی معمولی چیز نہیں ہے خواب دیکھنے والے عالم ربانی محدث کبیر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت اور جس ذات اقدس کی خواب میں زیارت کی ہے اور جن کی طرف سے تقلید اختیار کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے وہ سید المرسلین محبوب رب العلمین حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی ہے۔اور حدیث میں ہے۔

(۱)عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی متفق علیہ .(مشکوٰۃ ص ۳۹۴ کتاب الرؤیا) (بخاری باب من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام ج۲ ص ۱۰۳۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تحقیق کہ اس نے مجھے ہی دیکھا، پس بے شک شیطان میری صورت اختیارنہیں کرسکتا۔

(۲)عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رأنی فقد رأی الحق، متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۴) (بخاری شریف ص ۱۰۳۶ ج ۲ ایضاً)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس تحقیق کہ اس نے حق دیکھا۔(یعنی بالکل سچا اور صحیح خواب دیکھا)

ان دوحدیثوں کے پیش نظر اس خواب کے سچا ہونے میں کیا شک ہے لہذا خواب کہہ کرلوگوں کوشبہ میں نہیں ڈالا جاسکتا۔

غیرمقلدین شیخ عبدالوہاب نجدی کے ہم مسلک وہم عقیدہ سمجھے جاتے ہیں لیکن شیخ عبدالوہاب مقلد ہیں،اپنے متعلق تحریرفرماتے ہیں۔

فنحن و للہ الحمد متبعون لا مبتدعون علی مذھب الا مام احمد بن حنبل (محمد بن عبدالوھاب للعلامۃ احمد عبدالغفور عطار ،طبع بیروت ص ۱۷۴،ص ۱۷۵)

ترجمہ: ہم لوگ الحمدللہ ائمہ سلف کے متبع ہیں کوئی نیا طریقہ اور بدعت ایجاد کرنے والے نہیں ہیں اور ہم امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں۔

ایک دوسرے مکتوب میں تحریرفرماتے ہیں:

انی . وللہ الحمد متبع ولست بمبتدع عقیدتی و دینی الذین ادین اللہ بہ ......الخ. میں الحمد للہ (ائمہ سلف کا) متبع ہوں،مبتدع نہیں ہوں میرا عقیدہ اور میرا دین جو میں اللہ کے دین کی حیثیت سے اختیار کئے ہوئے

ہوں وہ اہل سنت والجماعت کا وہی مسلک اور طریقہ ہے جو امت کے ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین کا مسلک اور طریقہ ہے(محمد بن عبدالوہاب ص ۱۷۵)

ان کے صاحبزادے شیخ عبداللہ اپنے ایک رسالہ میں اپنے اور اپنے والد کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اصول دین (ایمانیات واعتقادات) میں ہمارا مسلک اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اور ہمارا طریقہ ائمہ سلف کا طریقہ ہے اور فروع میں یعنی فقہی مسائل میں ہم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر ہیں اور جوکوئی ائمہ اربعہ میں سے کسی کی بھی تقلید کرے،ہم اس پر نکیرنہیں کرتے۔''(الھدیۃ السنیہ ص ۳۸ ج،ص ۳۹ عربی)

مندرجہ بالا حوالجات حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کی ایک تصنیف بنام'' شیخ محمد بن

عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ" سے اخذ کئے گئے ہیں۔

حاصل کلام!:

مندرجہ بالا گذارشات سے ثابت ہورہا ہے کہ امت کے محدثین، مفسرین، علماء صلحاء اولیاء اور مشائخ تقلید ائمہ پر متفق ہیں اور ان سب کا تقلید ائمہ پر متفق اور مجتمع ہوجانا تقلید کے برحق ہونے کی نہایت مضبوط سند اور دلیل ہے۔
حدیث میں ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله لایجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة وید الله علی الجماعة ومن شذشذ فی النار رواه الترمذی.
(مشکوٰة شریف ص ۳۰ باب الا عتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ میری امت کو۔ یا یہ ارشاد فرمایا محمد ﷺ کی امت کو ضلالت (گمراہی) پر اکٹھا نہیں کرے گا۔ اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے (یعنی اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے) اور جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں تنہا ڈالا جائے گا۔

(۲) لن تجتمع امتی علی الضلالة قال البخاری وبالجملة فهو حدیث مشهور المتن ذو اسانید کثیرة وشواهد متعددة فی المرفوع وغیره. (المقاصد الحسنة ص ۴۶۰)
ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت (کے علماء وصلحاء) کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہوں گے۔

(۳) عن ابی ذر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الا سلام من عنقه، (رواه احمد و ابو دائود) (مشکوٰة شریف ص ۳۱) (الا عتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک بالشت کے برابر بھی جماعت سے علیحدگی اختیار کی تو تحقیق کہ اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال ڈالی۔
مفسر قرآن حضرت علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلویؒ اپنی مشہور کتاب "عقائد الاسلام" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جس مسئلہ میں امت متفق ہو وہ حق ہے اور اُن کا مخالف مردود ہے۔

ترمذی نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے **لا تجتمع امة محمد علی الضلالة** کہ محمد ﷺ کی امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ **وید الله علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار** (رواہ الترمذی) کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے نکلا اکیلا جہنم میں گیا۔ **واتبعوا السواد الا عظم** (رواہ ابن ماجۃ) کہ تابعداری کرو بڑے گروہ کی۔ یعنی میری امت میں جس مسئلہ میں بہت سے لوگ ایک طرف ہوں اس کی پیروی کرو کیونکہ جماعت کثیر گمراہ نہ ہوگی کیونکہ **للاکثر حکم الکل** پس اگر گمراہ ہوں تو غالباً سب گمراہ کہلاویں اور سب کا گمراہ ہونا باطل ہے، کیونکہ اگر تمام امت گمراہ ہو تو قرآن کی تکذیب لازم آوے اور امت وسط اور خیر ہونا غلط ہو جاوے، پس یہ محال ہے تو

امت کا گمراہ ہونا بھی محال ہے اور بہت سی احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں۔ (عقائد الاسلام ص ۸۵ باب نمبر ا فصل نمبر ۵)

ان معروضات کے بعد ''الدین النصیحۃ'' (دین خیر خواہی کا نام ہے) کے پیش نظر تمام اہل ایمان خاص کر غیر مقلدین سے یہی عرض ہے کہ تمام لوگ اسی راہ کو اختیار کریں جس کو امت کے جمہور محدثین، مفسرین، علماء صلحاء، عارفین اور مشائخ طریقت نے اختیار کیا ہے، اور جمہور امت اور سواد اعظم سے خود کو وابستہ رکھیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف عظام رحمہم اللہ سے حسن ظن رکھیں، اسی میں انشاء اللہ ایمان اور اعمال کی سلامتی ہے اور ضلالت و گمراہی سے حفاظت ہے، ورنہ غیر مقلدیت اور لا مذہبیت سراسر گمراہی اور ضلالت ہے، بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ''غیر مقلدیت گمراہی کا پہلا زینہ ہے'' اور خود غیر مقلدوں کے پیشوا مولانا محمد حسین بٹالوی نے برسوں کے تجربہ کے بعد تحریر کیا ہے:۔

''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بلا آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں سے بعض عیسائی ہوجاتے ہیں اور بعض لا مذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی (غیر مقلدیت) کا ادنی کرشمہ ہے، ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت اور نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود، شراب سے پرہیز نہیں کرتے، اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی کے باعث فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، کفر و ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہوجانے کا بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ کم علمی کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

(اشاعۃ السنۃ ص ۵۳ جلد نمبر ۱۱، عدد نمبر ۲ بحوالہ سبیل الرشاد ص ۲ا تقلید ائمہ ص ۱۶، ص ۱۷)

غیر مقلدوں کے ایک دوسرے پیشوا جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے اپنی جماعت کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے وہ بھی قابل ملاحظہ ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

فقد نبت فی ھذہ الزمان فرقۃ ذات سمعۃ ورياء تدعی انفسها علم الحديث والقرآن والعمل والعرفان.

ترجمہ: اس زمانہ میں ایک فرقہ شہرت پسند ریا کار ظہور پذیر ہوا ہے جو باوجود ہر طرح کی خامی کے اپنے لئے قرآن وحدیث پر علم و عمل کا مدعی ہے حالانکہ اس کو علم و عمل اور معرفت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

آگے اسی مضمون کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

فيا للعجب ان يسمون انفسهم الموحدين المخلصين وغيرهم بالمشركين وهم اشد الناس تعصباً وغلواً فی الدين.

ترجمہ: بڑے تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین کیونکر خود کو خالص موحد کہتے ہیں، اور مقلدین کو (تقلید ائمہ کی وجہ سے) مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ غیر مقلدین خود تو تمام لوگوں میں سخت متعصب اور غالی ہیں۔

پھر اسی مضمون کے اختتام پر لکھتے ہیں۔

فما هذا دين الا فتنة فى الارض وفساد كبير. (الحطه فى ذكر صحاح الستة ص ٦٧، ص ٦٨)

ترجمہ: یہ طریقہ (جو غیر مقلدین کا ہے) کوئی دین نہیں، یہ تو زمین میں فتنہ اور فساد عظیم ہے۔

(بحوالہ تقلید ائمہ ص ۱۷، ص ۱۸ مولانا اسماعیل سنبھلی)

اللہ پاک ہر ایک کو حق قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، ایمان اور اعمال پر استقامت اور اسی پر حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔ اللهم آمين بحرمة النبى الامى صلى الله عليه واله وصحبه وسلم فقط والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

نوٹ:

اس جواب میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کے ایک رسالے سے بھی کافی استفادہ کیا گیا ہے (ابتدائی صفحات پھٹ جانے کی وجہ سے رسالہ کا نام معلوم نہ ہو سکا) اللہ تعالیٰ مرحوم کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کی تمام تصانیف کو مفید نافع اور مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ بنائے آمین بحرمة سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم. احقر الانام سید عبدالرحیم لاجپوری غفرلہ اللہ ولوالدیہ راندیر، ۵ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ۔

تقلید کی حیثیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے (۱)

(۱۹) دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ کی اطاعت کی جائے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی اسی لئے واجب ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے قول و فعل سے احکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے کہ کونسی چیز حلال ہے کون سی چیز حرام ہے، کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے۔ ان تمام معاملات میں اطاعت تو صرف خدا کی کرنا ہے مگر چونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان معاملات کے مبلغ اور پہنچانے والے ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور حضور ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے، ارشاد خداوندی ہے من يطع الرسول فقد اطاع الله لہٰذا شریعت کے تمام معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنے کا قائل ہو اور اس کو مستقل بالذات مطاع سمجھتا ہو تو یہ یقیناً مذموم ہے، لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کے احکام کی تابعداری اور اطاعت کرے۔

قرآن وحدیث (سنت) میں بعض احکام ایسے ہیں جو آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے صراحۃً ثابت ہیں جن میں بظاہر کوئی تعارض نہیں ہے اس قسم کے احکام اور مسائل "منصوصہ" کہلاتے ہیں، لیکن بعض احکام ایسے ہیں جن میں کسی قدر ابہام واجمال ہے اور بعض آیات واحادیث ایسی ہیں جو چند معانی کا احتمال رکھتی ہیں بعض محکم ہیں اور بعض متشابہ، کوئی مشترک ہے تو کوئی مؤول اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ بظاہر قرآن کی کسی دوسری آیت یا کسی دوسری حدیث سے متعارض معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں بیان فرمانے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

---

(۱) یہ مضمون فتاوی رحیمیہ پرانہ ایڈیشن ج:۹ ص:۳۹۷ [illegible] مفتی صاحب نے فتاوی رحیمیہ اور عقلی دلائل کے تحت لکھا ہے۔ یہ کسی سوال کا جواب نہیں

ایسے مسائل میں اجتہاد واستنباط سے کام لینا پڑتا ہے ایسے موقع پر عمل کرنے والے کو الجھن ہوتی ہے کہ وہ کس طرح عمل کرے، از خود اجتہاد کر کے فیصلہ کرے یا اسلاف کی فہم وبصیرت اور ان کے علم پر اعتماد کر کے ان کے فیصلہ پر عمل کرے، ایسی الجھن کے موقعہ پر عمدہ بات یہی ہے کہ جس طرح ہم اپنے دنیوی معاملات میں ماہرین فن کے مشوروں پر عمل پیرا ہوتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں، کورٹ میں کوئی مقدمہ ہو تو وکیل کرتے ہیں مکان بنانا ہو تو انجینئر کی خدمات حاصل کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور جو وہ کہتے ہیں اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اس سے حجت بازی نہیں کرتے، اسی طرح دینی معاملات میں ان مقدس ترین حضرات کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ان ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے قول پر عمل کریں، اس عمل کرنے کو اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں، تقلید کی حیثیت صرف یہ ہے کہ تقلید کرنے والا اپنے امام کی تقلید یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ دراصل قرآن وسنت پر ہی عمل کر رہا ہے اور صاحب شریعت ہی کی پیروی کر رہا ہے اور گویا یہ تصور کرتا ہے کہ ''امام'' اس کے اور صاحب شریعت کے درمیان واسطہ ہے، مثال کے طور پر جماعت کی نماز میں جب کہ جماعت بڑی ہو امام کی آواز دور کے مقتدیوں کو سنائی نہ دیتی ہو تو اس وقت مکبر مقرر کئے جاتے ہیں وہ مکبر امام کی اقتداء کرتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہہ کر امام کی نقل وحرکت، رکوع وسجدہ کی اطلاع پچھلی صف والوں کو دیتا ہے اور پچھلی صف والے یہ تصور کرتے ہیں کہ ہم امام ہی کی اقتداء واتباع کر رہے ہیں اور خود مکبر بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں خود امام نہیں ہوں بلکہ میرا اور پوری جماعت کا امام صرف ایک ہی ہے سب اسی کی اقتداء کر رہے ہیں میں تو صرف امام کے نقل وحرکت کی اطلاع دے رہا ہوں، بس بالکل یہی صورت یہاں ہے کہ مقلد کا تصور یہی ہے کہ میں خدا اور رسول ہی کی اطاعت اور اتباع کر رہا ہوں ''امام'' کو درمیان میں بمنزلۂ مکبر تصور کرتا ہے، اس کو مستقل بالذات مطاع نہیں سمجھتا مستقل بالذات مطاع تو صاحب شریعت ہی کو خیال کرتا ہے ۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم ص ۱۷۲ ص ۱۷۴ ص ۱۷۵)

اس عام فہم مثال سے تقلید کی حیثیت کو واضح فرمایا اور غیر مقلدوں کے خود ساختہ اعتراض واشکال کی بنیاد ڈھا کر رکھ دی اس کے بعد بھی خواہ مخواہ اعتراض کی راہ اختیار کرنا ہٹ دھرمی اور تعنت کے سوا کچھ نہیں، **واللہ المستعان علیٰ ماتصفون.**

(۲۰) ایک دوسرے مقام پر تقلید کی ضرورت پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

ٹھنڈے دل سے اگر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ تقلید ایک امر فطری ہے اور ایک قدرتی ناگزیر ضرورت ہے جو انسان کے ساتھ مثل سائے کے لگی ہوئی ہے، غیر مقلدین بھی اس سے بے نیاز نہیں ہیں، ان کے گھروں میں چھوٹے بچے گھر کے بڑوں کو ہی دیکھ کر نماز پڑھتے ہیں، اور دوسری اعمال کرتے ہیں اور ان کے گھر کی مستورات محدثہ، عالمہ فاضلہ نہیں ہوتیں، مردوں ہی سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتی ہیں، اور خود غیر مقلدین عالم فاضل محدث نہیں ہوتے وہ بھی اپنے بڑوں ہی سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے ہیں اور اس پوچھ پوچھ کر عمل کرنے کو مذموم نہیں سمجھا جاتا، اس کو شرک بدعت اور گناہ نہیں کہا جاتا، اور معمولی صنعت وحرفت میں بھی بغیر تقلید کئے کام نہیں چلتا، طب کی کتابوں کا مطالعہ کر کے انسان حکیم اور ڈاکٹر نہیں بن جاتا اور ایسا شخص اگر مطب کھول کر بیٹھ جائے تو اسے مجرم کہا جاتا ہے اور جو اس سے علاج کرائے وہ اس سے بڑا نادان سمجھا جاتا ہے، مثل مشہور ہے۔ ''نیم حکیم خطرۂ جان ونیم ملا خطرۂ ایمان'' بہر حال دنیا میں

ہر کام میں تقلید کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن دین کے معاملہ میں چند حدیث کی کتابوں کا ترجمہ دیکھ کر اپنے آپ کو علوم قرآن وحدیث کا ماہر سمجھنے لگنا، اور ائمہ ہدیٰ واسلاف عظام کے ساتھ بدگمانی کرنا ان کی شان میں بدزبانی اور گستاخی کرنا اور ان کی تقلید کو شرک وبدعت کہنا اور اپنی ناقص فہم وعقل پر اعتماد کرنا اور ہوائے نفسانی کی اتباع کو عین توحید سمجھنا یہ کہاں کا انصاف ہے۔ ''بریں عقل ودانش بباید گریست'' اگر ہمارے غیر مقلدین بھائی ہٹ دھرمی کٹھ حجتی اور ضد کو چھوڑ کر دیانتداری، سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے غور کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ عدم تقلید کے عقیدے پر جمے رہیں اور اپنی پہلی روش پر ندامت اختیار نہ کریں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۲ جلد اول)

رکوع کے قریب قریب جھک کر شکریہ ادا کرنا اور تعظیم بجالانا:

(سوال ۳۶) ہمارے یہاں ایک مسلمان ''کراٹے'' (یہ ایک طرح کی کشتی اور ورزش ہے جس میں مختلف داؤں سکھائے جاتے ہیں) سکھاتے ہیں انہوں نے یہ فن نیپال جا کر سیکھا ہے، ان کے پاس جانے اور روانگی کے وقت اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر رکوع کے قریب قریب جھک کر نیپالی زبان میں ان کا شکریہ ادا کرنا پڑتا ہے، اور وہ اور اس ادارہ کے منتظم یہ کہتے ہیں کہ اس فن کے سیکھنے کے لئے اس طرح جھک کر شکریہ ادا کرنا اور تعظیم بجالانا ضروری ہے، تو اس طرح جھک کر شکریہ ادا کرنا اور تعظیم بجالانا شرعاً جائز ہے؟ یا اس میں کراہیت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اللہ ہی سب سے زیادہ قابل تعظیم ہے اللہ ہی کی ذات اس قابل ہے کہ انسان اس کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکائے اسی وجہ سے اسلام میں غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اور اسی بنا پر فقہاء نے اس صورت کو بھی مکروہ لکھا ہے کہ کوئی شخص کسی کے سامنے رکوع کے مانند جھک کر سلام کرے یا اس کی تعظیم بجالائے، شامی میں ہے۔ **قال القهستانی وفی الظهیریة یکفر بالسجدة مطلقا وفی الزاهدی الایماء فی السلام الی الرکوع کالسجود وفی المحیط انه یکره الانحناء للسلطان وغیره** (شامی ص ۳۳۸ ج ۵ کتاب الحظر والاباحة، قبیل فی البیع) یعنی علامہ قہستانی فرماتے ہیں، ظہیریہ میں ہے کہ مطلقاً (غیر اللہ کو) سجدہ کرنے کی وجہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے، زاہدی میں ہے کہ سلام کرتے وقت رکوع جیسی ہیئت بنا لینا یہ سجدہ کے مانند ہے (یعنی جس طرح غیر اللہ کو سجدہ کرنا ناجائز ہے اسی طرح رکوع کے بقدر جھکنا بھی ناجائز ہے۔ اور محیط میں ہے کہ بادشاہ یا کسی اور کے سامنے جھکنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی ص ۲۳۸ ج ۵)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ **الانحناء للسلطان...... اولغیره مکروه لانه یشبه فعل المجوس کذافی جواهر الاخلاطی، ویکره الانحناء عند التحیة وبه ورد النهی کذافی التمر تاشی.**

(عالمگیری ص ۲۴۴ ج ۶، کتاب الکراهیة باب نمبر ۲۸)

سوال میں جو جھکنے کی صورت ہے یہ قریب قریب رکوع کی ہے لہٰذا شرعاً اس کی اجازت نہ ہوگی، فن سکھانے والے اور ادارہ کے منتظمین کو چاہئے کہ اسلامی طریقہ کو مقدم رکھیں اور غیروں کے طریقہ کو اختیار نہ کریں اور اپنے سامنے جھکنے کی شرط نہ لگائیں بے شک اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنا چاہئے، حدیث میں ہے: **عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر الله،**

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۷ باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک، ابواب البر والصلۃ)

لہذا اپنا محسن ہونے کے اعتبار سے ان کا شکریہ ادا کریں چاہے جس زبان میں بھی ہو، اگر چہ سب سے بہتر الفاظ یہ ہیں کہ جزاک اللہ (اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں) کہے، حدیث میں ہے: **عن اسامه بن زید قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صنع اليه معروف فقال لفا عله جزاک الله خيراً فقد ابلغ في الثناء** ...... حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا گیا اس شخص نے بھلائی کرنے والے سے کہا جزاک اللہ تو اس نے شکریہ کا حق ادا کر دیا۔

(ترمذی شریف ص ۲۴ ج ۲ باب ماجاء فی الثنایا، ابواب البر والصلۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دیوان حافظ وغیرہ سے فال نکالنا:

(سوال ۳۷) عملیات کی بہت سی کتابوں میں فالنامے ہوتے ہیں، جیسے دیوان حافظ، تو ایسے فالنامے سے فال نکالنا کیسا ہے؟ کیا اس سے ایمان میں خرابی آئے گی؟

(الجواب) نیک فال لی جاسکتی ہے، اس کو یقینی چیز نہ سمجھا جائے البتہ نجومی اور کاہن کے پاس جا کر فال نکلوانا اور ان سے غیب کی باتیں پوچھنا گناہ کبیرہ ہے، حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے: **عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اتى كاهناً فصد قه بما يقول ...... فقد برئ مما انزل علیٰ محمد صلى الله عليه وسلم.**

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص نجومی کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی، پس تحقیق کہ وہ اس چیز سے بیزار ہوا جو محمد ﷺ پر اتاری گئی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۳ باب الکہانۃ)

مظاہر حق میں ہے: بیزار ہوا یعنی کافر ہوا یہ محمول ہے حلال جاننے پر یا تغلیظ وتشدید ہے اوپر کرنے ان شنائع کے۔ (مظاہر حق ص ۳۰ ج ۴)

دعوت و تبلیغ اور مطالعہ کے لیے مستند کتب

کتاب	زبان	مصنف
حیاۃ الصحابہ	۳ جلد اردو ترجمہ	مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ مولانا محمد احسان صاحب
حیاۃ الصحابہ	۳ جلد انگریزی	
فضائل اعمال	اردو	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
فضائل اعمال	انگریزی	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
فضائل صدقات مع فضائل حج	اردو	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
فضائل صدقات	انگریزی	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
فضائل نماز		شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
فضائل قرآن		شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
فضائل رمضان		شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
فضائل حج		شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
فضائل تبلیغ		شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
فضائل ذکر		شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
حکایات صحابہ		شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
شمائل ترمذی		شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
منتخب احادیث	اردو	مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ مترجم مولانا محمد سعد مدظلہ
منتخب احادیث	انگریزی	مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ مترجم مولانا محمد سعد مدظلہ